قرآن

آپ سے کیا کہتا ہے؟

یہ کتاب قرآنی دعوت و تعلیم کو، جو
بلاشبہ پوری انسانیت کے لئے آب حیات ہے،
اس سے ناآشنا اور بیگانہ مسلمانوں اور
عام انسانوں تک عام فہم اور موثر پیرا یہ
میں پہنچانے کی ایک کوشش ہے۔ اللہ کی
رحمت سے امید ہے کہ جو مسلمان یاغیر
مسلم بھائی اس کا مطالعہ کریں گے اگر
ان کی روح بالکل مردہ نہیں ہوچکی
ہوگی تو انشاء اللہ وہ ضرور اس سے متاثر
ہوکے رہیں گے

مولانا محمد منظور نعمانی

حکمتِ قرآن انسٹیٹیوٹ

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

از

مولانا محمد منظور نعمانی

اشاعت اول: 2011ء
کمپیوٹر لے آؤٹ: ندیم احمد سولنگی
طابع: ذکی سنز پرنٹرس کراچی
ناشر: حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ کراچی

ہدیہ: 250/= روپے

ایڈریس:
حکمتِ قرآن انسٹیٹیوٹ
6سندھی جماعت کوآپریٹوسوسائٹی، جوگی موڑ بس اسٹاپ
نیشنل ہائی وے کراچی 75030

رابطہ کیلئے 3500278-021
0300-2707097

web:www.hikmatequran.org

فہرست مضامین

مقدمہ.. 7

دیباچہ... 15

خدا کی ہستی!................................ 19

خدا کی صفات.................................. 26

اللہ تعالیٰ علیم کُل ہے،کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں... 30

اللہ ہر چیز پر قادر ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے................................ 32

وہی سب کا خالق ورازق اور پروردگار کارساز ہے... 34

اور وہی اپنے حکم سےاس کارخانۂ ہستی کو چلارہاہے... 34

وہی ساری کائنات کابادشاہ اور فرماں رواہے ،سب کچھ صرف اسی کے اختیار میں ہے 38

کسی اور کے اختیار میں کچھ بھی نہیں.. 40

اللہ تعالیٰ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے ،.. 42

گناہوں کابخشنے والا اور توبہ قبول کرنیوالاہے... 42

اللہ کی رحمت اور مغفرت کے حقدار کون سے گنہگار ہیں ؟... 48

اللہ تعالیٰ میں رحمت کے ساتھ عدالت بھی ہے... 48

تنزیہ وتقدیس.. 51

قرآن مجید کی چند جامع الصفات آیات..... 54

توحید.. 58

توحید ذاتی اور توحیدِ الوہیت.................. 60

توحیدِصفات وافعال................................ 61

ساری کائنات پر صرف اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اورسب کچھ صرف اسی کے اختیار میں ہے...63
نظام عالم کو قائم رکھنے والا صرف اللہ ہے65
صرف اللہ زندۂ جاوید ہے، باقی سب فانی ہیں..65
صرف اللہ ہی عالم الغیب اور علیم کُل ہے66
توحیدِ حقوق..67
صرف اللہ ہی لائق حمد وستائش ہے........67
اللہ ہی سب سے زیادہ محبت اور خوف کے قابل ہے..68
وہی توکُل اور آسرا لگانے کےقابل ہے.......69
وہی حاکم ہےاور اسی کاحکم واجب العمل ہے...69
توحید کے بارے میں قرآن مجید کا سب سے اہم مطالبہ..70
توحید کا آخری تکمیلی سبق....................77
شرک اور مشرکین کی سخت مذمت اوران سے اعلان بیزاری..82
آخرت..84
آخرت کیوں ضروری ہے؟..........................85
آخرت کے ضروری ہونے پر قرآن مجید کی ایک دوسری دلیل..88
آخرت کے بارے میں جاہلانہ و احمقانہ شبہات اور شیطانی وساوس..................................90
منکرین آخرت کے بے بنیاد شبہات کا جواب 92
آخرت میں کیا کیا ہونے والا ہے؟...............97
آخرت کی منزلیں....................................97
جنت اور دوزخ..................................104
جنت..108
نبوت ورسالت..................................112
مجرم اورنافرمان سمجھاجائے گا اور اللہ کی محبت وعنایت اور نجات سے محروم رہے گا.117
نبی کی حیثیت اورمقام نبوت...............120
تفریط اوربے ادبی کی گمراہی..............120
افراط اور غلو کا فتنہ..........................126

خدا و ند ی ہدا یت کی اطاعت وپیرو ی....132
عمل صالح..135
ضروری انتباہ.......................................140
تقویٰ..141
تقویٰ ہی اصل نیکی اور عمل صا لح کی روح ہے...146
تقویٰ کی نشا نیا ں اور اہل تقویٰ کے اوصاف...152
خدا کی عبا دت................................157
عبا دت کی تین قسمیں کی جا سکتی ہیں :. 157
بندو ں کی خد مت اور حسنِ سُلوک........167
اہل وعیال..170
عا م انسا نوں کے حقو ق اور ان کے سا تھ حسن سلو ک..171
اسلا می برادری کے خا ص حقوق...........174
اخلا قِ حَسَنہ....................................177
صبر...177
صبر والو ں کا انجا م اور مقا م.............180
سچا ئی اور راست با زی.......................181
وفائے عہد...185
اما نت..187
عد ل وانصاف.......................................188
سما حت وسخا وت...............................192
ایثار...196
بخل...197
استغنا ءوقنا عت..................................198
تو کل...199
توا ضع...200
تکبر اور غرو ر......................................202
حلم اور درگزر.......................................204
جر أ ت وشجا عت.................................207
وقار وخو دداری...................................209
حیا اور عفت..210
طہارت وپا کیز گی...............................212

معا ملات میں پا کبازی اور ا کل حلا ل.....214
حق اور نیکی کو پھیلا نے اور عا م کر نے کی جد وجہداور اس راہ میں جا نبازی.................219
قرآنی خطبات و مواعظ......................225
بندو ں کو ان کے ما لک کا بلا وا جنت اور رحمت کی طر ف.......................................226
دین کے بنیا دی احکا م اور نصائح............227
اللہ کی بات ما ننے والو ں اور نہ ما ننے والو ں کا انجا م...228
سرکش مجر مو ں کو سخت انتبا ہ اور قیا مت میں ان کا انجا م..229
دین کی بنیا دی ہدا یتیں اور خدا وندی احکا م...231
امت مسلمہ کے خا ص فرائض اور اس کا نصب العین...234
اپنے گنا ہگا ر بندو ں کو اللہ کا بلا وا اور نہ ما ننے والو ں کا انجا م....................................235
اللہ کی بات ما ننے والو ں اور اس کی راہ پر چلنے والو ں کو بشارت...............................238
اپنے کو جہنم کی آ گ سے بچا ؤاور سچی تو بہ کر کے آخرت کی سر خرو ئی اور جنت حاصل کرو.........239

مقدمہ

صاحبِ قرآن اور قرآن کا تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ایک مسلّم تاریخی حقیقت ہےکہ ا ب سے قریبًا ڈیڑھ ہزار سال پہلے پانچویں چھٹی صدی عیسوی میں پوری انسانی دنیا نورِ ہدایت سے محروم اور روحانیت واخلاق کےلحاظ سے اندھیرنگری بنی ہوئی تھی، یورپ پر قرون وسطیٰ کا اندھیر ا چھایا ہواتھا، ایران اور اس کےزیر اثر ملکوں میں مزدکیت کادور دورہ تھا، جس نے اخلاق وشرافت کی حدود کو درہم برہم کرکے انسانوں کو حیوان بنادیاتھا، ہندوستان پورا نِک عہد کی تاریخی میں بھٹک رہاتھا، یہاں ایک طرف تو جمادات وحیوانات بلکہ سانپوں تک کی پرستش ہوتی تھی اور دوسری طرف بیچارے ان انسانوں کےساتھ جن کو نسلی اور پیدائشی طور پر چھوت قرار دیاگیاتھا، حیوانوں سے بدترسلوک ہوتاتھا، وہ انسان ہونے کےباوجود انسانی حقوق سے محروم تھے، جس کے کچھ اثرات اتنا طویل زمانہ گزرجانے کےباوجود اب تک بھی باقی ہیں،کم وبیش یہی حال انسانیت کی پستی

اور انسانوں کی بے راہ روی کے لحاظ سے اس وقت دنیا کے ان دوسرے ملکوں کابھی تھا جن کی تاریخ معلوم ہے۔

پھر ان سب کے گویا قلب میں جزیرہ نمائے عرب تھا جو یورپ ،ایشیا اور افریقہ کےمقام اتصال پر واقع تھا اوراسی لئے پرانے زمانے میں اسے ‘‘ دنیا کی ناف ’’ کہاجاتاتھا، یہ بھی اس دور میں خداوندی ہدایت اور تعلیم وتہذیب کی روشنی سےیکسر محروم تھا، تاریکیوں اور گمراہیوں کےبادل تہ بہ تہ چھائے ہوئے تھے، ایک خدا کو چھوڑ کربے شمار دیویوں، دیوتاؤں اور ان سے نسبت رکھنے والی پتھر کی مورتیوں کی پوجا ہوتی تھی، ان کے لئے انسانوں تک کی قربانی دی جاتی تھی۔ شہر مکہ کا وہ کعبہ جس کو خدا کے پیغمبر ابراہیم ؑ واسماعیل ؑ نےخدا کی عبادت کےمرکز کے طور پر اپنے ہاتھوں سے بنایاتھا، وہ ایک بڑا بت خانہ بن گیا تھا، پورے ملک میں جنگل کا قانون چالو تھا ، کوئی حکومتی نظام بھی نہ تھا، انسانی جان کی کوئی قیمت نہ تھی ، قتل وغارت اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا، سنگدلی اور قساوت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ خود اپنے نومولود بچوں کو گڑھا کھود کے زمین میں زندہ دفن کردیتے تھے، بے شرمی اور بے حیائی کا یہ حال تھا کہ بہت سےلوگ مادرزادبرہنہ ہوکر خانہ

کعبے کا طواف کرتے تھے، بعض قبیلوں میں باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اس کی بیوہ بیوی کو اپنی بیوی بنالیتا تھا اور یہ گویا اس کا حق تھا۔ اخلاق ورحانیت کی اس تباہی کے علاوہ دنیا بھی برباد تھی، بہت بڑی تعداد ایسے غریبوں کی تھی ، جو غربت وافلاس کی مجبوری سے زمین کے کیڑے مکوڑے اور مردار تک کھالیتے تھے۔

پوری انسانی دنیا کے اور خاص کر ملک عرب کے یہ حالات تھے کہ اب سے ٹھیک چودہ ۱۴۰۰ سو سال پہلے عرب کے مرکزی شہر مکہ میں ابراہیم ؑ واسماعیل ؑ کی نسل کے ایک معزز قبیلۂ قریش کے ایک شریف گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا ۔ یہ بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم ہوچکا تھا، یعنی ابھی یہ ماں کے پیٹ ہی میں تھا کہ باپ عبداللہ بن عبدالمطلب کا انتقال ہوگیا اور بیوہ ماں ہی نے اس کو پالا ، عمر کا چھٹا سال تھا کہ ماں کا سایہ بھی سرسے اٹھ گیا ، تو داد عبدالمطلب نے اپنے آغوشِ تربیت میں لے لیا، اس کے دو ہی سال بعد دادا کا بھی انتقال ہوگیا تو آٹھ سالہ بچہ کو چچا ابوطالب نے اپنی کفالت میں لے لیا۔

اس بچہ کا نام ‘‘ محمد’’ رکھا گیا تھا، جس کے معنیٰ ہیں، وہ ذات جو اپنی صفات اور کارناموں کی وجہ سے بہت ہی قابل تعریف

ہوے چونکہ عربوں میں اس زمانہ میں تعلیم کارواج نہیں تھا ، اس لئے آپ بھی اُمی یعنی نوشت وخواندسے بالکل ناآشنا رہے۔ لیکن فطرت کی سلامتی اور روح کی پاکیزگی جو خدا کا خاص عطیہ تھا ،اس کی وجہ سے اس انتہائی فاسد ماحول میں بھی آپ کی زندگی نہایت معصومانہ اور شریفانہ رہی ۔ جب سن شعور کو پہنچے تو کسب ومعاش کی فکر ہوئی تاکہ چچا ابوطالب پر (جن کی خود بھی کافی اولادتھی) بوجھ نہ پڑے، تجارت خاندانی پیشہ تھا، اسی کا اپنے لئے انتخاب کیا۔لیکن سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے اپنا ذاتی کاروبار نہیں کرسکتے تھے ، اس لئے اپنی محنت دوسروں کےسرمایہ کےساتھ لگاکرکام شروع کیا، تھوڑے ہی دنوں میں معاملات میں آپ کی امانت ودیانت ،سچائی اور نیک کردار ی کی شہرت ہوگئی اور آ پ کا لقب ہی ‘‘امین ’’ پڑگیا ، جس نے آپ کے ساتھ کاروباری معاملہ کیا،اس نے آپ کو ایک فرشتہ صفت انسان اور بالکل نئے قسم کا ایک پاکباز تاجر پایا اور وہ متاثر ہوا۔

مکہ میں قریش ہی کےقبیلہ میں خدیجہ ایک دولت مند بیوہ خاتون تھیں ، جن کاا پنا کاروبار بھی تھا او دوسروں کوسرمایہ دےکر بھی وہ تجارت کراتی تھیں ، بڑی صاحب فراست اور نیک فطرت خاتون تھیں ، ان سے

بھی آپ کو کچھ کاروبار ی واسطے پڑ ا تھا۔
وہ اگرچہ صاحب اولاد تھیں اور ان کی عمر
چالیس سال کی ہوچکی تھی اور آپ کی
عمر ابھی صرف پچیس سال ہی تھی، اس
کے باوجود انہوں نے آپ ﷺ سے نکاح کرنا چاہا
اوریہ نکاح ہوگیا ۔

اس نکاح کے بعد آپ کو اپنے معاشی مسئلے
کی زیادہ فکر نہیں رہی تو آپ زیادہ وقت
خلق اللہ کی خدمت ، خاص کر غریبوں ،
آفت رسیدوں اور ضرورت مندوں کی امداد
واعانت اور علاقے میں امن وامان کی فضا
قائم کرنے پر صر ف کرنے لگے ۔ زندگی اسی
طرح چل رہی تھی اور آپ کی معصومانہ
سیرت، نیک روی ، غربا نوازی اور خدمت خلق
کی وجہ سے لوگوں کےدلوں میں عام طور
سے آپ کی عظمت او ر محبت پیدا ہوگئی
تھی اور اس طرح پوری قوم کی غیر رسمی
سرداری آپ ﷺ کو حاصل تھی، کہ عمر کے
چالیسویں سال میں آپ ﷺ کے اندر ایک غیر
معمولی تبدیلی پیداہوئی ، دل میں شدت سے
یہ داعیہ پیدا ہوتا کہ گھر سےاور آبادی سے
دور ، سب سے الگ بالکل تنہائی میں عبادت
اور دعا ومناجات کےذریعہ خدا کا قرب حاصل
کریں۔ مکہ سےقریبًا ڈیڑھ دومیل کےفاصلے
پر ایک اونچی پہاڑ ی ہے ، جس کی چوٹی پر
پتھر کی بڑی چند چٹانوں سےگھراہو

اایک قدرتی غار ہےجو آج بھی غا ر حرا کے نام سے معروف ہے، آپ ایک ہفتے کےلئے صرف زندگی کی ضرورت کےبقدر کھانے پینے کامختصر سامان لے کر وہاں چلے جاتے اور بالکل یک وتنہا اس غار میں رہتے ، ہفتے میں ایک دفعہ گھر آتے اور پھر اسی طرح کھانے پینے کامختصر سامان لےکر وہیں چلے جاتے اور سارا وقت توجہ الی اللہ اور تفکر وعبادت میں گزار تے ، اگر چہ اس وقت خدا کی ذات وصفات کی وہ معرفت آپ ﷺ کو حاصل نہیں تھی جو بعد میں وحی الٰہی سےحاصل ہوئی، اسی طرح طریق عبادت کی بھی کوئی خاص تعلیم آپ کو نہیں ملی تھی، لیکن کسی طالب کو جس کی فطرت سلیم ،روح پاکیزہ اور دل نورانی ہو، جس درجہ کی خدا کی مجمل معرفت ومحبت اور اس کی رضاجوئی اور حصول قرب کا شوق پیدا ہوجانا چاہئے ، وہ یقینًا آپ ﷺ کو حاصل تھا اور اپنے قلبی داعیہ کی رہنمائی کے مطابق آپ ﷺ خدا کی عبادت اوراس کے حضور میں دعا کرتے تھے،یہ سلسلہ کئی مہینے اسی طرح جاری رہا ،اسی زمانے میں ایک نئی کیفیت آپ ﷺ میں یہ بھی پیدا ہوئی کہ آپ ﷺ بکثرت خواب دیکھتے اور جو کچھ خواب میں دیکھتے وہ اگلے دن واقعہ کی شکل میں سامنے آجاتا لیکن آپ ﷺ لوگوں کےسامنے

اس کا اظہار واعلان بالکل نہ کرتے ۔ یہ عالم بالا کے ساتھ آپ ﷺ کے روحانی رابطہ کا آغاز تھا اور شروع ہونے والے دن کی صبح صادق تھی ۔

اس کے بعد یہ ہواکہ ایک دن جب کہ غارِ حرا کے اس مجاہدہ اور اعتکاف کے تسلسل پرچھ مہینے گزرچکے تھے ، آپ غار حرا سے اس غیر معمولی حالت میں گھر آئے کہ رنگ پیلاتھا جیسا کہ کسی سخت دہشت زدہ انسان کا ہوجاتاہے اورجسم پرلرزہ کی سی کیفیت طاری تھی، آپ آتے ہی پڑگئے اور گھر والوں سے فرمایا: ‘‘ مجھے موٹے کپڑےاڑھادو ،مجھ پر موٹے کپڑے ڈال دو’’! (زملونی زملونی) پھر جب حالت کچھ سنبھلی تو بیوی خدیجہ کے دریافت کرنے پر غار میں خد ا کے فرشتے کا ظاہر ہونا اور خدا کا پیغام پہنچانا اور اس کا کلام پڑھوانا اور اس سلسلے میں جو کچھ پیش آیاتھا اور آپ ﷺ کے قلب اور روح پر اس کا جو غیر معمولی بوجھ پڑا تھا ،وہ سب آپ ﷺ نے بیا ن کیا اور بتلایا کہ میری یہ حالت اس کے اثر سے ہے۔ خدیجہ جو بڑی صاحب فراست خاتون تھی، انھوں نے پہلے تو خودآپ کوتسلی دی کہ آپ جیسے نیک او ر سب کے کام آنے والے بندے کے ساتھ اس کا خدا جو کچھ کرے گا، وہ بہتر ہی ہوگا، اس کے بعد وہ آپ کواپنے چچا

زادبھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئی ،جو بہت بوڑھے تھے ، آنکھوں سے بھی معذور ہوچکے تھے، انھوں نے بہت پہلے اپنی بت پرست قوم کے کیش ومذہب کوچھوڑ کے نصرانیت اختیار کرلی تھی، وہ قدیم آسمانی کتابوں تورات وانجیل کے اچھے عالم بلکہ مترجم بھی تھے ،انھوں نے غار حرا کاواقعہ سن کر یقین کے ساتھ کہا کہ تمہارے پاس جو فرشتہ آیا تھا، یہ اللہ کاوہی خاص فرشتہ ہےجو پیغمبروں کے پاس خدا کاکلام وپیام اور اس کے احکام لایا کرتاہے ،معلوم ہوتا ہےکہ اللہ نے تم کو منصب نبوت پر فائز کیاہے اور پیغمبری کا کار عظیم تمہیں سپرد کیاجائے گا اور سن لو تمہاری قوم تمہاری دشمن ہوجائے گی اور تم کو جلاوطن کردے گی، پھر بوڑھے نے حسرت سے کہاکہ کاش! میں اس وقت زندہ وتوانا ہوتا اور تمہارا ساتھ دےسکتا ! بس یہاں سے محمد ﷺ کے دور نبوت کاآغاز ہوا۔

آپ کا اب تک حال یہ تھا کہ اپنی ذات سے معصوم فطرت اور خادم خلق تھے لیکن خاموشی پسند تھے، اس دور میں عربوں میں شعر وسخن سے دلچسپی عام تھی لیکن آپ ﷺ نے اس میں کبھی کوئی دلچسپی نہیں لی۔ نہ قوم کے سامنے کبھی خطیب اور مقرر بن کے کھڑے ہوئے، کبھی مصلحانہ حیثیت سےبھی کسی تحریکیت اورہنگامہ خیز کا آپ سے

ظہور نہیں ہوا، حتیٰ کہ قوم کی حد سے گزری ہوئی بداخلاقی وبے راہ روی کی اصلاح کے لئے بھی آپ ﷺ نے کوئی تحریک کھڑی نہیں کی اور کوئی پیلٹ فارم نہیں بنایا ۔ وحی ورسالت ،قیامت وآخرت اور دین وشریعت کے موضوع پر بھی ان پورے چالیس سال میں کبھی آپ سے کچھ نہیں سناگیا، اگلے پیغمبروں اور ان کی امتوں کے بارے میں بھی اس پورے عر صے میں اپنی قوم کو آپ ﷺ نےکوئی رہنمائی نہیں دی ، الغرض چالیس ۴۰ سال کی عمر تک آپ ﷺ کی زندگی کا ان باتوں سے کوئی تعلق ظاہر نہیں ہوا اور کسی نے ایسی بات آپ سے نہیں سنی جس سے اندازہ کیاجاسکتا کہ آپ ﷺ ان مسائل کی الف ب سے بھی واقف وباخبر ہیں۔

لیکن عمر کےاکتالیسویں سال میں غار حرا کےمذکورہ بالا واقعہ کےبعد اچانک آپ ﷺ میں ایک محیر العقول انقلاب پیدا ہوگیا ، گویاآپ ﷺ کے قالب میں ایک دوسری روح آگئی اورآپ ایک بالکل دوسرے قسم کے انسان بن گئے ۔ اب آپ ﷺ کی خاموشی ٹوٹ گئی اور اپنی قوم سے آپ نے کہا کہ مجھے خدا نے وحی والہام سے نوازاہے اور اپنی پیغمبر ی کی خدمت میرے سپرد کی ہے، جیسے کہ کبھی پہلے ابراہیم وسماعیل ، اسحٰق ویعقوب اورپھر عیسیٰ کوسپرد کی تھی ۔

آپ نے قوم کوبتایا کہ وہ خدا میرا اور ساری کائنات کاخالق وپروردگار ہے، ہر نقص سے پاک اورعظمت وکمال کی ساری صفات کاجامع ہے، صرف وہی عبادت اورپرستش کے لائق ہے، میری ،تمہاری اور سب کی موت وحیات اسی کے قبضے میں ہے، ہر طرح کابناؤ وبگاڑ اورکسی کو نفع یانقصان پہنچانا بھی اسی کے اختیار میں ہے ، کسی دوسرے کی یہ شان نہیں ہے، اس کے سواجن بتوں اور دیویوں ، دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے اور جن کو حاجت روا سمجھا جاتاہے، ان کے قبضے واختیار میں کچھ بھی نہیں ہے، ان کی عبادت اور اللہ کے سوا کسی مخلوق کی بھی عبادت بہت بڑاگناہ اور ناقابل معافی جرم ہے، اس لئے صرف ایک خدا کی عبادت کرو جو معبود بر حق ہے، اسی سے لولگاؤ ، اسی سے بھر پور محبت کرواور اس سے بہت زیادہ ڈرو یہ حکم میرے لئے بھی ہے اور تم سب کے لئے بھی ۔

آپ نے قوم کویہ بھی بتایا اور ان کے دلوں میں اس کا یقین اتاردینے کی پوری کوشش کی کہ یہ دنیا جس میں ہم رہ بس رہے ہیں، ہمیشہ نہیں رہے گی ، جس طرح ہر پیدا ہونے والا آدمی مقرر ہ زندگی پوری کرکے مرجاتا ہے، اسی طرح یہ پوری دنیا بھی ایک وقت خدا کے حکم سے فنا کردی جائے

گی، وہ قیامت کا دن ہوگا، پھر خدا ہی اپنی قدرت سے سب کو دوبارہ زندگی بخشے گا اور ایک دوسراعالم برپا ہوگا، یہ آخرت کا عالم ہوگا، جس میں سب کو اپنے کئے اعمال کےمطابق جزا یا سزا ملے گی ، جنہوں نے دنیا میں خدا کو اور خدا کے احکام کومان کر پاکباز ی اور نیک کرداری کی زندگی گزاری ہوگی، ان پر خدا کی رحمت ہوگی اوران کو بھر پور لذتوں اور مسرتوں والی زندگی عطا فرمائی جائے گی اور اس کے بر عکس جنھوں نے اس دنیا میں اپنے خالق وپر وردگار کو بھلا کر اور اس کے احکام سے بے پروا اور آخرت کے انجام سے بے فکر ہوکر مجرمانہ زندگی گزاری ہوگی، وہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے ۔ پھر آپ ﷺ نے وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بندوں پر اللہ کے حقوق اور بندوں پر دوسرے بندوں کے حقوق اور اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کی بھی قوم کو تعلیم وتلقین کی اور فواحش ومنکرات اور بد اعمالیوں اور بد اخلاقیوں سے منع بھی فرمایا اور اس کے برے انجام سے ڈرایا۔

اسی طرح آپ ﷺ قوم کو خرید وفروخت ، تجارت وسوداگر ی اور مالی لین دین اور محنت ومزدوری وغیرہ کے بارے میں بھی خدا کی ہدایات پہنچائیں او ر بتایا کہ ان میں یہ

طریقے صحیح وجائز اوریہ غلط وناجائز ہیں ۔کھانے پینے کے بارے میں بھی آپ ﷺ نے بتایاکہ یہ چیزیں خدا نے حلال اور یہ حرام قرار دی ہیں ، پھر آپ نے ان باتوں کو صرف بتاکہ اور بیان کرکے نہیں چھوڑدیا بلکہ یہی آپ کی زندگی کامشن ہوگیا اور ان سچائیوں کی دعوت اوراپنی قوم عرب کی اور پوری انسانی دنیا کی ہدایت کی فکر آپ پراس طرح چھاگئی کہ اس سے الگ کسی چیز سے گویا کوئی دلچسپی نہیں رہی ، دن رات اسی کی فکر اور جدجہد میں مشغول رہتے اور اسی کے لئے اپنے خداسے دعائیں کرتے ۔ اس راستے میں آپ ﷺ نے سخت سے سخت تکلیفیں اٹھائیں ، ماریں کھا ئیں، اذیتیں برداشت کیں ، آپ کا اور آپ ﷺ کے کنبے کا طویل مدت تک بائی کاٹ کیا گیا،کھانے پینے کی چیزوں کی بھی ناکہ بندی کی گئی لیکن آپ ﷺ نے اپنی دعوت اورجدجہد میں کوئی کمی نہیں کی ، مخالفین سے کسی آویزش کےبغیر آپ امکان بھراپنے کام میں اسی طرح لگے رہے او ر ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ الحاح سے ہدایت اور رحمت کی دعائیں کرتے رہے۔

قوم میں سے جن لوگوں کی روحوں میں نیکی کاجوہر اور حق کو قبول کرنے کی کم وبیش صلاحیت موجود تھی، وہ ایک ایک دو دو کرکے آپ کی سچائی سے متاثر ہوکر آپ

کی دعوت کو قبول کرتے رہے اور پھر وہ بھی مکے کے شرارت پسند عنصر کے مظالم کا نشانہ بنتے رہے، قریبًا دس بارہ سال اسی طرح گزرے اس کے بعد جب وہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو مکے سے باہر نکل جانے پر مجبور کردیا اور اس کا کوئی امکان نہیں رہا کہ مکے میں رہ کردینِ حق کی دعوت اور بندگانِ خدا کی ہدایت کی خدمت کاسلسلہ جاری رہ سکے تو آپ ﷺ نے خداکے حکم سے مکے سے ہجرت فرمائی اور مدینے کو اپنا مستقر اور اپنی دعوت وجدوجہد کا مرکز بنالیا ، یہاں پہنچ کر کام اور زیادہ جذبے اور محنت سے ہونے لگا اور خدا کے فضل سے دعوت قبول کرنے کی رفتار بہت تیز ہوگئی ۔

تھوڑے ہی عرصے کے بعد مدینے میں آپ کے پیروں اور رفیقوں کی اجتماعیت سے ایک عجیب وغریب قسم کا حکومتی نظم ونسق بھی قائم ہوگیا ۔ اس حکومت کی کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی، پولیس نہیں تھی، تھانیدار نہیں تھا، تحصیلدار نہیں تھا، جج نہیں تھا، منصف نہیں تھا، کوئی بھی عہدہ دار نہیں تھا اور سب تھے ، یعنی حسب ضرورت ان عہدوں کے سارے کام ہوتے تھے اور آپ ﷺ کی دعوت کوقبول کرنے والے بندگانِ خدا صرف اللہ کی رضا اور ثواب کے لئے بغیر

کسی تنخواہ اورحکومتی منصب ولقب کے یہ ساری خدمات انجام دیتے تھے۔

نئے طرز کی اس حکومت نے جس کے مؤسس اور سربراہ نبی اُمی حضرت محمد ﷺ تھے، دنیا کو عملی طور سے دکھادیا کہ بغیر فوج اور خزانہ کے بھی حکومت ہوسکتی ہے۔ اور مقاصدِ حکومت بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام پاسکتے ہیں ۔ دشمن طاقتوں سے اس حکومت کی جنگیں بھی ہوئیں جو دنیا کے لئے مختلف پہلوؤں سے جنگوں کا بہتر ین نمونہ تھیں اور جن سے بہت کچھ سبق سیکھا جاسکتاہے۔ مخالف طاقتوں سے معاہدے بھی ہوئے ، صلحیں بھی ہوئیں ، اس حکومت نے اپنوں پراور پرایوں پر ٹیکس بھی لگائے اور دنیا کو دکھا دیا کہ ٹیکس کے بارے میں اچھی حکومتوں اوران کے عوام کارویہ کیا ہوناچاہئے ۔

مدینہ پہنچنےکے بعد صرف دس سال آپ اس دنیا میں رہے اور اتنی تھوڑی مدت میں قریب قریب پورا عرب آپ کےلئے مسخر ہوگیا اور آبادی کےبہت بڑےحصے نے آپ ﷺ کی دعوت وہدایت کو قبول کرلیا ،ہزار ہاہزار وہ آدمی جو پہلے خدا سے نا آشنا تھے، آخرت اور جزاوسزا کےتصور سےجن کاذہن بالکل خالی تھا اور ساری عمر انتہائی گمراہیوں اور بد اخلاقیوں میں گزاری تھی، وہ آپ کےفیض

صحبت اور تعلیم وتربیت سے ایسے معیاری اور
کامل انسان بن گئے کہ طویل انسانی تاریخ
ان کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ افراد
ہی نہیں بلکہ کامل انسانوں کی ایک پوری
قوم پیدا ہوگئی جس کی مثال چشم فلک نے
ان سے پہلے دیکھی تھی، نہ اس کے بعد دیکھی۔
یہ سب کچھ صرف دس سال میں ۔ اور
مکہ کے ابتدائی دور کو بھی شامل کرلیا
جائے تو قریبًا بیس بائیس سال میں
ایک ایسے آدمی کے ذریعے ہوگیا جس کے
متعلق معلوم ہے کہ وہ الف ب بھی نہیں
جانتا تھا، اس کو اچھے ،مہذب دانشمنداور
خدا پرست انسانوں کی کبھی صحبت بھی
نہیں ملی تھی، اس کی زندگی میں
چالیس سال کی عمر تک (جواندرونی
جذبات اور رجحانات کے ظہور کاخاص زمانہ
ہوتا ہے)کسی قسم کی ہنگامہ پسند ی ،
تحریکیت اور کسی مہم کی قیادت کے جذبہ
کی ادنیٰ سی جھلک بھی کسی نے نہیں
دیکھی تھی، جو نہ شاعرتھا، نہ خطیب ،نہ
شاعروں یامقرروں کی کوئی ٹیم اس کے
ساتھ تھی، رسالوں ، اخباروں اور ریڈیوں
کا تو وہ زمانہ ہی نہیں تھا، توسوچنے
کی بات ہے کہ اتنا عظیم الشان اور دنیا کی
تاریخ میں عدیم المثال یہ انقلاب اس آدمی
کے ذریعے کیسے ہوگیا؟

خدا کا وہ بندہ کہتا تھا کہ خود مجھ میں کچھ نہیں ہے، میں ایک غریب قریشی عورت کا بیٹا ہوں ، پڑھا لکھا بھی کچھ نہیں ہوں، میں خدا کی ذات وصفات اور توحید وغیرہ کے بارے میں جوبیان کرتا ہوں ،قیامت وآخرت اور دوزخ وجنت کے بارے میں جوبتاتا ہوں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق جواحکام دیتا ہوں اور جو کچھ تعلیم وتلقین کرتا ہوں ،یہ میرے اپنے فہم وفکرکا نتیجہ نہیں ہے ، بلکہ یہ سب میرے اور تمہارے خدا کی طرف سے ہے، اس نے مجھے تمہاری ہدایت وخدمت کے لئے آلۂ کار اور وسیلہ بنالیا ہے۔ وہ ایک کلام پڑھ کر سناتاتھا، جو اس تعلیم وہدایت کاسر چشمہ تھا، اس میں بلاکی تاثیر اورکشش تھی، اگر چہ وہ عربی زبان میں تھا جو پوری قوم کی زبان تھی لیکن وہ بالکل نرا لا کلا م تھا، خود لانے والے (پیغمبر) کے کلام سے بھی بالکل ممتاز، اس کے دشمن بھی اس سے متاثر ہوتے تھے اورا س لئے اس کو‘‘ جادو’’ کہتے تھے۔ لیکن وہ کلام سنانے والا کہتاتھا کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ کلام میر ا نہیں ہے بلکہ خدا کا کلام ہے، اس نے مجھ پر نازل فرمایا ہے، یہ میرےلئے بھی اس کا ہدایت نامہ او ر حکم نامہ ہے اور تمہارے لئے اور ساری دنیا کےلئے بھی ۔ یہ خدا کی آخری کتاب قرآن ہے۔

وہ قرآن آج بھی جوں کا توں محفوظ ہے اور اس میں غور وفکر کرکے آج بھی سچائی کا ہر طالب یہ یقین حاصل کرسکتا ہے کہ یہ کسی انسان کا کلام ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اس میں صفاتِ الٰہی اور توحید جیسے مضامین کے بارے میں کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ یقینًا معرفت کا آخری نقطہ ہے،جس تک خدا کی ہدایت وتعلیم کے بغیر کسی ذہین انسان کی بھی رسائی نہیں ہوسکتی ،اسی طرح حیات بعدالموت اوراس قسم کے دوسرے مشکل مسائل پر قرآن میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ یقینًا انسانی علم وفکر سے بہت آگے کی چیز ہے۔ پھر انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں جو ہدایات دی گئی ہیں ، ان کے بارے میں ہر گز نہیں سوچا جاسکتا کہ وہ کسی انسان اور خاص کر محمد بن عبداللہ ﷺ جیسے کسی اُمی اور بالکل ناتعلیم یافتہ انسان کے فہم وفکر کا نتیجہ ہیں۔

الغرض قرآن خود ہی اس کی دلیل ہے کہ وہ خدا کا کلام اور اس کا نازل کیا ہوا ہدایت نامہ ہے اور اس کے لانے والے اور پیش کرنے والے حضرت محمد ﷺ اس کے سچے رسول ہیں ۔

امید ہے کہ اس کتاب ’’ قرآن آپ سے کیا کہتا ہے‘‘ کا مطالعہ اس سلسلہ میں آپ کا مدد

گار ثابت □وگا□

دیباچہ

(از مؤلف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین وسلام علیٰ عبادہ المرسلین

یہ واقعہ ہے جس کے اظہار میں ذرہ برابر بھی انکسار اور تکلف کودخل نہیں ہے کہ اس ناچیز نے قرآن مجید کو موضوع بناکر کبھی کوئی خاص طالب علمانہ محنت نہیں کی او ر اس لئے علوم قرآن میں مجھے کسی قسم کا اور کسی درجہ کابھی امتیاز اور تخصیص حاصل نہیں ہے، بلکہ پرانے عربی مدرسوں کے عام طالب علموں اور تعلیم یافتوں کی طرح قرآن مجید کابس ترجمہ اور سادہ مطلب سمجھ لیتا ہوں اور جب توفیق ہوتی ہے تو سمجھ کر تلاوت کرنے کی کوشش کرتا ہوں ۔ اور یہ بھی بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے ۔ لیکن اس سے بڑا انعام اس رب کریم کا اس عاجز بندہ پریہ ہے کہ تلاوت کے وقت کبھی کبھی دل کو تاثر وتذکر کی دولت نصیب ہوجاتی ہے اوراس کی یہ برکت ہے کہ قرآن مجید کا کلام الٰہی

ہونا میرے لئے ایک بالکل محسوس حقیقت ہے ،گویا جس طرح کسی میٹھی یانمکین چیز کے کھاتے وقت اپنی زبان وتالوکے احساس کی بنا پر مجھے اس کی شیرینی یانمکینی کایقینی علم حاصل ہوجاتا ہے ،الحمدللہ بالکل اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کےوقت کبھی میرے قلب کا جو تاثر اور احساس ہوتاہے، مجھے اس سے قرآن پاک کے کلام الٰہی ہونے کاقطعی یقین حاصل ہوتاہے، ان دونوں یقینوں میں میرےلئے کوئی فرق نہیں ہے، ان میں سے کوئی یقین بھی میرےلئے فکری اور استدلالی نہیں ہے۔فالحمد للہ علیٰ ذالک حمدً ا کثیرً ا طیبًا مبارکًا فیہ۔

قرآن مجید سےدل کےاس تأثر کا اگر چہ کوئی وقت اورموسم مقرر نہیں ہے، لیکن خاص کرر مضان المبارک میں یہ دولت الحمدللہ زیادہ نصیب ہوتی ہے اورجب بھی اللہ نصیب فرمائے،قدرتی طور پر اس وقت قرآن مجید اور اس کی دعوت وتعلیم کی عظمت کا احساس ویقین اور بڑھ جاتاہے۔

کئی سال پہلے کی بات ہے، رمضان المبارک ہی کےایک دن قرآن مجید کی تلاوت کررہاتھا، یاد نہیں کون سا مقام تھا، بہر حال اس دن طبیعت بہت زیادہ متأثر ہوئی اور دل میں یہ داعیہ بھی اس وقت بڑی شدت سےپیدا ہواکہ قرآن مجید کی اس

دعوت و تعلیم کو قرآن مجید ہی کے دعوتی
انداز میں اللہ کے ان بندوں تک پہنچانے کی
بھی کوئی کوشش اپنی بساط کے مطابق کی
جائے جوبیچارے اس سے ناآشناہیں ۔ اس کی
ایک عملی شکل اسی وقت یہ ذہن میں آئی
کہ متوسط ضخامت کی ایک کتاب لکھی جائے
جس میں قرآنی دعوت وتعلیم کو عنوانا ت
کےتحت اس طرح مرتب کرکے پیش کیا جائے
کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے لئے
اس کا سمجھنا آسان ہو اوراس میں اپنی
طرف سےکسی دلیل اور بحث کا اضافہ
بالکل نہ کیا جائے، البتہ سمجھنے کےلئے
جہاں کچھ تشریح اور وضاحت کی ضرور ت
ہووہاں صرف بقدر ضرورت ہی وضاحت اور
تشریح کردی جائے ۔اللہ تعالیٰ کی توفیق
سےاسی وقت اس کام کے کرنے کی نیت
کرلی گئی اورذہن نے کتاب کاایک خاکہ بھی
بنالیا ، آیات کے جمع وانتخاب کاکام بھی
شروع کردیا گیا، جو رمضان المبارک ہی میں
ختم ہوگیا۔اس کے بعد اس تالیف وترتیب
کاکام باقی رہ گیا ، اس وقت خیال تھا کہ جم
کر اور مسلسل کام کیا جاسکتا تو زیادہ سے
زیادہ بس تین چار مہینے میں انشاءاللہ کتاب
تیار ہوجائے گی ،لیکن ہوایہ کہ کبھی
مسلسل چار دن بھی اس کا م کونہیں دیئے
جاسکے اور اس کےبر عکس ایسا بارہا ہواکہ

یہ ایک دودن بیٹھ کے اگر کبھی دوچار صفحے اس کے لکھے تو پھر مہینوں اس لکھے ہوئے کو اٹھا کردیکھنے اور اس پر ایک سطر کابھی اضافہ کرنے کی نوبت نہیں آئی اور ایک دفعہ تو قریبًا دوسال کا عرصہ اس درمیان میں ایساگزرا جس میں اس کام کوہاتھ بھی نہیں لگایا جاسکا، الغرض یہ رہی رفتار اس کی تالیف اور تیاری کی۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سب مرحلوں سےگزر کر اب یہ کام اس کتاب کی شکل میں آپ کے سامنے ہے، اس میں جو کمی یاغلطی ہے ،اس کا ذمہ داریہ ناچیز بندہ ہے اورجو خیر وخوبی اور نافعیت ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔فللہ الحمد ولہ الشکر۔

آخر میں مختصر مختصر چند باتیں کتاب کےبارے میں اور بھی عرض کرنی ہیں:

(۱)جس طرح قرآن مجید اس کے ماننے والے مسلمانوں کےلئے بھی ہے، اسی طرح دوسرےسارے انسانوں کےلئے بھی اور اس ناچیز نے اس کتاب کے لکھتے وقت مسلمانوں کےساتھ دوسرےعام انسانوں کو بھی سامنے رکھا ہے، اس لئے میری قدرتی خواہش ہےکہ یہ کتاب مسلمانوں کےعلاوہ غیر مسلموں تک بھی کسی طرح زیادہ سے زیادہ پہنچ سکے، اپنے امکان اور وسائل کی

حدود تک یہ عاجز تو انشاء اللہ اس کے لئے کوشش کرے گا ہی، دوسرے حضرات بھی مطالعہ کے بعد اگر کتاب کواس لائق سمجھیں تو اردوخواں غیر مسلموں تک بھی اس کوپہنچانے کے ذرائع سوچیں اور ان کو بروئے کارلائیں۔

(۲)ناظرین کو یہ ملحوظ رکھناچاہئے کہ قرآنی آیات کےترجمہ میں لفظی ترجمہ اور نحوی ترکیب کی زیادہ پابندی میں نے نہیں کی ہے، بلکہ ناظرین کی سہولتِ فہم کا زیادہ لحاظ رکھا ہے ، اگر کسی کو لفظی ترجمہ ہی دیکھنا ہو، تو اس عاجز کےخیال میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب ؒ نے اس کی بہت اچھی کفالت کی ہے۔

(۳)جس خاص مقصد کےلئے یہ کتاب لکھی گئی ہے چونکہ اس کا اہم تقاضا تھا کہ کتاب کی ضخامت بہت زیادہ نہ ہو، اس لئے قرآن مجید کی دعوت وتعلیم کےسارے گوشوں کو اس میں سمیٹ لینے کی گنجائش نہ تھی تاہم اس عاجز کا خیال ہےکہ اس کا اہم حصہ اس میں سب ہی آگیا ہے اور امید ہےکہ پیش نظر مقصد کےلئے انشاءاللہ یہ کافی ثابت ہوگا۔

آخری گذارش اپنے ناظرین کرام سے

بس یہ ہے کہ وہ کتاب کےلئے مقبولیت

ونافعیت کی اور اس کے مصنف کے لئے مغفـرت ورحمت کی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں ۔ اس عاجزومسکین بنـدے کے لـئے اللہ کی رحمت کے بعد سـب سے بـڑا آسـرا اس کے صـاحب ایمـان بندوں کی دعاؤں ہی کا ہے۔

محمد منظور نعمانی عفااللہ عنہ

خدا کی ہستی!

دین ومذہب کے سلسلے کی بنیاد اس حقیقت کے ماننے پر قائم ہوئی ہے کہ ہمارا اور ساری کائنات کاکوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہی اپنی قدرت اور حکم سے اس سارے جہان کو چلا رہا ہے۔ اگر کوئی شحص اس بنیاد ہی کو نہ مانے تو اس کےنزدیک دین اور دھرم کےسلسلے کی تمام باتیں بیوقوف انسانوں کے‘‘توہمات ’’ہیں ۔

بہر حال خدا کی ہستی کا مسئلہ دین ومذہب کا پہلا بنیادی مسئلہ ہےاور کوئی دینی دعوت ان ہی لوگوں کو دی جاسکتی ہےجو پہلے اس بنیادکو تسلیم کرلیں ، مگر چونکہ واقعہ یہ ہے کہ خدا کی ہستی کاعلم انسانوں کےلئے خود اپنی ہستی کےعلم کی طرح بالکل فطری اور بدیہی ہے،جس کےلئے کسی دلیل وبرہان کی ضرورت نہیں ۔ اسی لئے دنیا کی عام انسانی آبادی ہمیشہ سےاس بنیاد کی ماننے والی رہی ہے، حتیٰ کہ ہمارے اس دور میں بھی جس کولادینیت اور دہریت کا دور کہا جاتا ہے، انسانوں کی غالب ترین اکثر یت خدا کی ہستی کی ماننے والی ہی

ہے ،اس لئے قرآن مجید نے اپنے دعوت کے سلسلہ میں اس مسئلہ پر براہ راست زیادہ بحث نہیں کی، لیکن پھر بھی جابجا اس نے اشاروں ہی اشاروں میں اس مسئلہ پر ایسے دلائل وبراہین قائم کئے ہیں جو ہر اس شخص کے دل میں خدا کی ہستی کا یقین پیدا کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں جس کے ہوش وحواس صحیح وسالم ہوں اورجس نے اپنے عقل وبصیرت کی آنکھوں کوبالکل پھوڑ نہ لیا ہو۔

ہاں ! اس سلسلہ میں یہ ایک بات پہلے سمجھ لینے کی ہے کہ قرآن پاک خدا کی ہستی (اور اسی طرح دوسری ایمانی حقیقتوں) کومنوانے کے لئے منطقیوں کے طریقہ پر بحث ومناظرہ نہیں کرتا ہے جس کے مقابلہ میں مخاطب اگر چہ لاجواب ہوجائے، لیکن اس کے دل میں اس سے یقین کی ٹھنڈک پیدا نہیں ہوسکتی ، بلکہ قرآن پاک کا طریقہ یہ ہے کہ وہ انسانوں کی صحیح اورسلیم فطرت سے اپیل کرتا ہے کہ کائنات کانظام جس کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، بلکہ تم خود اسی کا ایک جز ہو، اس میں ذراغور وفکر کرو ، تم خود حقیقت کوپالوگے اور جو تم کو بتلایا جارہا ہے، اس کی کھلی نشانیاں بچشم خود دیکھ لوگے اور تمہارا یہ غور وفکر اور مطالعہ ہی یقین واطمینان کی ٹھنڈک

تمہارے دلوں میں پیدا کردے گا ، اس تمہید کو ذہن میں رکھ کر ذرا پڑھئے قرآن مجید کی یہ آیتیں:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّہَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا وَبَثَّ فِیْہَا مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ ۠ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (البقرہ:۱۶۴)

ترجمہ: بلاشبہ آسمانوں وزمین کی ساخت میں اور رات دن کے یکے بعد دیگر آنے میں اور ان کشتیوں ، جہازوں میں جو انسانوں کے کام کی چیزیں لے کردریاؤں اور سمندر وں میں چلتی پھرتی ہیں اور اس بارش میں جسے اللہ آسمان سے برساتاہے پھر اس سے زمین کو ایک زند گی بخشتاہے، بعد اس کے کہ وہ مردہ ہوچکی ہوتی ہے اور اسی کے ذریعے ہر قسم کے جاندار زمین کی وسعت میں پھیلادیتاہے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ان بادلوں میں جو آسمان وزمین کے درمیان مسخر رہتے ہیں (توان سب چیزوں میں جن کو سب آنکھوں والے انسان اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں) عقل سےکام لینے والے لوگوں کےلئے کھلی نشانیاں ہیں۔

قرآن مجیدنے یہاں آسمان و زمین کی ساخت ، رات دن کی آمد ورفت کے مقرر ہ نظام،سمندروں میں جہازوں کی چلت پھرت،بارش اور اس کے آثار ونتائج، ہواؤں کے تغیرات اور آسمان وزمین کے درمیان ایک خاص نظام کے تحت رہنے والے بادلوں کی طرف اشارے کرکے انسانوں سے کہا ہے کہ ان چیزوں میں غور کرو، اگر تم عقل سلیم سے کام لوگے تو ان میں کی ہر چیز تمہیں زبانِ حال سے صاف صاف بتائے گی کہ وہ جوکچھ ہے اور جس حال میں ہے، آپ سے آپ نہیں بنی ہے بلکہ کسی حکیم وخبیر اور کامل القدرت ہستی نے اسے ایسا بنادیا ہے۔ پھر سورۂ انعام میں ارشادٔ :

اِنَّ اللہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی۰ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ۰ ذٰلِکُمُ اللہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ (الانعام: ۹۵)

ترجمہ: یقینًااللہ ہی دانے اور گٹھلی کا پھاڑ نے والا، وہ زندے کو مردے سے نکالتاہے اور مردے کو زندہ سے نکالنے والا ہے، یہ سب کچھ کرنے والااللہ ہی ہے پھر تم کدھر بہکے چلے جارہے ہو؟

قرآن کہتا ہے کہ تم دیکھتے ہوکہ کسی اناج کے ایک دانے یا کسی پھل کی گٹھلی کو زمین میں دفن کردیا جاتاہے، نہ اس دانے یا گٹھلی میں کوئی شعور واحساس ہے، نہ زمین میں،

نہ ان میں سے کسی میں ارادہ کی کوئی طاقت ہے، یہ سب چیزیں بالکل بے جان ہیں، لیکن چند دنوں کے بعد کسی نظر نہ آنے والی طاقت کامخفی ہاتھ زمین کے اندر ہی اندر اس دانے اور گٹھلی کوپھاڑتاہے اور اس میں سے نہایت نرم ونازک ایک ریشہ نکلتاہے، پھر وہ اپنے اوپر والی مٹی کی تہوں کو چیرتا ہوا اوپر نمودار ہوجاتاہے ، تو ذرا سوچوکہ مٹی میں دفن شدہ اس بے جان دانے یا گٹھلی کو کس نے پھاڑ ا ؟ کس نے اس میں سے وہ جاندار آکھوا نکالا ؟ پھر سوت کے دھاگے جیسے نرم ونازک اس اکھوے نے کس طاقت سے زمین کو چیر ڈالا؟ کیا تمہاری عقل میں یہ آسکتاہے کہ اس بے جان دانے یا گٹھلی نے یہ سارے کام خود کرلئے ، یا بغیر کسی کرنے والے کے آپ سے آپ یہ سب کچھ ہوگیا ؟ ہرگز نہیں ! یہ سب ایک حکمت وقدرت والی ہستی نے کیا اور وہ ہستی ہے اِنَّ اللہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ۔

اور اس کی قدرت صرف بے جان دانے اور گٹھلی ہی کے ساتھ یہ عمل نہیں کرتی ہے،بلکہ اور بھی کتنی بے جان چیزوں سے وہ جاندار چیزیں پیدا کرتاہے اور اسی طرح کتنی ہی جاندار چیزوں سے بے جان چیزوں کو بر آمد کرتاہے اور تم یہ سب دیکھتے ہو، مثلا ً بے جان انڈوں سے جاندار بچوں کا نکلنا بھی دیکھتے ہو اور جانداروں میں سے بے جان

مادوں کے بر آمد ہونے کا بھی مشاہدہ کرتے ہو۔خدا کی قدرت کی یہ کیسی کھلی کھلی نشانیاں تمہارے سامنے ہیں ، پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے، تم کیوں اور کدھر بہک رہے ہو؟

اور سورۂ رعد میں ارشادٔ :

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ۰ وَنُفَضِّلُ بَعْضَہَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُکُلِ۰ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (الرعد: ۴)

ترجمہ:اور دیکھو ! زمین میں مختلف قطعے ہیں ، جوباہم ملے ہوئے اور پاس پاس ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور غلے کےکھیت ہیں اور کھجور کے درخت ہیں، ان میں کچھ ایسے ہیں جو جڑسے دوسرے درخت کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں اور کچھ ایسے جو اس طرح جڑے نہیں ہوتے ، ان سب چیزوں کو ایک ہی پانی سے سیراب کیاجاتا ہے اور پھران میں سے بعض کوبعض پر ہم مزے میں فوقیت اور برتری دیتے ہیں، ان سب میں بڑی نشانیاں ہیں عقل سےکام لینے والوں کےلئے۔

قرآن کہتا ہے ، زمین جس پر تم چلتے ہو اورجس سےتمہاری غذا پیدا ہوتی ہے، ذرااس کی اس حالت پر تو غور کرو کہ اسکے

باہم ملے ہوئے قطعوں میں بسا اوقات کیسا کیسا فرق ہوتا ہے، ایک زیادہ پیداواروالا ہے دوسرا کم پیدا وار والا ، ایک مثلًا گیہوں کی کاشت کیلئے زیادہ مناسب ہے اور دوسرا مثلًا کپاس یا ایکھ کی کاشت کیلئے پھر کسی ٹکڑے میں انگور کی بیلیں ہیں اور ان سے انگور اترتے ہیں اور اسی کے برابر والے دوسرے ٹکڑے میں مثلًا غلے کاکھیت ہے جس میں سے غلہ پیدا ہوتا ہے اور ساتھ ہی کے تیسرے ٹکڑے میں کھجور کےدرخت ہیں اور وہ بھی سب یکساں نہیں بلکہ مختلف طرح کے ہیں، الگ الگ اکہرے اکہرے بھی ہیں اور ایک ہی جڑسے نکلے ہوئے کئی کئی جڑے ہوئے بھی ہیں ، پھر حال یہ ہے کہ سب کو ایک پانی ملتاہے ، ایک ہی ہوا لگتی ہے، ایک ہی سورج کی شعاعیں سب پر پڑتی ہیں، اسکے باوجود ان کی ظاہری شکل وصورت کےعلاوہ انکے ذائقوں میں بھی کتنا فرق ہے؟ کیا یہ فرق ، یہ چھوٹا ئی بڑائی اور یہ اونچ نیچ آپ سے آپ ہے،کسی ارادہ اور قدرت کےعمل کےبغیر یہ یوں ہی خود بخود ہورہاہے؟ ہرگز نہیں ! قطعات زمین کے اس کیفیاتی فرق واختلاف میں اور اسکی پیداوار کی اس رنگارنگی میں عقل وبصیرت سے کام لینے والوں کیلئے کھلی نشانیاں موجود ہیں جن سے وہ حقیقت کے بارے میں

یقین حاصل کرسکتے ہیں اور جس کی حکمت وقدرت سے یہ سب کچھ ہورہا ہے، اس کو جان سکتے ہیں۔ اور سورۂ عبس میں ارشاد ہے:

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۲۴ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاۗءَ
صَبًّا ۲۵ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۲۶ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا
حَبًّا ۲۷ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۲۸ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۲۹
وَّحَدَاۗىِٕقَ غُلْبًا ۳۰ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۳۱ (عبس: ۲۴تا ۳۱)

ترجمہ: انسان ذرااپنی غذا پر نظر ڈالے اور اس میں غور کرے ، ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں ، پھر اس زمین کی سطح کوشق کرتے ہیں ، پھر ہم اس میں غلے ، انگور ، ترکاریاں ، زیتون ، کھجور کے درخت اور گنجان باغ اور میوے اورجانورں کے لئے چارے پیداکرتے ہیں ۔

پس ہماری پیدا کی ہوئی ان غذاؤں کو استعمال کرنے والے انسان کو چاہئے کہ وہ سوچے کہ یہ غلے جس سے تیار کی ہوئی روٹی میں کھاتا ہوں اور یہ ترکاریاں اور یہ طرح طرح کے میوے اور یہ پھل اور ہمارے جانورں کے کام آنے والے یہ چارے، یہ سب چیزیں کہاں سے آئی ہیں اورکون ان کوپیدا کرتا ہے؟ جس پانی سے یہ سب چیزیں پیدا

ہوتی ہیں، وہ کون برساتا ہے؟ اور پھر کس کے حکم اور کس کی قدرت سے زمین کے اندر دبے ہوئے دانوں یا گٹھلیوں سے ان چیزوں کے پودے اگتے ہیں اور بالکل ابتداء میں زمین میں سے ان پودوں کے نکلنے کے لئے کون سطح زمین کو انکے واسطے چیر دیتا ہے؟ توانسان اگر حقیقت کا طالب بن کر اپنی غذا ہی پر غور کرے گا تو وہ حقیقت کو پالے گا اور غذا کے خالق کا اور اس کی قدرت وحکمت کا اسکو علم ہوجائے گا۔ او ر سورۂ نحل میں ارشاد ہے:

> وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (النحل: ۶۶)

> ترجمہ: اور تمہارے لئے مویشیوں میں بھی غور وعبرت کاسامان ہے،ہم تم کوان کے پیٹ میں سے خون اور غلیظ فضلے کے درمیان سے پاک صاف دودھ پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لئے بڑا خوشگوار ہوتا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ جن مویشیوں کا تم دودھ پیتے ہو،ذرا ان ہی میں تم غور کرو، انکے پیٹ میں خون کی نالیاں ہیں ، غلیظ فضلے کے رہنے کی جگہ اوراسکے راستے ہیں اور کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا ہے کہ ان مویشیوں

کےجسم میں سرخ ناپاک خون اوربد بو دار غلیظ فضلے کی کافی مقدار بھری نہ رہتی ہو،لیکن ان مویشیوں کےجسم کے جن حصوں میں خون اور غلاظت بھری رہتی ہے، اسی کے قریب سے لطیف اور صاف دودھ نکلتا ہے، جس میں نہ خون کےرنگ کاکوئی شائبہ ہوتاہے اور نہ غلیظ فضلے کی بدبو کا کوئی اثر، وہ پینے والوں کےلئے کیسا خوشگوار ، خوش ذائقہ اور نفیس مشروب ہے، تم خود اسکو جانتے ہو، تو ذرا سوچو! کہ یہ کس کی کاریگری ہے؟ کیا جس گائے یابھینس میں سے یہ دودھ نکلتا ہے، یہ اس کا فعل ہے؟ کیاکسی انسانی عقل نےدودھ کی یہ عجیب وغریب زندہ مشین بنائی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں ! یہ صرف اس حکیم وخبیر ہستی کی قدرت کاکرشمہ ہے، جس نے اس ساری دنیا کو اور تم کو بھی پیدا کیا ہے۔ اور ایک موقع پر سوالیہ انداز میں ‘‘ خدا کی ہستی ’’ ہی کے متعلق نہایت مختصر لفظوں میں کتنی بلیغ اور کیسی تشفی بخش بات کہی گئی ہے ۔ ارشادہے:

اَفِی اللِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ابراہیم: ۱۰)

ترجمہ:کیا تمھیں اس اللہ کی ہستی میں شک ہےجو تمام آسمانوں وزمین (اور انکے اندرکی ساری کائنات)کا بنا

نیوالا ہے؟

اس مختصر سے سوالیہ جملہ کے ذریعہ قرآن پاک نے انسانوں کو غور وفکر کیلئے ان کے سامنے زمین وآسمان کی ساری وسعتیں رکھ دی ہیں۔

آنکھوں والاانسان آسمان کو دیکھتا ہے ،سورج ، ستاروں کو دیکھتا ہے، انکی روشنی اور انکی گرمی یا خشکی کو دیکھتاہے، زمین کو اپنے نیچے پاتاہے، اس میں باغات دیکھتاہے، اس سے پیدا ہونیوالا غلہ اور پھل کھاتا ہے، اس کے خوش رنگ پھول دیکھتا ہے، اور ان کی خوشبوں سونگھتا ہے،اس سے پیدا ہونے والی بے شمار چیزوں کو استعمال کرتاہے اور انکے عجیب وغریب خواص اور منافع سے فائدے اٹھاتاہے ۔ پھر جب تک کہ اس کی عقل بالکل مسخ نہ ہوجائے وہ یہ نہیں سوچ سکتا کہ یہ سب چیزیں خود اپنے ارادے اور فیصلے سے ایسی بن گئی ہیں، وہ یہ بھی نہیں سوچ سکتا کہ کسی فلسفی یا صناع انسان کی فلسفہ دانی یا کاریگر ی کےیہ سب کرشمہ ہیں، اس کی سلیم عقل وبصیرت اس کے سواکسی توجیہ کو قبول ہی نہیں سکتی کہ یہ سب کسی حکیم وخبیر ہستی کی قدرت اور صنعت کاکرشمہ ہے۔ اور سورۂ ذاریٰت میں ارشاد ہے:

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۲۰ۙ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ۰ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۲۱ (الذٰریٰت: ۲۱تا ۲۲)

ترجمہ: اور یقین لانے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں اور خود تمہارے اندر میں بھی موجود ہیں پھر کیاتم کو دکھلائی نہیں دیتا؟

یہاں انسانوں سے کہاگیا ہےکہ زمین وآسمان میں ہماری قدرت کی جو نشانیاں ہیں، ان کے علاوہ خود تمہارے اندر بھی ہماری نشانیاں موجود ہیں ، تم اگر اپنی فطری بصیرت سے کام لو تو خود اپنے وجود اور اپنے نظامِ زندگی میں غور کرکے یقین حاصل کرسکتے ہو۔

واقعہ یہ ہےکہ انسان اگر صرف اپنے وجود ، اپنے اعضاء اوراپنے نظام زندگی ہی پر غور کرے تو فاطر ہستی کے بارے میں اسے ہرگز کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ وہ اپنی ابتداء کوسوچے ، رحم مادر میں میری یہ صورت کس نے بنائی ؟ میرے قالب میں یہ روح کہاں سے آئی ؟ میری زندگی کے یہ سامان کس نے پیدا کئے؟ میری آنکھ میں روشنی کس نے ڈالی ؟ میرے کان کےپردوں میں آوازیں سننے کی قابلیت کس نے رکھ دی ؟ میری ناک کے غدودوں کو خوشبودار اور بدبودار کا یہ احساس کس نے دیا؟ میری زبان اور میرے تالوں میں یہ چٹخارے اور ذائقہ کس نے رکھ

دیا جس سے کھانے پینے کے سارے لطف ہیں ؟
اور مجھے یہ گویا ئی کی قوت کس نے دی؟
کیا میرے ساتھ یہ مہربانیاں میری ماں نےکیں
؟ میرے باپ نے کیں؟ کیا میرے ان کاموں کےلئے
کسی ڈاکٹر کی خدمات حاصل کی گئیں ؟ کیا
میں نے خود اپنے آپ کو ایسا بنالیا؟ ظاہرہے
کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے اور یہ
سوچنا تو اور بھی زیادہ غلط ہوگاکہ میں
اپنے یاکسی اور کے ارادے کےبغیر ہی آپ سے
آپ ایسا بن گیا۔پس حقیقت اس کے سو اکچھ
نہیں ہےکہ ایک بڑی حکیم وخبیر اور بڑی
کامل القدرت ہستی نےمجھے پیدا کیا ہے اور
یہ سب مہربانیاں میرے ساتھ اُسی نے اور
صرف اُسی نے کی ہیں ۔

فتبارک اللہ احسن الخالقین

خدا کی صفات

جیسا کہ پہلے ذکر کیاگیا ،خدا کی ہستی کاعلم تو انسانوں کےلئے وجدانی ،فطری اور بدیہی علم ہے یعنی صرف اتنی سادی سی حقیقت کہ ہمارا اور اس کائنات کاکوئی پیدا کرنے اور چلانے والا ہے۔ ہر آدمی کیلئے یہ اتنی ہی روشن اور اتنی ہی یقینی ہےجتنی کہ اس کی نظرمیں خود اپنی ہستی اور اپنا وجود ۔ لیکن آگے یہ بات کہ وہ ہستی کیسی ہے اور اس کی صفات کیاہیں ؟ اگر چہ اس کا جاننا ہمارے لئے ضروری ہے (کیونکہ اسکے بغیر نہ خدا کی معرفت حاصل ہوسکتی ہے اور نہ ہم اس کے ساتھ اپنے تعلق کی نوعیت کو جان سکتے ہیں) لیکن انسان بطور خود اس کی دریافت سے عاجز ہے ۔ الغرض انسان کیلئے جن چیزوں کا جاننا ضروری ہے اور جن کاصحیح علم حاصل کرنے میں وہ اللہ کےپیغمبروں اوراللہ کی کتابوں کی رہنمائی کامحتاج ہے، ان میں سے ایک صفات الٰہی کامسئلہ بھی

نزول قرآن کے وقت خدا کی ہستی کا عقیدہ تو قریب سب قوموں میں اور سب مذاہب میں موجود تھا، لیکن اس کی صفات کا صحیح تصور کہیں بھی نہیں تھا اوراس بارے میں دنیا بڑی سخت غلطیوں اور گمراہیوں میں مبتلا تھی۔اس وقت کے بڑے بڑے مذاہب اور ان کی ماننے والی قومیں اور ان کی بنیادی کتابیں آج بھی موجود ہیں، یاکم سےکم ان کے بارے میں گواہی دینے والی تاریخ موجود ہے ،تھوڑا ساوقت اور تھوڑی سی محنت صرف کرکے دیکھا جاسکتا ہےکہ خدا کے متعلق انکے تصورات کتنے غلط اور کتنے پست تھے اوران مذہبوں یافلسفوں کےماننے والے جواب تک دنیا میں موجود ہیں، وہ صفات الٰہی کےبارے میں کیسی کیسی گمراہیوں میں آج تک بھی مبتلاہیں ۔بہر حال قرآن مجید نے اپنی دعوت وتعلیم کےذریعہ اقوام ومذاہب کی جن سنگین غلطیوں کی اصلاح اور تصحیح کی ہے، ان میں سے ایک صفات الٰہی کا مسئلہ بھی ہے

قرآن مجید نے اس بارے میں جو کچھ دنیا کو بتایا ہے، اس کی صحیح قدروقیمت جاننے کے لئے بلکہ اسکو سمجھنے کے لئے بھی کم از کم اجمالًا ہی یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ دنیا کےاقوام ومذاہب نزول قرآن کےوقت خداکی صفات کے بارے میں کیسی غلط

فہمیوں اور گمراہیوں میں مبتلاتھے اور خدا کو کیسا سمجھتے تھے؟

تفصیل توان مذاہب کی تاریخ سے متعلق کتابوں ہی میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہاں تو ہم بس ان چند اصولی گمراہیوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں نزول قرآن کے وقت خد ا کو ماننے والی دنیا عام طور سے مبتلا تھی۔

بہت سی قومیں اس دنیا کو ایک خدا کی پیدا کی ہوئی دنیا ماننے کے باوجود اس وہم میں مبتلا تھیں کہ جس طرح دنیا میں ایک بادشاہ یا راجہ ہوتا ہے۔ لیکن ملک اور حکومت کے کام زیادہ تروہ خود نہیں کرتا بلکہ اسکے وزرا ء اور دیگر ماتحت لوگ کرتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں کرتے ہیں اسی طرح خدا کا بھی معاملہ ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب براہ راست خدا خود نہیں کرتا بلکہ اسکی مقرب کچھ اور روحانی ہستیاں (دیوی دیوتا) ہیں جن کو اس نے بہت سے کام اور بہت سے اختیار ات سپرد کرر کھے ہیں اور ان کاموں کو وہی انجام دیتے ہیں اور اسی لئے لوگوں کی بھلائی یا برائی کاتعلق عملی طور پر ان ہی دیو تاؤں کی خوشی یا ناخوشی سے ہے۔

نیز اسی قسم کی گمراہیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جس طرح دنیا کے بادشاہوں، راجاؤں، مہاراجوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ بعض

لوگوں سے رشتۂ قرابت کایا پیار ومحبت کاایسا تعلق ہوتاہے کہ وہ ان کی کسی خواہش اور کسی سفارش اور کسی بات کورد نہیں کرسکتے بلکہ جو وہ چاہیں وہی کرنا پڑتاہے، اسی طرح معاذاللہ! خدا کابھی بعض خاص ہستیوں سے ایسا تعلق ہے،جو وہ خدا سے کرانا چاہیں وہ خدا کو چارو ناچارکرنا ہی پڑتا ہے۔ بعض قوموں کی گمراہی یہ تھی کہ وہ خدا کا تصور مادی شکل وصورت اور مادی صفات کے ساتھ کرتی تھیں اور سمجھتی تھیں کہ مثلًا غم ومسرت اور رنج وراحت جیسے طبعی حالات جو انسانوں پرآتے ہیں ، یہ سب خدا پر بھی آتے ہیں اور انسانوں پر ان حالات کےجو اثرات پڑتے ہیں وہی خدا پر بھی پڑتے ہیں ، اور انسان ان حالات سے متأثر ہوکر جیسے کام کرتا ہےویسے ہی افعال اللہ تعالیٰ سے بھی سرزد ہوتے ہیں۔

عام مشر ک اوربت پرست قوموں کےخیالات خدا کےبارے میں کچھ ایسے ہی تھے اور ان کے شرک کی بنیاد ان ہی غلط اور گمراہانہ خیالات پرتھی۔

ان کے علاوہ بعض قومیں خدا کو قہر وغضب اور جلال وجبروت سے بھر پور ایک ایسے مطلق العنان بادشاہ کی طرح سمجھتی تھیں جس کا کوئی اصول اور آئین

نے ہو اور جو غصے اور ناراضی کے وقت اپنے غیظ وغضب کی تسکین کیلئے لوگوں پر بے حساب تباہیاں اور بربادیاں نازل کرتاہو اور رحم اور درگزرسے اس کی فطرت خالی ہو۔

اگر غورسے دیکھا جائے تو ان سب گمراہیوں کی بلکہ انکے علاوہ اور بھی جو گمراہیاں خدا کی صفات کے بارے میں اقوام ومذاہب میں تھیں (اور اسی طرح جو آج بھی ہیں)ان سب کی یا کم ازکم ان میں سے اکثر کی اساس وبنیاد صرف یہ ہےکہ دنیا کی نظر میں سب سے بڑی چیز بادشاہی تھی اور سب سے بڑی ہستیاں بادشاہوں کی تھیں ، اس لئے جوباتیں اور جو صفتیں بادشاہوں میں ہوتی تھیں ، ان ہی کوزیادہ بڑے اور اونچے پیمانے پرخدا میں مان لیاگیا تھا اور الوہیت کوشاہیت سمجھنے کے اس مغالطے ہی کا یہ نتیجہ تھاکہ خدا کا تصور عام طور سے بس قہر اورغضب اور جلال وجبروت ہی کے ساتھ کیا جاتا تھا اور اس کو دہشت اورخوف ہی کی چیز سمجھا جاتا تھا اور اس سے بس ڈراہی جاتاتھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے نزول قرآن سےکئی صدیاں پہلے اسی غلطی کی اصلاح کیلئے اللہ کی صفت رحمت پر بہت زیادہ زوردیا، اور اسکوسمجھانے کیلئے (جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتاہے) باپ کی محبت

وشفقت کی تمثیل وتعبیر سے کام لیا لیکن کچھ مدت کے بعد ان کی ماننے والی امت کی کجروی نے اسی سے ابینت اور کفارے کے عقیدے پیدا کرلئے بہر حال مسیحی امت میں ابینت اور کفارے کے عقیدے صفات الٰہی کے غلط تصور ہی سے پیدا ہوئے ۔

الغرض خدا کی صفات کے بارے میں اس قسم کی غلطیوں اور گمراہیوں میں نزول قرآن کے وقت دنیا کی عام قومیں اور امتیں مبتلاتھیں ۔ اب ذرادیکھئے کہ قرآن نے آکر اس بارے میں دنیا کو کیا بتلایا ؟

سورۂ فاتحہ جس سے قرآن مجید شروع ہوتا ہے،اس میں سب سے پہلے خدا کی صفات کی رونمائی اس طرح کرائی گئی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ١ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٢ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ٣ (الفاتحہ : ١تا٣)

ترجمہ : ساری حمد وستائش اس اللہ ہی کے لئے ہے ، جوسب کائنات کاپروردگار ہے، بیحد رحمت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے، جزاء اورا نصاف کے دن کا مالک ہے۔

پہلی صفت (رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ)نے یہ بتلا یاکہ کائنا ت کے ساتھ خد ا کاتعلق صرف یہی نہیں ہے کہ وہ اس کا خالق اور پیدا کرنے والا ہے، بلکہ پیدا ئش کے بعد جس کو جو کچھ بھی مل رہا ہے اور جس طرح بھی اس کی

پرورش ہورہی ہے، وہ سب براہ راست اسی
کی طرف سے ہے، وہی سب کی تربیت اور
پرورش کررہاہے، حتیٰ کہ درختوں کو بظاہر
ہوا، پانی اور زمین سے جو غذا ملتی
ہے،جس سے ان کی حیات اور ان کا نشو ونما
ہے اور بچے کو ماں کے پستانوں سے جو
دووھ ملتا ہے، تو یہ سب بھی درحقیقت اللہ
تعالیٰ ہی کی ربوبیت ہےاور اصل دینے
والاوہی ہے۔ مطلب یہ ہےکہ اس نے ایسا
نہیں کیا ہے کہ خود پید اکرکے اورو جو ددیکے
پرورش (یعنی ضروریات مہیا کرنے کاکام)
کسی اور کے سپر د کردیا ہو، بلکہ جس طرح
پیدائش اسی کے پیدا کرنے سے ہے، اسی طرح
سب کی پرورش بھی اسی کی طرف سے
ہورہی ہے اور اس کی ربوبیت اور پرور دگار
ی کا کائنا ت کے ہر ذرے سے براہ راست تعلق
ہے۔

دوسری اور تیسری صفت (الرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ) نے بتلایا کہ جس خدا کو لوگوں نے
صرف قہار اور جبار سمجھ رکھا ہے وہ توبے
حد رحمت والا نہایت ہی مہربان ہے اور
مخلوق کو وجود بخشنا اور پھر اس کی
پرورش کرنا اور اس کی ضروریا ت مہیا کرتے
رہنا اسکی رحمت ہی کاکرشمہ ہے اور
رحمت کی صفت اس میں اتنی ہےکہ اس کے
بیان کرنے لئے ‘‘الرَّحْمٰنِ’’ کہنے کےبعد

‘‘الرَّحِیْمِ’’ کہنے کی بھی ضرورت ہے ۔

چوتھی صفت (مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ) نے بتلایا کہ سب کا پروردگار اور رحمٰن ورحیم ہونے کے ساتھ وہ عادل اور انصاف کرنے والا بھی ہے او ر اسکی اس صفت کا پورا پورا ظہور اس دن ہوگا جو خالص انصاف اور جزاء وسزا ہی کادن ہوگا ،گویا اس صفت کو بیان کرکے سب کو خبردار کردیا گیا کہ اس کی پروردگاری اورا نتہائی رحمت اورمہربان کاکوئی یہ مطلب نہ سمجھےکہ وہ مجرموں کو بھی سزا نہ دے گا اور اس ماں کی طرح جو نالائق بیٹے پر بھی پیار کرنے پراپنی مامتا سے مجبور ہوتی ہے ، مجرموں اور نافرمانوں پر بھی وہ رحمت ہی کرےگا ایسا نہیں ہے، بلکہ رب اور الرحمٰن اور الرحیم ہونے کےساتھ وہ جزا وسزا دینے والا بھی ہے اور ایک آنے والے دور میں اسکی اس صفت کا ایسا ظہور ہونے والا ہے کہ وہ پورا دور ہی صرف جزا و سزا کا دور ہوگا یعنی وہ دنیا نہ کھانے کمانے کی دنیا ہوگی ، نہ عبادت کرنے کی دنیا ہوگی ، بلکہ صرف جزا وسزا اور انصاف وعدالت کی دنیا ہوگی ۔ اسی لئے اسے ‘‘یوم الدین ’’ کہا گیا ہے۔

قرآن مجید نے اپنے بالکل ابتدائی ا ن چھوٹے چھوٹے تین بولوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جو کچھ بیان کردیا ہے، اگر

غور کیا جائے اور اسکی گہرائیوں میں اتراجائے تو صرف اتنا بھی ناکافی نہیں ہے، لیکن قرآن پاک چونکہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہدایت ہے اورا سکے بعد کوئی آسمانی ہدایت نامہ آنے والا نہیں ہے، اس لئے اس قسم کے کسی بھی اہم مسئلہ میں اس نے اختصار اور کفایت سے کام نہیں لیاہے اور بلا مبالغہ ہزاروں جگہ ہواقعتاً ہزاروں جگہہ اس میں خدا کی صفات پر روشنی ڈالی گئی ہے، چند آیتیں ہم یہاں بھی درج کرتے ہیں، ناظرین کی سہولت کیلئے ہم صفات کے عنوانات قائم کرکے ان کے متعلق آیات درج کریں گے۔

اللہ تعالیٰ علیم کُل ہے،کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں

قرآن کریم بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چھوٹی بڑی اور کھلی چھپی چیز کا علم ہے،وہ سب دیکھتا اور سنتاہے،وہ ہر ایک کے قریب اور ہر ایک کے ساتھ ہے ۔ سورہ آل عمرآن میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ (آل عمران: ۵)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ (علیم کُل ہے،) زمین اور آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

یہی بات کچھ اور اضافہ کے ساتھ سورۂ انعام میں یوں بیان فرمائی گئی ہے:

وَ ہُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ۰ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَہْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ (الانعام:۳)

ترجمہ: اور وہی ہے اللہ آسمانوں میں اور زمین میں (یعنی زمین وآسمان کی ساری کائنات کا وہی خداہے، وہی مالک اور رب ہے،) وہ تمہاری چھپی اور کھلی سب باتوں کو جانتاہے اور جو کچھ تم کرتے ہو،اسکو اس کا بھی پورا علم ہے۔

نیز اسی سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ کی اسی صفت کو آگے ایک آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ ۰ وَہُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ (الانعام: ۷۳)

ترجمہ: وہ غیب اور شہادت سب کا جاننے والا ہے اور (اس علم کل کے ساتھ) حکمت بھی رکھتاہے اور ہر چیز اور ہر بات سے ہر وقت باخبر رہنے والا ہے۔

اور سورۂ قصص میں یہی مضمون اس طرح بیان فرمایا گیاہے:

وَرَبُّکَ یَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوْرُہُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۶۹ وَ ہُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۰ لَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ ۰ وَلَہُ الْحُکْمُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (القصص:۶۹تا۷۰)

ترجمہ: اور تمہارا رب جانتا ہے ان

رازوں کو بھی جو وہ اپنے سینوںمیں چھپائے ہوئے ہیں اور ان باتوں اور ان کاموں کو بھی جووہ علانیہ کرتے ہیں اور وہی اللہ ہے، اس کےسوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ، اسی کےلئے ساری حمد اور ستائش ہے دنیا اور آخرت میں اور اسی کےہاتھ میں حکم ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کےجانا ہے۔

سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا :

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۰ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ (یونس: ۶۱)

ترجمہ: اور تم کو ئی کام نہیں کرتے مگر یہ کہ ہم تمہارے پاس اس وقت موجود ہوتے ہیں جب تم اس میں لگے ہوتے ہو (یعنی تم جو کچھ بھی کرتے ہو ہماری آنکھوں کےسامنے کرتے ہو اور تم اگر چہ نہیں دیکھتے مگر ہم وہیں موجود ہوتے ہیں اور سب کچھ دیکھتے ہیں) اور زمین وآسمان میں کوئی ذرہ برابر چیز بھی تمہارے رب سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

اور بندوں سےاپنا قرب بیان فرمانےکے لئے سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۰ (البقرہ: ۱۸۶)

ترجمہ: اور اے پیغمبر ! جب میرے بندے تم سے میرے بابت دریافت کریں ، تو (انہیں بتاؤکہ) میں ان سے قریب ہی ہوں ۔

اور سورۂ ق میں فرمایاگیا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِہٖ نَفْسُہٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق: ۱۶)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو وساوس اور خیالات آتے ہیں ، ہم ان کو بھی جانتے ہیں اور ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں ۔

اور سورہ مجادلہ میں بندوں کے ساتھ اپنے اسی قرب ومعیت کا بیان اس طرح فرمایا :

مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ہُوَ رَابِعُہُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ہُوَ سَادِسُہُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا ہُوَ مَعَہُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا (المجادلہ:۷)

ترجمہ : کہیں نہیں ہوتا تین کا خفیہ مشورہ مگر اللہ ان کا چوتھا وہاں ہوتا ہے اور نہ پانچ کا مگر اللہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اورنہ اس سے کم کا نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں ۔

اور سورۂ نساء میں ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو آدمیوں سے شرم کرتے ہیں ، لیکن اللہ سے شرم نہیں کرتے ، فرما یا گیا :

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللِ وَهُوَمَعَهُمْ (النساء:۱۰۸)

ترجمہ : وہ شرماتے ہیں لوگوں سے اور نہیں شرماتے ہیں اللہ سے ، حالانکہ وہ ہر حال میں اور ہر وقت انکے ساتھ ہے۔

ان آیات کے علاوہ قرآن پاک نے اتنے مقامات پر کہ ا ن کا شمار کرنا بھی آسان نہیں ، اللہ تعالیٰ کی اسی علم کُل کی صفت کو علیم ، خبیر ، سمیع ، بصیر، شہید ، محیط کے الفاظ سے بیان کیا ہے، ان تمام آیات کاحاصل بھی یہی ہے کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے، ذرے ذرے کو اس کا علم محیط ہے، کوئی چیز اور کسی کا کوئی عمل اور کوئی حال اس سے پوشیدہ نہیں ہے ۔

اللہ ہر چیز پر قادر ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علم محیط اور علم کُلی کی طرح اس کے کمال قدرت کوبھی قرآن پاک نے طرح طرح سے اور اتنے مقامات پر بیان کیا ہے کہ اس سلسلے کی آیات کابھی شمار کرنا

ہر ایک کےبس کی بات نہیں ہے

‘‘اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ’’ اور ‘‘و اللہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ’’قرآن مجید کی وہ آیتیں ہیں جن کو موقع بہ موقع پچاسوں جگہ دوہرایا گیا ہے اور بہت سےمقامات پر اس کی قدرت کے کمال کو دوسرے عنوانات سےبیان فرمایا گیا ہے،ذرا ذیل کی آیات پڑھئے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ۰ اِنْ یَّشَاْ یُذْہِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۱۹ۙ وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللہِ بِعَزِیْزٍ(ابراہیم:۱۹تا۲۰)

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے ، نہیں جانتے کہ اللہ نے بنائے آسمان وزمین ٹھیک ٹھیک جیسا کہ چاہئے تھے (اور اس میں یہ قدرت ہے کہ) اگر چاہے تو فنا کردے تم کو اور لے آئے (تمہاری جگہ)نئی مخلوق اور اللہ کےلئے یہ ذرابھی مشکل نہیں ہے

اسی کو سورۂ نساء میں یوں فرمایا گیا :

لِلہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۰ وَکَانَ اللہُ غَنِیًّا حَمِیْدًا۱۳۱ وَلِلہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۰ وَکَفٰی بِاللہِ وَکِیْلًا (النساء:۱۳۱تا۱۳۲)

ترجمہ: اور آسمان وزمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہےاور اللہ کافی ہےکارساز ، اے لوگو! وہ چاہے تو تم

کوفنا کردے اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے اور اللہ کو اس پر پوری قدرت ہے۔

اور سورۂ انعام میں فرمایا گیا:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰہُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰہٌ غَيْرُ اللّٰہِ يَاْتِيْكُمْ بِہٖ (الانعام:۴۶)

ترجمہ: اے پیغمبر ! ان سے کہہ دوکہ بتاؤ اگر اللہ تمہاری آنکھیں لےلے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے ، تو کون خدا ہے،اس کے سوا جو تمھیں یہ چیزیں لادیوے ۔

اور سورۂ یٰس میں اس کی قدرت کی کچھ نشانیاں ذکر کرنے کے بعد فرمایا :

اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَہٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۸۲ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِہٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْہِ تُرْجَعُوْنَ (یٰس:۸۲تا۸۳)

ترجمہ: اس کا معاملہ یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو کرنا چاہتا ہے تو اس کو بس کہتا ہے کہ ‘‘ہوجا’’ تو وہ ہوجاتی ہے، پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضے میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کرجاؤگے۔

سورۂ فاطر میں فرمایا :

وَمَا كَانَ اللّٰہُ لِيُعْجِزَہٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۰ اِنَّہٗ كَانَ عَلِـيْمًا قَدِيْرًا (فاطر:۴۴)

ترجمہ: اللہ نہیں ایسا کہ زمین وآسمان
میں کوئی چیز اس کے بس سے باہر
جاسکے، وہ سب کچھ جاننے والا اور ہر
چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

بہر حال قرآن مجید خالقِ ہستی کے متعلق جو کچھ لوگوں کوبتانا چاہتا ہے اور اسکی جن صفات سے انسانوں کو خاص طور سے روشناس کرانا چاہتاہے ، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسکی قدرت وسیع اور بے انتہاہے اور وہ جوچاہے کرسکتا ہے اور اپنے کسی ارادے کو پورا کرنے میں وہ نہ کسی کی مدد کامحتاج ہے اورنہ اسے آلات واسباب کی ضرورت ہے، وہ صرف اپنی مشیت کے اشارے سے اور صرف اپنے ارادے اور فیصلے سے سب کچھ کرسکتاہے۔

وہی سب کا خالق ورازق اور پروردگار کارساز ہے
اور وہی اپنے حکم سے اس کارخانۂ ہستی کو چلارہا ہے

قرآن مجید بڑے زور کے ساتھ اور بڑے تفصیل سے یہ بھی بتلاتاہے اور دلوں میں اس کا یقین پیدا کرنا چاہتا ہے کہ ساری کائنات کوپیدا اورنیست سے ہست بھی خدا نے کیا ہے اور وہی اس کارخانۂ عالم کے ساز نظام

کوبلاشرکت غیرے چلا رہا ہے۔ زندگی اور رزق وغیرہ ، زندگی کے جو سامان جس کو مل رہے ہیں ، وہ اللہ ہی دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کے ہاتھ میں نہ زندگی ہے نہ زندگی کی ضروریات اور نہ اس کا سامان ہے،بلکہ وہی جس کو جب تک جتنا دینا چاہتا ہے، دیتا ہے اورجس کودینا نہیں چاہتا، نہیں دیتا۔

قرآن مجید کاکافی حصّہ اسی مضمون سے متعلق ہے، چند آیتیں اس سلسلے کی بھی یہاں پڑھ لیجئے ۔ سورۂ اعراف میں فرمایا:

اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۰ تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (الاعراف:۵۴)

ترجمہ: سن لو! اسی کاکام ہے پید اکرنا اور حکم چلانا ، بابرکت ہے اللہ جوپروردگار ہے ساری کائنات کا ۔

اور سورۂ زمر میں فرمایا :

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ۰ وَّہُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ۶۲ لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۰ (الزمر:۶۲تا۶۳)

ترجمہ: اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اوروہی ہر چیز کا ذمہ دار ہے ، زمین وآسمان (کے خزانے اور ان) کی کنجیاں اسی کے قبضے اور تصرف میں ہیں۔

اور سورۂ روم میں مشرکین سےخطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۰ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۰ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (الروم:۴۰)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور وہی تمہارا رازق ہے،پھر (وقت آنے پر) وہی تم کو موت دے گا او ر پھر تم کو وہی دوبارہ زندہ کرےگا ۔ کیا تمہارے ان شریکوں (جن کو تم عبادت اور دعا میں خدا کےساتھ شریک کرتے ہو) کوئی ہےجو ان کاموں میں سے کچھ بھی کرسکے ۔ پاک ہے وہ اللہ اور برتر ہےان کےشرک سے اور شریکوں سے ۔

اور سورۂ شوریٰ میں فرمایا :

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۰ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۰ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۰ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۰ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۱۱ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۰ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۰ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (الشوریٰ:۱۱تا۱۲)

ترجمہ: وہ اللہ زمین وآسمان کاپیدا کرنے والا ہے ، اسی نے تم میں سے تمہارے واسطے جوڑے بنا ئے اور چوپایوں میں سے جوڑے بنائے ، وہی تمہیں زمین میں پھیلا اور بڑھا رہا ہے ، نہیں ہے اس کی مثال کوئی ، وہ سننے والا

اوردیکھنے والا ہے۔ (سب کی سنتا اور سب کو دیکھتا ہے) زمین وآسمان (کے خزانے اور ان) کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، جسے چاہتا ہے،روزی میں وسعت دیتاہے اورجس کےلئے چاہتا ہے، تنگی کرتا ہے، وہ سب کچھ خوب جانتاہے۔

اور سورۂ ابراہیم میں فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۳۲ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَاۗىِٕبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۳۳ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (ابراہیم:۳۲تا۳۴)

ترجمہ: اللہ ہی وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور اتارا آسمان سے پانی ،پھر پیدا کئے اس کے ذریعے غلّے اور میوے تمہاری روزی کے لئے اور تمہارے قابو میں کیا کشتیوں کو کہ اسکے حکم سے (تمہارے کاموں میں) سمندر میں رواں دواں رہتی ہیں اوراس نے تمہارے کام کے لئے بنا یا نہروں ندیوں کو(جن میں تم اپنی

کشتیاں دوڑاتے ہو اورانکے پانی سے اپنے بہت سےکام کرتے ہو)اوراس نے تمہارے کام میں لگایا ہے سورج اور چاند کو جو برابر ایک نظام کےمطابق چلتے رہتے ہیں (اورجن سےتمہارے بہت سےمنافع وابستہ ہیں) اور اسی نے تمہارے کام کے لئے بنایا ہے دن اور رات کو (یعنی اس نے دن اور رات کا نظام ایسا قائم کیا جیسا کہ تمہاری ضروریات اور مصالح کا تقاضا تھا اور صرف یہی چیزیں تمہاری ضروریات کی اس نے نہیں بنائی ہیں ، بلکہ انکے علاوہ بھی جو تمہاری زندگی کی ضرویات تھیں) اور زبان حال یا زبان قال سےجو کچھ تم نے اس سے مانگا، اس میں سےتم کو اس نےدیا اور (اس کے اسی فضل وکرم سےتمہاری زندگی کانظام چل رہاہے)اور تم پر اس کےاتنے احسانات ہیں کہ اگر تم شمار کرو تونہ کرسکوگے ، واقعہ یہ ہے کہ انسان بڑا بے انصاف اورناشکراہے۔

اور سورۂمومنون میں فرمایا:

وَهُوَالَّذِیْ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۰ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۷۸ وَهُوَالَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۷۹ وَهُوَ الَّذِیْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۰ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (المومنون:۷۸تا۸۰)

ترجمہ وہی اللہ ہے جس نے تمہارے (سننے کے لئے) کان، (دیکھنے کیلئے) آنکھیں اور (سوچنے سمجھنے کیلئے) دل پیدا کئے (مگر) تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو اور وہی ہے جس نے تم کو (اس زندگی میں) زمین میں پھیلایا اور بڑھایا ہے اور (یہاں سے جانے کے بعد) تم سب اسی کی طرف لے جائے جاؤگے اور وہی ہے جوجِلاتا اورمارتا ہے(یعنی اسی کے ہاتھ میں زندگی اور موت کانظام ہے) اوراسی کا کام ہے رات دن کا الٹ پھیر اوریکے بعد دیگر ے ان کی آمد ورفت ، توکیا تم عقل وخردسے بالکل کام نہیں لیتے (اور نہیں سوچتےکہ تمہار ا رویہ اس خالق ومالک اورمحسن کےساتھ کیا ہونا چاہئے)

اور سورۂ مومن میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ۰ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ۰ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ(المومن: ۶۴)

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے تمہارے واسطے زمین کو مستقر بنایا اور آسمان کوچھت کی طرح بلند کیا اوراس نے تمہاری صورت گری کی ایسی اچھی

صورتیں بنائیں اور نفیس نفیس غذاؤں سے تمہیں رزق دیا، وہی اللہ تمہارا رب ہے، بڑی برکت اور عظمت والا ہے، جوساری کائنا ت کا پروردگار ہے۔

اور سورۂ انعام میں فرمایا :

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۰ (الانعام: ۱۶۴)

ترجمہ: کہو! اللہ کے سوا کسی اور کو میں اپنا رب بناؤں ، حالانکہ وہی ہر چیز کارب ہے اور اس کی طرف سے سب کی پروردگار ی ہورہی ہے۔

اور سورۂ جاثیہ میں ارشاد فرمایا:

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۳۶ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۰ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الجاثیہ:۳۶تا۳۷)

ترجمہ: پس ساری حمد وستائش صرف اللہ ہی کیلئے ہے(اوراسکے سوا کسی کیلئے حمد سزا وار نہیں، کیونکہ تنہا وہی ہے) جوزمین وآسمان اور ساری کائنات کا رب ہے اور سب اسکی پرورش سے فیضاب ہیں۔ آسمان وزمین میں عظمت وکبریائی بھی صرف اسی کیلئے ہے اور وہ زبردست اور ہر کام اور فیصلے حکمت سے کرنے والا ہے۔

وہی ساری کائنات کابادشاہ اور فرماں رواہے ،سب کچھ صرف اسی کے اختیار میں ہے

یہ بھی قرآ ن مجید کےان مضامین میں سے ہے جن کو اتنی کثرت سےبیان کیاگیا ہے کہ شمار بھی نہیں کیاجاسکتا ۔صرف نمونہ کےطور پر ذیل کی چند آیتیں پڑھ لیجئے ! ارشادہے:

قُلِ اللّٰہُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ بِیَدِکَ الْخَیْرُ۔ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (آل عمران: ۲۶)

ترجمہ: کہو! اے اللہ سارے ملک اورساری کائنات کےمالک ! تو ہی ہے جس کو چاہے حکومت وبادشاہت دےاورجس سےچاہے چھین لے ، جسے تو چاہےعزت دے اور جسے چاہے رسوائی اور ذلت دے ، ہر خیر اورہر قسم کی بھلائی تیرے ہی قبضے اور اختیار میں ہے (اور صرف خیر اور بھلائی ہی نہیں بلکہ) ہر چیز (بھلی ہویا بری) تیری قدرت میں ہے۔

اور سورۂ توبہ میں فرمایا گیا:

اِنَّ اللہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۱۱۶
(التوبۃ: ۱۱۶)

ترجمہ: بیشک اللہ اورصرف اللہ ہی کی فرمانروائی اور بادشاہت ہے آسمانوں وزمین میں ، وہی زندگی دیتا ہے وہی مارتا ہے اور اس کےسوا کوئی بھی تمہارا حمایتی اور مدد گار نہیں ہے۔

اور سورۂ مائدہمیں ارشاد فرمایا:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْهِنَّ ۰ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (المائدہ:۱۲۰)

ترجمہ: آسمان وزمین اوران کےاندر کی ہر چیز کی بادشاہت اورحکومت اللہ ہی کیلئے ہے، سب پر اسی کی فرمانروائی ہےاور ہر چیز پر اس کی قدرت ہے۔

اور سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کی اسی ہمہ گیری بادشاہت اور قدرت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا :

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۰ یَخْلُقُ مَا یَشَاۗءُ ۰ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۴۹ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۰ وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَاۗءُ عَقِیْمًا ۰ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ (الشوریٰ: ۴۹تا۵۰)

ترجمہ: اللہ ہی کی حکومت اور اسی کا راج ہےآسمانوں اور زمین میں ، پیدا کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے

بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے ،یا ان دونوں صنفوں ذکوروانات کو جمع کردیتا ہے اور رکھتا ہے جسکو چاہتا ہے بے اولاد، وہ سب کچھ جاننے والا اور پوری قدرت والا ہے۔

اور سورۂ مومنوں میں فرمایا :

فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ ۰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۰ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ (المومنون: ۱۱۶)

ترجمہ: پس عالیشان اور برتر ہے وہ ہستی جو حقیقی بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ، عرش عظیم کا مالک ہے۔

اور سورۂ فاطر میں اللہ تعالیٰ کی شان اور بندوں پر اسکے انعاما ت تفصیل سے بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ ۰ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ ۱۳ اِنْ تَدْعُوْھُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَکُمْ ۰ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ ۰ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ ۰ وَلَا یُنَبِّئُکَ مِثْلُ خَبِیْرٍ ۱۴ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ۰ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۱۵ اِنْ یَّشَاْ یُذْہِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۱۶ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ (فاطر:۱۳تا۱۷)

ترجمہ: یہ اللہ تمہارا پروردگار ، صرف اسی کی بادشاہی او ر اسی کااختیار ہے اور اسکے سواتم جن سے دعائیں

کرتے ہوا ور اپنی حاجتوں میں جن کوپکارتے ہو،وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے جیسی کسی حقیر چیز کے بھی مالک اور مختیار نہیں ، اگر تم ان سے دعا کرو تو وہ تمہاری دعا نہ سنیں اوراگر سن بھی لیں تو قبول نہ کرسکیں (یعنی تمہارا کام نہ کرسکیں) اور قیامت کے دن وہ انکار کریں گے تمہارے اس شرک سے اور یہ باتیں نہیں بتلائے گا تم کوکوئی علیم وخبیر کی طرح اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور صرف اللہ ہی ہے جو غنی اور سب سے مستغنی ہے اور وہی لائق حمد ہے (اسے سب کچھ اختیار ہے)، اگر چاہے تو تمہیں ایک دم فنا کردے، اور نئی مخلوق لے آئے اور اللہ کے لئے یہ کچھ مشکل بات نہیں ۔

اور سورۂ فرقان میں اللہ کی لاشریک حکومت وبادشاہی اور اولاد سے بھی اس کی پاکی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَـدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ (الفرقان:۲)

ترجمہ: وہ اللہ جس کی بادشاہی اور جس کا راج ہے آسمان وزمین میں اور اس نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا

اور کوئی نہیں اس کا شریک حکومت اور بادشاہت میں۔

کسی اور کے اختیار میں کچھ بھی نہیں

اور کہیں کہیں اللہ تعالیٰ کی اسی شان اور صفت کے بیان میں یہ منفی عنوان اختیار کیا گیا ہے کہ اسکی خدائی میں اسکے سوا کسی کو کچھ بھی اختیار نہیں اور کوئی بھی ہستی اسکے سوا ایسی نہیں جسکے قبضے اور اختیار میں کچھ ہو اورجو کسے کچھ دے سکے یااس سے کچھ چھین سکے ۔ مثلاً سورۂ احزاب میں فرمایاگیا :

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُکُمْ مِّنَ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَۃً۰ وَلَا یَجِدُوْنَ لَہُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا (الاحزاب:۱۷)

ترجمہ: اے نبی ! آپ ان مشرکوں سے کہئے : بتاؤ! وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچاسکے اگر وہ کسی بُری حالت میں تمہیں مبتلا کرنا چاہئے ،یا تمہارے ساتھ کچھ مہربانی کا ارادہ کرے او ر نہیں پاسکتے وہ اللہ کے سوا اپناکوئی حمایتی اور مددگار ۔

اور سورۂ فاطر میں فرمایا :

مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَہَا۰ وَمَا

يُمْسِكْ۰ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۰ وَهُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (فاطر:۲)

ترجمہ: اللہ اپنے بندوں کیلئے جس رحمت کا دروازہ کھولے ،اس کو کوئی روک سکنے والا نہیں اوروہ جو کچھ روکے اس کو کوئی جاری کرسکنے والا نہیں ، سوااسکے اور وہ زبردست اور حکمت والاہے۔

اور سورۂانعام میں فرمایا :

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۰ (الانعام:۴۶)

ترجمہ: اے نبی ! آپ ان سے کہئے: بتلاؤ! اگر اللہ تمہاری شنوائی کی طاقت اور تمہاری بینائیاں چھین لے اور تمھیں اندھا بہرا بنا دے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے (یعنی فکر وفہم کی صلاحیت سلب کرلے اور تمہاری عقلیں مسخ کردے) تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو یہ چیز یں تمہیں دے سکے؟

اور سورۂملک میں فرمایا :

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۰ (الملک:۲۱)

ترجمہ: اللہ اپنا رزق روک لے اوربندکردے ، تو وہ کون ہے جوتمہیں رزق دے سکے؟

پھر اسی سورہ میں چند آیتوں کے بعد فرمایا:

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ (الملک:۳۰)

ترجمہ: اے نبی! ان سے کہئے: بتلاؤ کہ تمہارا پانی (جوکنوؤں کی تہہ سے نکلتا ہے) اگر غائب ہوجائے (یعنی اللہ اسے بالکل غائب اور معدوم کردے) توکون تمہارے لئے زمین کے سوتے کا پانی لاسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے، گناہوں کابخشنے والا اور توبہ قبول کرنیوالا ہے

جیسا کہ چند ورق پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ خدا کے بارے میں بہت سی قومیں اس غلط فہمی میں مبتلا رہی ہیں کہ انہوں نے اس کو ایک جلالی شہنشاہ سمجھا جو قہر وغضب سے بھر پور ہے اور جس کو راضی اور خوش کرنا بڑا ہی مشکل ہے، گویا عام انسانوں کے بس کی بات ہی نہیں ہے اور جس کے پاس گنہگاراور خطاکار بندوں کے لئے بس لعنت ہی لعنت ہےاور غضب ہی غضب اور عذاب ہی عذاب ہے۔

اور اگر وہ رحیم اور مہربان ہےبھی تو اس کی رحمت اور مہربانی بس کسی خاص خاندان یا خاص نسل اور قوم کیلئے محدود ہے ، باقی ساری دنیا کیلئے وہ بڑا سخت اور جبار وقہار حاکم ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ خدا کےبارے میں یہی غلط فہمی اور گمراہی بہت سی قوموں کےشرک کا سبب بنی ہے، انہوں نے اپنے کو دیکھا کہ ان کی زندگی گناہوں سے پاک نہیں ہے اور اس دنیا میں نیکی اور پاکی والی زندگی گزارنا گو یا انکے بس کی بات ہی نہیں ہےاور اپنی جہالت سے انہوں نے سمجھاکہ خدا ایسا سخت گیر اور جلالی ہے کہ خطاکاروں اور گنہگاروں پروہ ہرگز رحم اور مہربانی نہیں کرسکتا ، اس لئے وہ خدا کی طرف سے تو بالکل ناامید ہوگئے اور شیطان نے انکے کان میں پھونکاکہ خدا کی مخلوق میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہیں جو اپنی نیکی اور پاکی کی وجہ سے اللہ کی بڑی مقرب اور بڑی پیاری ہیں اور اللہ نے انہیں بھی بہت کچھ اختیار دے رکھا ہے اور ان میں خدا کا ساجلال اور غصہ بھی نہیں ہے اور انہیں راضی کرنا خدا کی طرح زیادہ مشکل بھی نہیں ہے، اس لئے انکے دامنوں میں تم جیسے گنہگاروں کو بھی پناہ مل سکتی ہے اور ان سے تعلق جوڑنے سے خدا

کہ عذاب اور گرفت سے بچابھی جاسکتاہے۔

بس اسی کو انہوں نے آسان سمجھا اور خدا سے ناامید ہوکر شیطان کی بتلائی ہوئی ان ہستیوں کی تعظیم وعبادت اور انکے نام کی نذر ونیاز اس امید پر کرنے لگے کہ انکی مہربانی سے ہم سرسبز رہیں گے اور انکی توجہ اور عنایت سے ہمارے کام بنتے رہیں گے اور خدا کی گرفت اور اسکے عذاب سے بھی انکا یہ تعلق ہمیں بچالےگا ۔

الغرض اکثر مشرک قوموں کےحالات اور خیالات پر گہری نظر ڈالنے سےیہی پتہ چلتا ہے کہ شرک میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ انکی یہی گمراہی رہی ہےکہ خدا کی رحمت وبخشش اور جود وکرم کی صفت کو انہوں نے نہیں جانا اور اس کو صرف قہار وجبار اور نہایت سخت گیر قسم کاجلالی بادشاہ سمجھ کر اسکی طرف سےناامید ہوگئے اور شیطان کی بتلائی ہوئی واقعی یامحض فرضی اور وہمی ہستیوں کو انہوں نے اپنی امید وں کو قبلہ بنالیا ۔ اگر وہ خد ا کی رحمت کی بے انتہاوسعت اور اس کی غفاریت اور بخشش کی شان سےواقف ہوتے، تواس شرک میں ہر گز گرفتار نہ ہوتے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جو اس دنیا کیلئے آخری ہدیت نامہ ہے ،اللہ تعالیٰ کی اس شان اور اس صفت کو بہت زیادہ اجاگر کیا گیاہے اور

بلامبالغہ سینکڑوں جگہ مختلف عنوانوں اور مختلف پیرایوں میں اللہ کی شانِ رحمت ورافت اور بخشش وغفاریت اور مخلوق کےساتھ اسکی عنایت ومحبت کو بیان فرمایا گیا ہے، جن خوش بختوں کو قرآن مجید کی تلاوت کی توفیق ہوتی ہے، وہ جانتے ہیں کہ اس میں کتنی جگہ اللہ تعالیٰ کو غفور رحیمٌ، رؤفٌ رحیم ٌ، توابٌ رّحیم، ٌ خیرالرّاحمینکی صفات سےیاد کیا گیا ہے یہاں تک کہ ‘‘ بسم اللہ’’ جو قرآن مجید کا سرنا مہ ہے، اس میں اسکی صفت رحمت ہی کاتذکرہ کیاگیا ہے، اسی طرح اس کی بالکل ابتدائی آیتوں میں سب سے پہلے اس کی صفت ربوبیت اور رحمت ہی کا تعارف کرایا گیاہے، فرمایا گیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۲

اس اجمالی بیان کےبعد چند آیتوں پر ذرا تفصیلی نظر بھی ڈال لیجئے ! سورۂ بقرۂ ہی میں ارشاد ہے:

وَاِلٰـہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ۰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ(البقرۃ:۱۶۳)

ترجمہ: اورتم سب کا خدا ایک ہی خدا ہے، اسکے سواکوئی عبادت اور بندگی کےلائق نہیں ، وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والاہے۔

اور سورہ آل عمران میں ایک جگہ یہ بیان فرمانے کے بعد کہ قیامت کے دن ہر شخص کے اچھے بُرے اعمال کا انجام اسکے سامنے آنے والا ہے اور اس وقت ہر آدمی اپنے اعمال کی جانچ اور اپنے نتیجۂ عمل سے سخت ہراساں ہوگا، ارشاد فرمایا:

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (آل عمران: ۳۰)

ترجمہ: اور خدا تمھیں اپنے (مواخذ ہ) سے ڈراتا ہے اور خدا بندوں کے ساتھ نہایت مہربان ہے۔

گویا قرآن مجید نے اس موقع پر بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو آخرت کے مواخذے سے اور قیامت کے دن کی پکڑسے ڈرانا بھی اس کی رحمت اور مہربانی ہی کاتقاضا ہے ،جس طرح کہ شفیق ماں باپ اپنی اولاد کو بُرے کاموں کی بد انجامی سے ڈراتے اور آنے والے خطرات سے ہوشیار کرتے رہتے ہیں۔

اور بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اسی مہربانی اور شفقت کی صفت کو سورۂ شوریٰ میں ایک جگہ ان لفظوں میں بیان فرمایاگیا ہے :

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ (الشوریٰ: ۱۹)

ترجمہ : اللہ اپنے بندوں کے ساتھ بہت نرم معاملہ کرنے والا مہربان ہے ۔

اور سورۂ نحل میں بندوں پر اپنے بعض ایسے انعامات اور احسانا ت کا ذکر فرمانے کے بعد جن سے اس دنیا میں ہر قسم کے لوگ متمتع ہورہے ہیں ، ارشاد فرمایا :

اِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (النحل:۷)

ترجمہ: یقین کرو کہ تمہارا پروردگار بڑا ہی مہربان اور نہایت رحم والا ہے(اور یہ اس کی مہر بانی اور رحمت ہی کا کرشمہ ہے کہ تمہیں اس دنیا میں یہ آرام مل رہے ہیں)۔

اور سورۂ انعام میں ایک جگہ یہ بیان فرمانے کے بعد کہ بندے جو اچھے بُرے عمل کرتے ہیں اللہ ان سے پوری طرح باخبر ہے، ارشاد فرمایا :

وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ ذُو الرَّحْمَۃِ۰ اِنْ یَّشَاْ یُذْہِبْکُمْ وَیَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِکُمْ مَّا یَشَآءُ (الانعام:۱۳۳)

ترجمہ: اور تمہار ا پروردگار سب سے بے نیاز ہے(اسے کسی کی پروا نہیں اورکسی سے اسکی کوئی حاجت اٹکی ہوئی نہیں ، ہاں) اگر وہ چاہے تو تمہیں فناکر کے تمہارے بعد جسے چاہے تمہاری جگہ دنیا میں آباد کرے ۔

سورۂ کہف میں ایک موقعہ پر فرمایا :

وَرَبُّکَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَۃِ۰ لَوْ یُؤَاخِذُہُمْ بِمَا کَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَہُمُ الْعَذَابَ۰ بَلْ لَّہُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ

دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا (الکہف:۵۸)

ترجمہ: اور تیر ارب بڑا ہی بخشنے والا اور بڑی رحمت والا ہے، اگروہ ان کے اعمال پر ان کو پکڑنا چاہتاتو فورًا ان کے لئے عذاب بھیج دیتا، بلکہ ان کے واسطے ایک وقت معین کررکھا ہے اور وہ اسکے سواکوئی جائے پناہ نہیں پاسکتے۔

مطلب یہ ہے کہ اس دنیامیں جو یہ دیکھا جاتاہے کہ بہت سے شریر اور سرکش اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں، اسکی مقررکی ہوئی حدود کو توڑتے ہیں ، اس کےا حکام کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اسکے باوجود زندہ رہتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان پر کوئی عذاب نہیں آتا ،نہ ان پر آسمان سے بجلی گرتی ہے اور نہ زمین انہیں نگلتی ہے۔ قرآن مجید کہتا ہےکہ یہ اللہ کی صفت رحمت اور بخشش ہی کا صدقہ ہے، اگر اللہ اپنے بندوں پر اتنا مہربان نہ ہوتا تو ایسے بدکار وں نافرمانوں پر فورًا عذاب آجا یا کرتا اور انہیں کوئی مہلت نہ دی جاتی ، لیکن چونکہ وہ بندوں کےساتھ مغفرت اور رحمت کامعاملہ کر نا چاہتا ہے، اس لئے اس نے سب گنہگاروں کو اس دنیا کی پوری زندگی میں مہلت دینا طے کردیا ہےتاکہ جو بھی ان میں سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگ کے اور

اپنے رویے کو درست کرکے کسی وقت اللہ کو راضی کرنا چاہے تو کر سکے اور اسکے عذاب سے بچ سکے ، اسی واسطے اس نے مواخذے اور جزا وسزا کیلئے اس دنیوی زندگی کے خاتمے کے بعد ایک وقت مقرر کیا ہے اوراس وقت پر سب کو وہاں حاضر ہونا ہوگا اور کسی کیلئے اس کا کوئی امکان نہیں ہوگا کہ وہ کہیں روپوش ہوکر اس وقت اور اس مقام کی حاضری سے بچ سکے اور کسی جگہ پناہ لے سکے اور اسی کو سورۂانعام میں یوں فرمایا :

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۰ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۰ (الانعام:۱۲)

ترجمہ: اللہ نے لازم کرلی ہے اپنے پر رحمت اور مہربانی (اس لئے وہ مجرموں کو یہاں سزا نہیں دیتا بلکہ اس نے اس پوری زندگی کی سب کو مہلت دے رکھی ہے تاکہ جو چاہے معافی مانگ کے اور اپنے کو درست کرکے عذاب سے بچ سکے) اس نے مقرر کیا ہے کہ (انصاف اور جزا کیلئے) تم سب کو قیامت کے دن جوڑے گا (اور اس دن ہر ایک کواپنے کئے کابدلہ مل جائے گا ،یہ بالکل یقینی اور اٹل بات ہے) اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

سبحان اللہ! اس آیت کا پہلا جملہ ''کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ '' (اللہ نے رحمت کو اپنے پر لازم اور مقرر کرلیا ہے) ہم بندوں کیلئے کتنے اطمینان اور کتنی امیدوں کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے ۔ ایسے رحمت والے پروردگار سے نا امید اگر کفر نہیں تو کیا ہے۔

اور پھر اسی سورۂ انعام میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا گیا اور کیسے پیارے انداز میں فرمایا گیا ہے:

وَاِذَا جَآءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ اَنَّہٗ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوْٓءًۢا بِجَہَالَۃٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِہٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّہٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (الانعام:۵۴)

ترجمہ: اورجب تمہارے پاس ہمارے وہ بندے آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو اے پیغمبر ! تم (شفقت اور محبت سے ان کا استقبال کرو اور) کہو تم پر سلام ! (اور انہیں خوشخبری سناؤ کہ) تمہارے پروردگار نے اپنے پر رحمت ومہربانی کو لازم کرلیا ہے(اس لئے تمہیں مطمئن رہنا چاہئے کہ) تم میں سے جس نے نادانی سے کوئی بر اعمل کیا ، پھر اس کے بعد اس نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی تو بلاشبہ تمہارا رب بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

یقیناً بڑا شقی اور بدبخت ہے وہ انسان جو ایسے رحمت والے پرورگار کی رحمت سےبھی محروم رہے جو اپنے پیغمبر، رحمت عالم ﷺ کی زبان سے اپنے خطا کار اور گنہگار بندوں کو سلام کے بعد رحمت کایہ پیام دلاتا ہے کہ ’’ اپنے پرور دگار سے مایوس نہ ہو اور نہ بھاگو! اس نے تورحمت کو اپنے ذمہ لکھ لیا ہے، اگر نادانی میں تم سے گناہ ہوگئے ہیں تو اب توبہ کرلو اور اپنی حالت ٹھیک کرلو، میں بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہوں۔ ’’ اور سورہ شوریٰ میں ایک جگہ فرمایا :

وَهُوَالَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (الشوریٰ:۲۵)

ترجمہ: اور وہ ہی ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے (گنہگار) بندوں کی توبہ قبول کرتاہے اور خطاؤں سے درگزر کرتاہےاور تم جو کچھ کرتے ہو، اس سب کوپوری طرح جانتا ہے۔

اورسورۂ نساء میں زنا جیسۓ نا پاک اور خبیث گناہ سے آلودہ ہوجانےوالے خطاکا ربندوں کےمتعلق ارشاد ہے:

وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا۰ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا۰ اِنَّ اللہَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (النساء: ۱۶)

ترجمہ:اور تم میں سےجواس بد فعلی

کا ارتکاب کریں تو انکو سزادو ، پھر اگر وہ اس فعل حرام سے تائب ہوجائیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے تعرض نہ کرو ، بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کےمتعلق یہ ثابت ہوجائے کہ انہوں نے یہ خبیث اور حرام کام کیا ہے تو ان کو قانون کے مطابق سزا تودی جائے لیکن اگر وہ اسکے بعد توبہ اور اپنی اصلاح کرلیں تو پھر ان سے کچھ نہ کہا جائے، کیونکہ انہوں نے در اصل اپنے جس مالک اور آقا کا گناہ کیا ہے، وہ خود توبہ کرنے والے مجرموں کو خوشی سے معاف کردینے والا اور پھر ان کے ساتھ رحمت اور مہربانی سے پیش آنے والاہے۔

اور اسی سورہ نساء میں آگے فرمایا اور ہر قسم کےگناہ گاروں او ر خطاکاروں کو مژدہ سنایا:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء: ۱۱۰)

ترجمہ: اورجوکوئی کسی قسم کا گناہ کرے اور اللہ کی نافرمانی کرکے اپنی جان پر ظلم کرے پھر وہ پچھتائے اور اللہ سے معافی مانگے اور بخشش چاہے تو پائے گا وہ اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا

اوربڑا شفیق اور مہربان ہے

اور سورۂ زمر میں اپنے کوتباہ کرنے والے خطاکاربندوں ہی کیلئے جو کچھ ارشاد فرمایا گیا اور جس شفقت اور پیار کے انداز میں انہیں پکارا گیا، وہ تو اللہ کی صفت رحمت کی ایسی منادی ہے کہ بڑے سے بڑا سیہ کار اور عمر بھر کا سخت پاپی بھی اگردل کے کانوں سے اس کو سن لے تو بے تحاشا اللہ کے در رحمت کی طرف دوڑ پڑے ، اپنے رسول رحمۃ للعٰلمین ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ میرے مجرم اور خطارکاربندوں کو میری طرف سے یہ پیام دو:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۵۳ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (الزمر:۵۳تا۵۴)

ترجمہ: اے میرے بندو! جنہوں نے گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (اور اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہ وبرباد کیا ہے) تم اللہ کی رحمت اور مہربانی سے ناامید مت ہو، اللہ کی یہ شان ہے کہ وہ سب گناہ بخش دیتا ہے، حق یہ ہے کہ وہ بہت بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے، اور اب بھی رجوع ہوجاؤ اور رخ کرلو

اپنے اس غفور ورحیم پر ور دگار کی طرف اور اس کا حکم ماننے لگو قبل اسکے کہ تمہارے گناہوں کا وبال اور عذاب تمہیں آپکڑے اور پھر کوئی تمہاری مدد نہ کرسکے اور کوئی تم کو بچانہ سکے۔

اللہ کی رحمت اور مغفرت کے حقدار کون سے گنہگار ہیں ؟

سورۂ زمر کی اس آیتِ رحمت سے بھی معلوم ہوا اور اس سے اوپر جو آیتیں اس مضمون کی درج کی جاچکی ہیں، (جن میں خاص طور سے گنہگار وں اور خطاکاروں کیلئے اللہ کی رحمت ومغفرت میں گنجائش کااعلان کیا گیا ہے) ان سب سے معلوم ہواکہ اللہ کی رحمت کی وسعت اور بے پایانی کا حال تویہی ہے کہ دنیا بھر کے بڑے سے بڑے مجرموں اور سیہ کاروں کیلئے اس میں گنجائش ہے لیکن اسکے دروازے میں داخلے کی یہ لازمی شرط ہے کہ بندے اس رحمت والے آقاکی طرف رجوع ہو اور اس کے ساتھ اپنے معاملے کو درست کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اگر چہ اس سے پہلے اپنی ساری عمر میں باغی اور نافرمان رہاہو۔

اللہ تعالیٰ میں رحمت کے ساتھ عدالت بھی ہے

اسی لئے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اللہ کی رحمت او ر اسکی بخشش وغفاریت کے بیان کے ساتھ اسکی دوسری صفت عدالت اور سرکش مجرموں کی سزادہی کا بھی بیان فرمایا گیا ہے، جیسا کہ سورۂ فاتحہ ہی میں ‘‘رب العٰلمین’’ اور ‘‘الرحمٰن الرحیم’’ کےساتھ اسکی صفت ‘‘مالک یوم الدین’’ کا بھی ذکر فرمایا گیا۔

اس کا مقصد اور منشایہی ہے کہ اللہ کی رحمت ومغفرت کی وسعت کے ان قرآنی اعلانوں سےکسی کو یہ غلط فہمی نہ ہوجائے کہ اب گناہوں کی چھٹی ہے اور زندگی خواہ کیسی ہی گزاری جائے ، اللہ کی رحمت کا دروازہ ہمارے لئے کھلا ہوا ہے۔

بہر حال اسی غلط فہمی سے بچانے کےلئے قرآن مجید میں جابجا رحمت کےساتھ خدا کی صفت عدالت کا بھی بیان فرمایا گیا ہے ۔ ذیل کی چند آیتیں پڑھئے :

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ (الانعام:۱۴۷)

ترجمہ: اے پیغمبر ! اگر یہ لوگ (اس واضح بیان اور اتمام حجت کےبعد بھی) تمہاری تکذیب ہی کریں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارا پروردگار بڑی

ہی وسیع رحمت والا ہے (اور اسی کی رحمت کا صدقہ ہے کہ اس نے تم کو مہلت دے رکھی ہے، لیکن یاد رہے کہ مجرموں کو سزا دینا بھی اس کا قانون ہے ، اس لئے اگر تم اس باغیانہ اور مجرمانہ زندگی سے باز نہ آئے توضرور اسکی سخت سزا پاؤگے) اور مجرموں پر سے اس کا عذاب ہٹانہیں جاسکتا ۔

اور سورہ حجر میں فرمایا :

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۴۹ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ (الحجر:۴۹تا۵۰)

ترجمہ: اے پیغمبر ! میرے بندوں کو خبردار کردیجئے کہ بیشک میں بڑا بخشنے والا اور بہت مہربان ہوں اور اسی طرح اس میں بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ (مجرموں کیلئے) میری سزا بھی بڑی دردناک سزا ہے۔

اور سورۂ مومن کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا :

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۰ ذِي الطَّوْلِ ۰ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۰ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (المومن:۳)

ترجمہ: وہ گناہ بخشنے والا ہے اور توبہ

کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے(او ر اسی کے ساتھ سرکش مجرموں کے لئے وہ) بڑی سخت سزا دینے والا ہے، سب کچھ قدرت رکھتا ہے، اسکے سواکوئی بندگی اور عبادت کے لائق نہیں ہے، سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اور بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ کی اس صفت یعنی عدالت اور مجرموں کی سزا دہی کو دوسرے عنوانوں سے بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ قلم میں سوالیہ پیرایہ میں ارشاد ہے:

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۳۵ مَا لَكُمْ۰ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (قلم:۳۵تا۳۶)

ترجمہ: کیا ہم اپنے فرمانبردار بندوں کو نافرمان مجرموں کے برابر کردیں گے؟ تمہیں کیا ہوگیا ہے! تم کیسے حکم لگاتے ہو ، (یعنی اللہ کے متعلق تم ایسی ناانصافی اور خلافِ حکمت بات کاتصور کیسے کرتے ہوکہ وہ فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے ساتھ یکساں سلوک اور ایک جیسامعاملہ کریگا)

اور اسی کوسورۂ ص میں فرمایا :

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ۰اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ (ص: ۲۸)

ترجمہ: کیا ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو زمین میں فساد برپا کرنے والوں کے برابر کرسکتے ہیں ، کیا ہم پرہیز گاروں کوبدکاروں کے برابر کرسکتے ہیں؟ (ہمارے عدل وانصاف سے یہ کیسے ممکن ہے)

اور اسی کو سورۂ جاثیہ میں یوں فرمایا:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَاۗءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۲۱ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (الجاثیہ: ۲۱تا۲۲)

ترجمہ: جو لوگ برائیاں کرتے ہیں ،کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان بدکار وں کو اپنے ان بندوں کے برابر کردیں گے جن کی زندگی ایمان اور اعمال صالحہ والی زندگی ہے کہ یکساں ہو ان کا جینا مرنا؟ (ایسا خیال کرنے والے احمق بڑا غلط اور) بہت برا حکم لگاتے ہیں۔ (نہیں دیکھتے کہ) اللہ نے زمین وآسمان کو(اور ساری کائنات کو) بالکل حکمت کےمطابق پیدا کیا ہے (اور وہ عالم کاسارا نظام حکمت ہی سے چلا رہا ہے، پھر اس سے ایسی خلافِ حکمت اور خلاف عدل بات کی توقع کیوں رکھتے

ہیں؟) اس عالم کی تخلیق کا تو مقصد اور منشاہی یہ ہےکہ (بندے یہاں عمل کریں اور)وقت پر ہرشخص کو اسکے کئے کی سزا ملے اور (اس جز او سزا کےمعاملے میں ہر گز)کسی کےساتھ کوئی ظلم وزیادتی نہ ہوگی ۔

بہر حال قرآن مجید کا بیان ہےکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کےساتھ بڑا شفیق اور بڑا مہربان ہے اور اسکی رحمت میں سب کےلئے پوری گنجائش ہے (ورحمتی وسعت کل شیءٍ)۔ بڑے سے بڑا مجرم اور گنہگار بھی اگر اس کی رحمت اور مغفرت کا طالب بن کر اس کی طرف بڑھے تووہ اسے بخشنے کےلئے اور اپنے آغوش رحمت میں جگہ دینے کےلئے تیار ہے۔لیکن اسی کے ساتھ وہ صاحب عدالت بھی ہے اور سرکش مجرموں کو سزا دینا بھی اس کی عدالت اورحکمت کاتقاضا ہے۔ اس لئے جو شریراورمفسد سرکشی اورشرارت سے باز نہ آئیں گے اور تذکیرو نصیحت کےباجود نافرمانی اور بغاوت اور کفر وشرک ہی پر جمے رہیں گے، وہ آنے والے اس عالم میں جس میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت عدل کا پورا ظہور ہوگا ، اللہ کی رحمت اور مہربانی سے ذرہ برابر بھی حصہ نہ پاسکیں گے۔سورہ السجدہ میں ایسے ہی مجرموں کےبارے میں ارشاد ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِـاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْـرَضَ عَنْهَـا ۰
اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ (السجدہ:۲۲)

ترجمہ: اوران سے زیادہ کوئی ظالم نہیں جن کو انکے پرور دگار کی آیات کےذریعہ نصیحت کی جائے اور پھر بھی وہ ان سے بے رخی اور بے پرواہی اختیار کریں اوراپنے حال کودرست نہ کریں ، ہم ایسے مجرموں کوسخت سزادینے والے ہیں۔

تنزیہ وتقدیس

حق تعالیٰ کی صفات کے متعلق یہاں تک جو قرآنی بیانات نقل کئے گئے، یہ سب اس کی ایجابی صفات کے متعلق تھے۔ ان سے ہمیں معلوم ہواکہ اللہ تعالیٰ علیم کل ہے، کوئی چھوٹی بڑی اور کھلی یا چھپی چیز اسکے علم سے باہر نہیں ، وہ قادر مطلق ہے، سب کچھ اس کی قدرت میں ہے ، وہ سب کا خالق ورازق اور سب کا کارسازو پروردگار ہے، ساری کائنات کا وہی مالک اور حاکم ہےاور ہرچیز اسکے زیر حکومت ہے ، کوئی چیز بھی اسکے تصرف اور اقتدار سے باہر نہیں ، پھر وہ بڑی رحمت والااور نہایت مہربان ہے اور اسی کے ساتھ اس میں عدالت کی صفت بھی ہے، یعنی نیکوکاروں اور فرمانبرداروں کو وہ اپنے خاص فضل وانعام

سے نوازنے والاہے اور سرکش مجرموں کو اپنی شان کے مطابق سزا اور عذاب دینے والا بھی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات کابیان اور اس کاتعارف ناقص اور نا ممکن رہتاہے جب تک کہ ان چیزوں اور ان باتوں سے اس کا منزہ اور مبرہ ہونا بھی بیان نہ کیا جائے جو اسکی شانِ قدوسیت اور عظمت وکبریائی کےخلاف ہیں اور جنکے بارے میں جاہلوں اور خدا ناشناس لوگوں کو کبھی مغالطہ ہوایا ہوسکتا ہے، اس لئے قرآن مجید میں صرف ایجابی صفات کمال کے بیان پر اکتفا نہیں کیاگیا ، بلکہ اس کی تنزیہ وتقدیس کو بھی پوری طرح نمایا ں کیا گیا ہے، چند آیتیں اس سلسلہ کی بھی پڑھ لیجئے ! سورہ بنی اسرائیل کےبالکل آخر میں ارشاد ہے:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلِّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا (بنی اسرائیل:۱۱۱)

ترجمہ: اور کہو! ساری حمد وستائش اللہ ہی کے لئے ہے جو نہ کوئی اولاد رکھتاہے اور نہ حکومت وفرمانروائی میں کوئی اس کا شریک اور ساجھی ہے اور نہ کمزوری ودرماندگی کی وجہ سے کوئی اس کا مدد گار ہے اور اس کی خوب بڑائی اور کبریا ئی بیان کرو۔

اور سورۂ انعام میں ایک موقع پر یہ بیان کرنے کے بعد کہ ''جاہلوں ناخدا شناسوں نے اللہ کیلئے شریک، ساجھی اور بیٹیاں اور بیٹے ٹھہرائے '' ارشاد فرمایا گیا :

سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ ۰ ۱۰۰ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۰ اَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ ۰ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ۰ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۱۰۱ ذٰلِکُمُ اللہُ رَبُّکُمْ۰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۰ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ (الانعام:۱۰۰تا۱۰۲)

ترجمہ: وہ پاک اور بالا تر ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ اس کی نسبت بیان کرتے ہیں، وہ تو آسمانوں کا اور زمین کا موجد ہے(اور خود یہ نادان بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ یہ شان اسکے سواکسی کی بھی نہیں ، مگر یہ ظالم اسکے باوجود اسکے ساتھ شریک اور بیٹیاں اور بیٹے ٹھہراتے ہیں) حالانکہ کیسے اسکی کوئی اولاد ہوسکتی ہے جبکہ کوئی اس کی شریک زندگی ہی نہیں ہے۔ (بہر حال اسکی کوئی اولاد اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے، بلکہ سب اسکی مخلوقات ہیں) اس نے سب کو پیدا کیا اور اسکو ہر چیز کا پورا پورا علم ہے۔ لوگو!یہ پاک وبرتر اللہ تمہارا پروردگار ہے، اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ، وہ سب کا

خالق ہے، لٰذا تم سب اسی کی عبادت اور بندگی اختیارکرو اور وہ ہر چیز کاکفیل اور کارساز ہے۔

اس سب کے بعد تنزیہ کے سلسلہ میں آخری بات یہ فرمائی :

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۰ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۰ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (الانعام:۱۰۳)

ترجمہ: اس کی شا ن یہ ہے کہ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتاہے اور وہ بڑاہی باریک بین باخبر ہے۔

ان آیتوں میں قریب قریب ان سب باتوں سے اللہ کا منزہ اور مبرہ ہونا فرمادیا گیا ہے جو اس کی شانِ الوہیت وقدوسیت کےخلاف ہیں اور جن کےبارے میں خداناشناسوں اور مشرکوں نے عام طور سے غلطی کھائی ہے۔ پھر قرآن پاک کےاس تنزیہی بیان کی آخری بات ‘‘لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَيُدْرِكُ الْاَبْصَارَ’’ (انسانوں کی بینائیاں جو یہاں ان کو ملی ہوئی ہیں ،اللہ کو نہیں پاسکتیں اور وہ سب بینائیوں کو پارہاہے) بلاشبہ بڑی اعلیٰ اور بڑی لطیف اور بڑی جامع تنزیہ ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی ہستی اس قدر لطیف اور وراء الوراء ہے کہ ہر وقت قریب ترا ور بالکل ساتھ ہونے کے باوجود کوئی نگاہ اس کو نہیں

پاسکتی اور وہ سب کی نگاہوں کو پارہاہے۔

اسی طرح سورہ شوریٰ میں ایک جگہ گنتی کے دو حرفوں میں حق تعالیٰ کی پوری تنزیہ وتقدیس بیان فرمادی گئی ہے، ارشاد ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۰ۚ(الشوریٰ: ۱۱)

ترجمہ: کوئی شے بھی (جس کو تم جانتے ہو اور جس کا تصور کرسکتے ہو) اس کے مثل نہیں ۔

قرآن مجید کےاس دو حرفی بیان پر غور کیجئے ، واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس کاکوئی پہلواس سے باہر نہیں رہا اور ان ہی دوحرفوں نے ان سب چیزوں سے حق تعالیٰ کا منزہ اور مبرہ ہونا بیان کردیا جو اسکی شان الوہیت وقدوسیت کے خلاف ہیں ، کیونکہ اس باب میں جتنی غلطیاں اور گمراہیاں ہوئی ہیں، یا ہوتی ہیں، ان سب کی جڑِبنیاد یہی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے افعال وصفات کو اس عالم کی اپنی دیکھی بھالی اور جانی بوجھی چیزوں پر اور ان کے افعال وصفات پر قیاس کرلیتے ہیں ۔

پس قرآن مجید نے ‘‘لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ’’ فرماکر اس غلط بنیاد ہی کو اکھاڑدیا اور بتلادیاکہ اسکی کوئی مثال اور کوئی نمونہ نہیں ، وہ موجود ہےلیکن اس کا وجود اس

طرح کا نہیں جس طرح دوسری موجودات کا ہے۔ وہ الحی یعنی زندہ ہے لیکن دوسرے زندوں کی زندگی اور اسکی زندگی میں کوئی مشارکت اور مشابہت نہیں۔ وہ علیم ہے ،سمیع وبصیر ہے،لیکن اس کا علم اور اس کا سننا اور دیکھنا ہمارے علم اور ہماری سماعت وبصارت سے وراء ہے، وہ سب کے قریب ہے، سب کے ساتھ ہے،لیکن یہ قریب اور ساتھ ہونا ایسا نہیں جیسا کہ اس دنیا کی کوئی چیز کسی کے قریب اور کسی کے ساتھ ہوتی ہے، اسی طرح رحمت ومحبت اور غضب وانتقام اس کی صفتیں ہیں، لیکن ان کی نوعیت وہ بالکل نہیں جو ہماری ان صفتوں کی ہے۔

بہر حال قرآن مجید کے اس نہایت مختصر تنزیہی بیان نے ان سب چیزوں کی نفی کردی جو حق تعالیٰ کی شان ِ قد وسیت کے خلاف تشبیہ وتمثیل کی وجہ سے خدانا شناس لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ‘‘لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ۰ وَہُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۝’’

قرآن مجید کی چند جامع الصفات آیات

اب ہم قرآنی تعلیم ودعوت کے اس باب (بیان ِصفات) کو چند ایسی آیات سنا کے ختم کرتے ہیں ، جو اللہ تعالیٰ کی مختلف شئون

وصفات کو جامع ہیں اور جن میں اللہ تعالیٰ کی ایجابی صفاتِ کمال کے ساتھ اسکی تنزیہی شان کو بھی جمع کیاگیا ہے۔ سب سے پہلے سورۂ بقرہ کی وہ مشہور جامع الصفات آیت پڑھئے ، جو آیت الکرسی کے نام سے معروف ہے:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۰ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۰ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ۰ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۰ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۰ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَمَا خَلْفَہُمْ۰ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ۰ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۰ وَلَا یَـــُٔوْدُہٗ حِفْظُہُمَا۰ وَھُوَالْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (البقرہ: ۲۵۵)

ترجمہ:اللہ کی شان یہ ہےکہ(صرف وہی الہ حق ہے) اسکے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ، وہ ‘‘ الحی ’’ زندہ جاوید ہے (یعنی حیات اسکی ذاتی صفت ہے اس کیلئے فناوزوال نہیں)، وہ ‘‘ قیوم ’’ ہے ،ساری کائنات اسی کے حکم سے قائم ہے (وہ ہمہ وقت بیدار اور خبر دار رہنے والا ہے)نہ اسے اونگھ لگتی ہے اور نہ ننید آتی ہے(ایسے عوارض کا اسکے پاس گزر ہی نہیں)۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہےاسی کاہے (وہی سب کا مالک ومختار ہے)۔ کون ہے، جواس کی جناب میں اسکی اجازت

کہ بغیر کسی کی سفارش بھی کرسکے (کسی کی یہ مجال نہیں) جو کچھ بندوں کے سامنے اور حاضر ہے وہ اسکو بھی جانتا ہے اور جو انکے پیچھے اور ان سے غائب اور اوجھل ہے ، وہ اس سے بھی واقف ہے اور مخلوقات اور بندوں کا حال یہ ہے کہ اللہ کے غیر متناہی اور لامحدود علم میں سے وہ کسی ایک چیز کو بھی پوری طرح نہیں جان سکتے ، الایہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی انکو دینا چاہے (تو وہ صرف اسی کو اورا سکے بتائے ہوئے بقدر جان سکتے ہیں) اور اس کا تختِ حکومت زمین وآسمان کی وسعتوں پر چھایا ہوا ہے اورانکے تھامنے سے وہ تھکتا نہیں اور وہ اونچی شان والا بڑی عظمت والاہے۔

اسی طرح سورۂ حدید کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی شئون وصفات کا بڑی جامعیت کے ساتھ اور بڑا روح پرور بیان کیا گیا ہے، ارشادہے:

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۰ وَہُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۱ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۰ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ۰ وَہُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۲ ہُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاہِرُ وَالْبَاطِنُ۰ وَہُوَبِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۳ ہُوَالَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ۰ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ

مِنْہَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْہَا ۰ وَہُوَمَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۰ وَاللہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (الحدید:۱تا۴)

ترجمہ : اللہ کی تسبیح وتقدیس کرتی ہیں(یعنی اسکی پاکی بیان کرتی ہیں) وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہ بڑا زبردست اور صاحب حکمت ہے، اسی کی حکومت اور فرمانروائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں، وہی (جسے چاہتا ہے) چِلاتا ہے اور مارتا ہے (یعنی موت وحیات کا سارا نظام اسی کے ہاتھ میں ہے) اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ، وہی اول ہے وہی آخر ہے۔ (یعنی وہ اس وقت بھی موجود تھا جبکہ اسکے سوا کوئی موجود نہ تھا اور سب کے فنا ہوجانے کے بعد بھی وہ موجود رہنے والا ہے) وہی ظاہر ہے وہی باطن (یعنی ظاہر ایسا کہ ہرمعمول عقل والا اس کوجانتا ہے اوراسکی خدائی کا یقین رکھتا ہے اور مخفی ایسا کہ کوئی آنکھ اسکو دیکھ نہیں سکتی) اور وہ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے، وہی ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں (چھ دوروں میں) بنایا ، پھروہ اپنے تخت حکومت پر متمکن ہوگیا ، جو کچھ زمین

کے اندر جاتا ہے اور جو اس میں سے نکلتا ہے، وہ اس سب کو جانتا ہے اور اسی طرح جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اسکی طرف چڑھتا ہے وہ اس سب کا بھی علم رکھتا ہے۔ اور تم جہاں بھی ہو، وہ (ہر جگہ اور ہر حال میں) تمہارے ساتھ ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو، وہ اللہ اس سب کو خوب دیکھتا ہے۔

اس سلسلہ میں سورۂ حشر کی یہ آخری آیتیں اور پڑھ لیجئے :

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ‌ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۲۲ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ‌ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۲۳ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ‌ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى‌ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ‌ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الحشر: ۲۲ تا ۲۴)

ترجمہ: وہ اللہ جس کی شان یہ ہے کہ صرف وہی معبود حق ہے، اسکے سوا کوئی ہستی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، وہ سب چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے، وہ بڑا مہربان اور نہایت رحمت والا ہے ۔ وہ اللہ وہی الہ حق ہے ، اسکے سوا کوئی لائق عبادت

نہیں ، وہی حقیقی بادشاہ ہے ۔“ وہ
القدوس” ہے، (عیب ونقص کی ہر
نسبت سے پاک ہے)“ السلام” ہے،
(سلامتی اسکی ایسی صفت ہےکہ اس
کیلئے کوئی خطرہ اور اس کو کبھی
زوال نہیں) “ المومن” ہے، (بندوں کو
امن دینے والاہے) “المہیمن ” ہے (ان کا
رکھوالا اور نگہبان) “ العزیز ” ہے (زبر
دست اور غالب ہے) “الجبار” ہے (سب
پر اس کا دباؤ اور تسلط ہے، کوئی
اسکی مشیت کےخلاف حرکت نہیں
کرسکتا) “ المتکبر ” ہے، (بے انتہا
عظمت وکبریائی اسکی صفت ہے) پاک
ہے انکے شریک بتلانے سے ۔ وہ اللہ ہے
پیدا کرنے والا، ٹھیک ٹھیک بنانے والا،
صورت گری کرنے والا ، اسی کے لئے
ہیں سب عمدہ نام (اور اچھے القاب)۔
آسمان وزمین کی سب چیزیں اسکی
تسبیح وتقدیس کرتی ہیں (اور اس کی
پاکی اور برتری کےگیت گاتی ہیں) اور
وہ نہایت زبردست اور صاحب حکمت
ہے۔“

خدائی صفات کے متعلق قرآن مجید کے ان
مفصل بیانات کےبعد سورۂ اخلاص کا نہایت
مختصرایک بیان او ر پڑ ھ لیجئے ، جو بڑا
سادہ ہونے کےسا تھ بڑی غیر معمولی دلکشی

اور دلآویز ی اپنے اندر رکھتاہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۲ لَمْ يَلِدْ ۰ وَلَمْ يُوْلَدْ ۳
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص)

ترجمہ: کہو! وہ اللہ ایک ہے ، یگانہ ویکتا ہے، اللہ بے نیاز ہے (اسکو کسی کی احتیاج نہیں اور سب اسکے محتاج ہیں)، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی ہستی اسکی ہمسراور اسکے برابر کی ہے۔

جو شخص خدا کو مانتا ہے اور اپنے کو اس کی مخلوق ومملوک اور بندہ یقین کرتاہے ،اسکے دل میں اس چیز کی طلب اور پیاس کا ہونا بالکل قدرتی بات ہےکہ مجھے اپنے اس خالق اور رب کی معرفت حاصل ہو اوراسکے بارے میں جو کچھ میں جان سکتا ہوں ،وہ کسی طرح جانوں اور بلاشبہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی صفات کےمتعلق سب سے زیادہ صحیح، مکمل اور واضح اور اطمینان بخش بیان صرف قرآن مجید کاہے، اس سے ایک طرف تو وہ دلوں میں اللہ کی شایانِ شان عظمت پیدا ہوتی ہے اور امکان کی حد تک اس کی صحیح معرفت حاصل ہوتی ہے اور دوسری طرف انس ومحبت کا چشمہ بھی ابلتاہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ اس کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیتا ہے اور یہی

انسان کی کامیابی کی اعلی اور آخری مـنزل

توحید

اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جو قرآنی بیانات یہاں تک نقل کئے گئے ، ان سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ اور علیم کل ہے، سب کے ساتھ اور سب سے قریب ہے ، قادر مطلق ہے، سب کا خالق ورازق اور سب کا کارساز وپرور دگار ہے اور وہ ہی اس ساری کائنات کامالک وحاکم اور قیوم ہے اور یہاں جو کچھ ہوتاہے اسی کے حکم سے ہوتاہے اسکے علاوہ کوئی ہستی نہیں جوبلااسکے حکم کے یہاں کچھ کرسکے ،ہر قسم کی عظمت وکبریائی اسی کے لئے ہے۔ وہ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے اور ساتھ ہی وہ بڑا بے نیاز بھی ہے، سب سے اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کو کسی کی پرواہ نہیں اور وہ صاحب عدالت بھی ہے، یعنی ہر ایک کو اسکے اعمال کا بدلہ دینے والا ہے ۔ اور ان صفاتِ کمال سے موصوف ہونے کے ساتھ وہ ہر اس بات اور ہر اس چیز سے بری بھی ہے، جس میں نقص وعیب کاکوئی پہلو اور کوئی شائبہ ہواورجو اس کی شان قدوسیت

کے خلاف ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ معلوم ہوجانے کے بعد کوئی ہستی ایسی ہے جس میں یہ ساری صفتیں اور سارے کمالات جمع ہوں ؟ آپ سے آپ یہ بات طے ہوجاتی ہے کہ بس وہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے اور وہی اس قابل ہے کہ اس کی پرستش کی جائے اور محبت وعظمت کے ساتھ اسکے فرمان کے سامنے سرتسلیم خم کیا جائے اور اس کو اپنا مولا اور اپنے کو اس کا بندہ سمجھ کر اسکے حکموں پر چلا جائے ، اسی سے آس لگائی جائے ، اپنی ضرورتوں کے لئے اسی سے دعا کی جائے ، مصائب ومشکلات میں اسی سے مدد مانگی جائے ، اسی سے امید باندھی جائے اور اسی پر بھر وسہ کیا جائے ، اسی کی رضا جوئی میں جیا جائے اور مراجائے ، اسی کی حمدو ثنا اورا سی کی تسبیح وتقدیس کی جائے اور اسی کی یاد کو اپنا وظیفہ بنایا جا ئے ۔

اسی لئے قرآن مجید میں بیان صفات کے ساتھ ساتھ اکثر مقامات پر ایک ثابت شدہ حقیقت اور لازمی نتیجہ کے طور پر توحید کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ ناظرین نے صفات کے سلسلہ کی مندرجہ قبل آیات کو پڑھتے ہوئے خود بھی جابجا محسوس کیا ہوگا، اس لحاظ سے توحید کے مستقل بیان کی اب زیادہ ضرورت باقی نہیں رہی، لیکن

چونکہ توحید قرآن پاک کا خاص الخاص موضوعِ دعوت ہے اور اس میں دوسرے تمام مسئلوں سے زیادہ زور اسی پر دیا گیا ہے اور قرآن سے پہلے آنے والی اللہ کی کتابوں اور اللہ کے رسولوں کی تعلیم ودعوت کامرکز ی نقطہ بھی چونکہ توحید ہی کا مسئلہ رہا ہے، اس لئے ہم توحید کے بارے میں قرآن مجید کےبیان کو کسی قدر تفصیل سے اور مستقلاً بھی پیش کرنا چاہتے ہیں ۔

قرآن مجید میں توحید کی تعلیم اتنی وضاحت اور ایسی تفصیل سے دی گئی ہے کہ مسئلہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہاہے جو پوری طرح روشنی میں نہ آگیا ہو اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا ، کیونکہ امتوں اور قوموں نے توحید ہی کےبارے میں ہمیشہ سخت ٹھوکر یں کھائی ہیں ، بلکہ یہ کہنا بالکل صحیح ہوگاکہ جتنی غلطیوں اور گمراہیوں میں قومیں توحید کے بارے میں مبتلا ہوئیں اتنی کسی دوسرے مسئلہ میں گمراہ نہیں ہوئیں ۔ حالانکہ اللہ کے تمام پیغمبروں اور مذاہب کے سب سچے داعیوں نے اپنی قوموں کو ہمیشہ توحیدہی کی تعلیم دی تھی، بلکہ قرآن مجید کا بیان ہےکہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس کو اللہ کے پیغمبروں اور ہادیوں نے توحید کا پیغام نہ پہنچا یا ہو۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۰ (النحل: ۲۶)

ترجمہ: اوربھیجا ہم نے قوم میں اپنا پیغامبر (اس دعوت اور اس پیام کے ساتھ) کہ صرف اللہ کی بندگی کرو (جو سچا معبود ہے) اور ہر جھوٹے خدا سے بچو۔

اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (الانبیاء:۲۵)

ترجمہ: اور جو پیغمبر بھی ہم نے تم سے پہلے بھیجے، ان کی طرف یہی وحی کی اور ان کو یہی پیام دیا کہ میرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ، لہٰذا صرف میری ہی عبادت اور بندگی کرو۔

الغرض یہ واقعہ ہے کہ ہر قوم میں آنے والے اللہ کے پیغمبر اور ہادی نے ہمیشہ توحید کی تعلیم دی لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد اکثر قومیں کسی نہ کسی قسم کے شرک میں مبتلا ہوگئیں اور اب بھی یہی ہے کہ بہت سے لوگ اللہ کو مانتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن کسی نہ کسی قسم کے شرک میں مبتلا ہیں ۔ قرآن ہی کا بیان ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَـرُهُمْ بِـاللّٰہِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْـرِكُوْنَ (یوسـف: ۱۰۶)

ترجمہ: اور اکثر لوگ اللہ پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور اسی کے ساتھ وہ شرک میں بھی مبتلا ہیں۔

بہر حال ہمیشہ سے شرک انسانوں کی بڑی خطرناک اور عام بیماری رہی ہے، اسی لئے قرآن مجید میں ۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری کتاب ہدایت ہے اورجسکے بعد انسانوں کیلئے کوئی آسمانی ہدایت نامہ آنے والا نہیں ہے۔ توحید کےمسئلے کو زیادہ سے زیادہ روشن اور واضح کیا گیا ہے، بلکہ ان تمام دروازوں کو بھی بند کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے،جن سے اگلی امتوں میں شرک آیا ، یا اسکے آنے کا امکان ہوسکتا تھا۔

قرآن مجید نے صرف یہ کہہ کر ختم نہیں کردیا کہ ‘‘ خداایک ہے، اسکے سوا کسی کی عبادت اور بندگی نہ کی جائے’’، بلکہ توحید فی الذات کے علاوہ اس نے ایک ایک خدائی صفت کا ذکر کرکے بتلایا یہ صفت صرف اللہ ہی میں ہے اور وہ اپنی ذات کی طرح صفات میں بھی وحدہٗ لاشریک لہٗ، اسی طرح اپنے افعال واختیار ات میں بھی وہ وحدہ لاشریک لہ ہے اور پھر اپنے خدائی

حقوق میں بھی وہ اسی طرح وحدہٗ لاشریک لہ ہے۔اس نے توحید کے ان پہلوؤں کو اتنا واضح کیا کہ کسی قسم کے اعتقاد ی یا عقلی یا عملی، جلی یا خفی شرک کیلئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ ہم قرآن مجید کی دعوتِ توحید کے سلسلہ کی چند آیات کو یہاں چند عنوانوں کے تحت ایک خاص ترتیب سے مرتب کرکے پیش کرتے ہیں ۔

توحید ذاتی اور توحیدِ الوہیت

توحید کا ایک سادہ سا اجمالی اور جامع عنوان یہ ہے کہ الٰہ یعنی معبود بس ایک ہے، صرف وہی عبادت اور بندگی کےلائق ہے۔ قرآن مجید میں موقع بموقع اس کو بیسیوں جگہ دہر ا گیا ہے۔ چند آیتیں یہ ہیں :

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (البقرہ: ۱۶۳)

ترجمہ: اور تمہارا معبود بس ایک معبود ہے، اسکے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ، وہ بڑی رحمت والانہایت مہربان ہے۔

ایک موقع پر فرمایا :

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آل عمران : ۶۲)

ترجمہ: اور اللہ کے سواکوئی معبود نہیں اوروہ اللہ ہر چیز پر قابو رکھنے والا اورحکمت والاہے۔

ایک اور موقع پر فرمایا :

اِنَّ اِلٰـهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۴ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ (الصّٰفّٰت:۴تا۵)

ترجمہ: حق یہ ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے، وہ آسمان وزمین اور انکے درمیان کی ساری مخلوق کاپروردگار ہے۔

ایک جگہ فرمایا :

ترجمہ: اے پیغمبر ! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے اور اعلان کردیجئے کہ معبود بر حق بس ایک ہی معبود ہے اور میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں ۔

اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا :

فَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ۰ (الحج: ۳۵)

ترجمہ: پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، لٰذا اسی کی فرمانبرداری کرو اور اپنے کو اسی کے سامنے جھکادو۔

توحیدِصفات وافعال

توحید الوہیت کےاس سادہ اجمالی بیان کے علاوہ قرآن مجید صفات وافعال میں اللہ

تعالیٰ کی وحدانیت کو بھی جابجا تفصیل سے بیان کرتا ہے، وہ بتلاتا ہے کہ سب کا پیدا کرنیوالا، سب کی پرورش کرنیوالا، سب کو روزی دینے والا ، چلانے والا اور مارنے ولا بس اللہ ہی ہے اس مضمون کی متعدد آیات صفات کے بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں، چند آیتیں یہاں بھی پڑھ لیجئے ! سورۂ روم میں فرمایا :

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ط
هَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ ط
سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (الروم: ۴۰)

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ، پھر اسی نے تم کو رزق دیا اور تمہاری زندگی کی ضرورتیں مہیا کیں ، پھر وہی تم کو وقت آنے پر موت دے گا اور وہی تم کو جلائے گا بتاؤ! جن (واقعی یا فرضی ہستیوں) کو تم نے خدا ئی حقوق میں شریک ٹھہرا رکھا ہے، کیا ان میں سے کوئی ان میں کاکوئی کام بھی کرتا ہے، یا کرسکتا ہے؟ پاک ہے اللہ اور برتر ہے ان کے شرک سے اور شریکوں سے ۔

اور سورۂ فاطرمیں ارشاد ہے:

قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَکَآءَکُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط
اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْکٌ فِی

السَّمٰوٰتِ (فاطر:۴۰)

ترجمہ: اے پیغمبر ! آپ ان مشرکوں سے کہئے کہ بتاؤ ، تو اللہ کے سوا جن شریکوں کو پکار تے ہو، مجھے دکھاؤ کیا چیز پیدا کی ہے انہوں نے زمین میں یا ان کی کوئی شرکت ہے آسمانوں میں ؟

اور سورۂ فاطر میں ایک جگہ فرمایا:

لْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۰ لَآ اِلٰ اِلَّا وَُ۰ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (فاطر:۳)

ترجمہ: کیا اللہ کے سو ا کوئی خالق ہے جو زمین وآسمان سے تمہاری روزی کا (انتظام کرتاہے،اس کے سواکوئی بھی الٰہ ومعبود نہیں ، پھر کہاں بہکے جارہے ہو؟

اور سورۂعنکبوت میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْ وَاشْكُرُوْا لَ۰ اِلَيْ تُرْجَعُوْنَ (العنکبوت:۱۷)

ترجمہ: اللہ کے سوا جن ہستیوں کی تم عبادت کرتے ہو ، وہ تمہاری روزی کی مالک نہیں اور تم کو کچھ نہیں دے سکتیں ، پس اللہ ہی سے رزق مانگو اور اسی کی عبادت کرو، اسی کا شکر کرو، تم اسی کی طرف لوٹا ئے جاؤگے۔

ساری کائنات پر صرف اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اورسب کچھ صرف اسی کے اختیار میں ہے

قرآن مجید بتلاتا ہے کہ زمین وآسمان اور ساری کائنات صرف اللہ کے زیر حکم ہے، جس طرح سب کا خالق ورازق اللہ ہے، اسی طرح سب پر حکم بھی صرف اسی کا چلتا ہے۔

لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف: ۵۴)

ترجمہ: تخلیق بھی اسی کی اور حکم وفرمان بھی اسی کا ہے

سورہ قصص میں ارشاد فرمایا :

وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (القصص: ۷۰)

ترجمہ: بس صرف اسی کا حکم چلتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے۔

وہی جو کچھ کرنا چاہتا ہے ،کرتا ہے۔ اسکے سواکسی کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ، نہ کوئی کسی کو وجود دے سکتا ہے نہ کسی سے کوئی وجود لے سکتا ہے، نہ موت وحیات پر کسی کا اختیار ہے ، نہ کوئی کسی کے نفع یا نقصان کا مختار ہے۔ اور نادان اور گمراہ لوگ اپنی نادانی اور جہالت سے جن ہستیوں کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے نظام میں ان کا بھی کوئی دخل ہے اور یہ بھی جسے چاہیں نفع یا نقصان پہنچاسکتی ہیں۔

قرآن مجید جا بجا کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے، ان کے بس میں کچھ بھی نہیں ، اگر وہ سب بھی جمع ہوجائیں تواپنے اختیار سے کچھ نہیں کرسکتے ، حتیٰ کہ ایک مکھی اور ایک چیونٹی بھی نہیں بنا سکتے ،کسی کی بگڑی کو نہیں بنا سکتے ، کسی کی مدد اور حمایت نہیں کرسکتے۔ قرآن مجید کا یہ بیان ذرا اسی کے الفاظ میں سنئے :

اِنَّ اللہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۰ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ۰ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (توبہ:۱۱۶)

ترجمہ: زمین وآسمان کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے، وہی زندگی اورموت دیتا ہے اور اللہ کے سواکوئی تمہارا کارساز اور مددگار نہیں۔

سورۂ فاطر میں فرمایا :

ذٰلِکُمُ اللہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ۰ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ (فاطر:۱۳)

ترجمہ: یہی اللہ تمہارا پروردگار اور مالک ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اللہ کےسواجن ہستیوں کو تم پکارتے ہو، وہ توکھجور کی گٹھلی کے چھلکے (جیسی کسی بے قیمت اور حقیر چیز) کی بھی مالک نہیں ۔

سورۂ حج میں فرمایا :

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ ۔ (الحج:۷۳)

ترجمہ : اللہ کے سواجن ہستیوں کو تم پکارتے ہو، وہ تو ایک مکھی بھی نہیں بناسکتے، اگر سب مل کر اس کے لئے کوشش کریں ۔

سورہ سبا میں فرمایا :

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَہُمْ فِیْہِمَا مِنْ شِرْکٍ وَّمَا لَہٗ مِنْہُمْ مِّنْ ظَہِیْرٍ (سبا: ۲۲)

ترجمہ: اے پیغمبر ! آپ ان سے کہئے کہ تم اللہ کے سواجن کو اپنا کارساز اور حاجت روا سمجھتے ہو، ا ن کو پکارکے تو دیکھو ، زمین وآسمان میں ان کا ذرہ برابر بھی اختیار نہیں ہے اور نہ ان میں کسی قسم کی ان کی شرکت ہے اورنہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے(مطلب یہ ہے کہ نہ کوئی چیز ان کی ملکیت میں ہےنہ ان کا ساجھا ہے اورنہ اللہ کو ان سے اپنے کاموں میں مدد لینے کی ضرورت ہے)

سورۂ زمرمیں فرمایا:

قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ہَلْ ہُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖٓ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ہَلْ ہُنَّ مُمْسِکٰتُ رَحْمَتِہٖ ۔ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ یَتَوَکَّلُ

الْمُتَوَكِّلُوْنَ (الزمر: ۳۸)

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ ان سے کہئے کہ تم بتاؤ جن کو تم اللہ کےسوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف دینا چاہے تو کیا وہ اس کو دور کرسکتے ہیں؟ یا اگر اللہ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا وہ اللہ کی رحمت کومجھ سےروک سکتے ہیں ؟(ہرگز نہیں!) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ مجھے کافی ہے اور بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں ۔

سورۂ شوریٰ میں فرمایا:

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ (الشوریٰ: ۹)

ترجمہ: کیا انہوں نے اللہ کے سوا کچھ کارساز بنائے ہیں؟ پس اللہ ہی سب کا کارساز ہے۔

نظام عالم کو قائم رکھنے والا صرف اللہ ہے

قرآن کہتا ہےکہ زمین وآسمان کے اس نظام کو بلاشرکت غیرے صرف اللہ ہی چلارہا ہے اور وہی اس کو تھامے ہوئے ہے، اگر وہ ایک لمحہ کےلئے اس کو چھوڑ دے تو کوئی دوسرا اس کو تھام نہیں

سکتا اور پھر ساری کائنات آن کی آن میں فنا کے گھاٹ اُترجائے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا۰ۥۚ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَـهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ۰ (فاطر: ۴۱)

ترجمہ: اللہ ہی تھامے ہوئے ہے آسمانوں اورزمین کو کہ ٹل نہ جائیں اور اگر وہ ٹل جائیں تو اسکے سو ا کوئی ان کو تھام نہیں سکتا۔

صرف اللہ زندۂ جاوید ہے، باقی سب فانی ہیں

قرآن مجید یہ بتلاتا ہےکہ اصلی اور ذاتی زندگی جس کو کبھی فنا نہیں ، صرف اللہ کی ہے اور اسکے سواجو ہستیاں ہیں ان سب کی زندگی مستعار ہے اورسب کو فنا کےگھاٹ سے گزر نا ہے۔ ارشاد ہے:

ھُوَالْحَیُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (المومن:۶۵)

ترجمہ: صرف وہی زندہ جاوید ہے، اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں۔

سورۂقصص میں فرمایا :

كُلُّ شَيْءٍ ہَالِكٌ اِلَّا وَجْہَہٗ۰ۭ (القصص: ۸۸)

ترجمہ: اس ذات کے سوا جو کچھ ہے سب فنا ہونےوالا ہے۔

صرف اللہ ہی عالم الغیب اور علیم کُل ہے

اسی طرح قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ یہ شان صرف اللہ ہی کی ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور غیب وشہود سب یکساں طور پر اسکے سامنے ہے، کسی کی کوئی بات اس سے پوشدہ نہیں ہے ارشاد ہے:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۰ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (البقرہ:۲۵۵)

ترجمہ: اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو بندوں کے سامنے حاضر ہے، اس سب کو بھی جانتا ہے جو ان کے پیچھے اور ان سے غائب ہے اور مخلوقات اور بندوں کا حال یہ ہے کہ وہ اس کے بےانتہاعلم میں سے ایک چیز کوبھی پوری طرح نہیں جان سکتے ، الایہ کہ کسی چیز کا علم وہ خودہی ان کو دینا چاہے

ایک جگہ ارشاد ہے:

لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۰ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۰ (الکہف: ۲۶)

ترجمہ: آسمان وزمین کے چھپے بھیدوں کا اسی کو علم ہے ،کیسا عجیب دیکھنے والا اور سننے والا ہے؟

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ (النمل: ۶۵)

ترجمہ: اے پیغمبر ! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے اور بتادیجئے کہ آسمان وزمین میں جو مخلوقات ہیں ،وہ غیب کا علم نہیں رکھتے بجزاللہ کے، بس وہی عالم الغیب ہے۔

ایک اور موقع پر فرمایا :

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۔ (الانعام: ۵۹)

ترجمہ: اللہ کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، اسکے سوا کوئی ان کی خبر نہیں رکھتا ہے (مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سواکسی کےپاس کوئی ایسا آلہ اور ذریعہ نہیں ، جس سے غیب کےمخفی بھیدوں کا علم حاصل ہوسکے ۔)

توحیدِ حقوق

ذات و صفات اور افعال واختیار ات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی بیان کرنے کے ساتھ قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ وہ حقوق میں بھی وحدہٗ لاشریک لہ ہے، بندوں پر جو حقوق اس کے ہیں، وہ اس کے سو اکسی کے نہیں ۔

حمد وستائش اسی کا حق ہے، وہی محبت اور خوف کےقابل ہے، وہی اس لائق ہےکہ

اس پر توکل اور آسرا کیا جائے اور اس سے لو لگائی جائے ، وہی اصلی آقا اور حاکم ہے کہ اس کا قانون مانا جائے ، یعنی بندوں کیلئے شریعت مقرر کرنا اسی کا حق ہے، وہی دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے، لہٰذا اسی سے دعا ئیں کی جائیں اور وہی الٰہ ومعبود ہے، لہٰذا اس کی اور صرف اسی کی عبادت کی جائے اوراس کے ساتھ کس کو شریک نہ کیا جائے ۔ اس سلسلے میں سنئے قرآن کا بیان :

صرف اللہ ہی لائق حمد وستائش ہے

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۰ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۰ (القصص:۷۰)

ترجمہ: اور وہی اللہ ہے، اس کے سواکوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں اور دنیا وآخرت میں صرف وہی حمد وستائش کا سز اوار ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا :

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۳۶ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۰ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الجاثیہ:۳۶تا۳۷)

ترجمہ: ساری حمد وستائش اللہ کیلئے

ہے جو آسمان وزمین اور ساری کائنات کا پروردگار ہے اور صرف اسی کیلئے عظمت وکبریائی اور بڑائی ہے آسمان وزمین میں اور وہی ہے زبر دست اور صاحب حکمت۔

اللہ ہی سب سے زیادہ محبت اور خوف کے قابل ہے

یعنی اپنے بے انتہا احسانات اور کمالات کے لحاظ سے وہی اس کا مستحق ہے کہ بندے سب سے زیادہ محبت اسی سے کریں اور سب سے زیادہ اسی سے ڈریں ۔

جن نادانوں اور گمراہوں نے اللہ کے سو اکچھ ہستیاں ایسی بنا رکھی ہیں جن سے وہ بندگی اور نیازمندی کاتعلق رکھتے ہیں اوران سے اللہ کےبرابر محبت کرتے ہیں، ان کے متعلق قرآن مجید کا بیان ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَہُمْ كَحُبِّ اللّٰہِ۰ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۰ (البقرہ:۱۶۵)

ترجمہ : اورکچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کےسوا دوسروں کو اس کا ہمسراور مقابل بناتے ہیں اور وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہئیے اور جواہل ایمان ہیں، وہ سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے رکھتے ہیں ۔

اور خوف کے متعلق ارشاد ہے:

فَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْہُ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (التوبہ: ۱۳)

ترجمہ: اگر تم مومن ہوتو اللہ ہی اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اور اس کا خوف کرو۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ (المائدہ: ۴۴)

ترجمہ: تم انسانوں سے خوف نہ کھاؤ ، بلکہ مجھ سے اور صرف مجھ سے ڈرو۔

وہی توکُل اور آسرا لگانے کے قابل ہے

ہُوَ مَوْلٰنَا۰ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (التوبہ: ۵۱)

ترجمہ:وہ اللہ ہمارا کارساز اور آقا ہے اور بس اسی اللہ پر ایمان والوں کو بھروسہ کرناچاہئے ۔

سورۂ حج میں فرمایا :

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ۰ ہُوَ مَوْلٰکُمْ۰ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ (الحج:۷۸)

ترجمہ: اور بس اللہ کا سہارا مضبوطی سے پکڑلو ، وہی تمہارا کارساز ہے اورجس کاکارساز اللہ ہوتو کیا ہی اچھا کارساز اور کیا ہی اچھا مدد گار ہے؟

سورہ مزمل میں فرمایا :

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا (المزمل:۹)

ترجمہ: وہ مشرق ومغرب کا مالک ہے، وہی معبود برحق ہے،اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، لہذا اسی کو اپنا کارساز بنالو اور حاجت اور ضرورت میں اسی کی طرف رجوع کرو۔

وہی حاکم ہے اور اسی کاحکم واجب العمل ہے

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا۔ (الانعام:۱۱۴)

ترجمہ: کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ دینے والا حکم تلاش کروں ، حالانکہ اس نے تمہاری طرف کتاب مفصل نازل کردی ہے۔

جونادان اللہ کے سوا بعض دوسری ہستیوں کی بتائی ہوئی باتوں کو ‘‘شریعت’’ بنالیتے ہیں اور ان کی پیروی ضروری سمجھتے ہیں، ان کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ۔ (الشوریٰ:۲۱)

ترجمہ: کیا ان کیلئے اورشریک ہیں جنھوں نے ان کے واسطے وہ دین اور وہ قانون مقرر کیا ہے، جس کاحکم اللہ نے نہیں دیا۔

توحید کے بارے میں قرآن مجید کا سب سے اہم مطالبہ

ہر مقصد کےلئے دعا اور مدد طلبی صرف اللہ سےاورہر عبادت صرف اسی کیلئے ہونی چاہئے

قرآن مجید نے توحید کے اس پہلو پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور یہ اس لئے کہ شرک میں مبتلا ہونے والی دنیا کی قومیں اور امتیں شرک فی الدعا ء اور شرک فی العبادہ ہی میں زیادہ تر مبتلا ہوئی ہیں اور ہمیشہ نا خدا شناس اور کم عقل انسانوں سے یہی شرک زیادہ ہو اکہ انہوں نے اللہ کے سوا اور ہستیوں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان سے دعا ئیں کیں، اپنی حاجتیں اور مرادیں ان سے مانگیں ، انہیں راضی اور خوش کرنے کےلئے طرح طرح سے انکی عبادت اور پوجا کی ، انکے آگے سجدے کئے ،انکے نام کی خیر خیرات کی اور ان کیلئے نذریں اور منتیں مانیں اور ہر آنکھ والا دیکھ سکتا ہے کہ بڑی مشرکانہ گمراہیوں میں آج بھی یہی گمراہی سب سے زیادہ عام ہے حتیٰ کہ مسلمان کہلانے والوں میں بھی ایک خاصی تعداد اس شرک میں مبتلا ہے۔

بہر حال شرک فی الدعا اور شرک فی العبادہ چونکہ سب سے بڑی مذہبی گمراہی

ہے اور ناخدا شناس انسان زیادہ تر اسی میں مبتلا ہوتے ہیں، اس لئے قرآن مجید نے توحید کے سلسلے میں توحید فی الدعا ء اور توحید فی العبادۃ پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ پہلے چند آیتیں توحید فی الدعا کے سلسلے کی پڑھ لیجئے ۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۰ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ (الرعد:۱۴)

ترجمہ: حاجتوں اور ضروتوں میں صرف اسی اللہ کو پکارنا سچا پکارنا ہے اور اسکے سواجن ہستیوں کو وہ مشرک پکار تے ہیں اور جن سے دعائیں کرتے ہیں، وہ ان کے کچھ بھی کام نہیں آسکتیں۔

اللہ کے سوا دوسری ہستیوں سے دعائیں کرنے والوں اور اپنی حاجتیں مانگنے والوں سے ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (الاعراف:۱۹۷)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن ہستیوں کو تم پکار تے ہو اور جن سے دعائیں کرتے ہواور مدد مانگتے ہو ، وہ تمہا ری کوئی مدد نہیں کرسکتے اوراپنی بھی مدد کرنے سے وہ عاجز اور بے بس ہیں (پس ان سے مدد مانگنا تمہاری کیسی

حماقت ہے؟)

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا (بنی اسرائیل:۵۶)

ترجمہ: اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہدوکہ تم نے اپنے خیال میں اللہ کے سواجن ہستیوں کومعبودو کارساز سمجھ رکھا ہے، انہیں اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں پکار کے دیکھو، نہ وہ تمہاری تکلیف دورکرنے کا اختیار رکھتے ہیں، نہ تمہاری حالت بدل سکتے ہیں۔

ایک جگہ ارشادہے:

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ (المومنون: ۱۱۷)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کے سوا کسی دوسرے من گھڑت معبود کو پکارتاہے، اسکے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں ہےاور اس کا حساب اسکے پروردگار کے حضور ہونا ہے، یقینًا کفر کرنے والے کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔

ایک جگہ ہے:

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ

(الشعراء: ۲۱۳)

ترجمہ: مت پکار واللہ کے سوا کسی دوسرے فرضی اور من گھڑت معبود کو! (اگر ایسا کروگے) تو تم ہوجاؤ گے عذاب پانے والوں میں سے ۔

رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرکے ایک جگہ ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِہٖٓ اَحَدًا (الجن: ۲۰)

ترجمہ: اے پیغمبر ﷺ! کہدو کہ میں تو صرف اپنے پرور دگار کو پکارتا ہوں ، اسی سے دعا کرتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ ہَالِكٌ اِلَّا وَجْہَہٗ ۭ (القصص:۲۸)

ترجمہ: اور مت پکارو اللہ کے ساتھ اور فرضی اور من گھڑت الٰہ کو ۔صرف اللہ ہی الٰہ حق ہے، اسکے سوا کوئی الٰہ نہیں ، اس کی پاک ذات کے علاوہ جو کچھ اس عالم موجودات میں ہے، سب فانی ہے۔

اس آیت میں قرآن پاک نے غور وفکر کرنے والوں اور سمجھنے والوں کیلئے ایک بڑا عام فہم استدلالی ارشاد کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ

اللہ کے سوا جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے ، باقی رہنے والی او رکبھی نہ فنا ہونے والی ہستی صرف اللہ کی ہے، جو سب کاخالق اور پرور دگار ہے اور اللہ کےسوا دوسری ہستیوں کو حاجت روا اور کارساز سمجھ کران سے دعا ئیں کرنے والے اور مُرادیں مانگنے والے جاہل مشرکین بھی اس حقیقت کو جانتے اور مانتے ہیں کہ سدارہنے والی ذات صرف اللہ ہی کی ہےاور باقی سب فانی ہیں۔ پس قرآن کہتا ہے کہ جن ہستیوں کے متعلق تم خود جانتے ہوکہ وہ اپنے وجود اور اپنی حیات میں بھی مختار نہیں اور اپنے کو موت اور فنا سے بچالینا بھی جن کے بس میں نہیں ، سو چو کہ ان کو کار ساز اور حاجت روا سمجھ کر ان سے مدد مانگنا اور ان کو پکارنا کتنی بڑی حماقت ہے۔

پس جو لوگ بتوں کو یا نیک اور مقدس روحوں کو یا گزرے ہوئے پیروں یا پیغمبروں کو اپنی مدد کیلئے پکار تے ہیں اور اپنی حاجتوں میں ان سے دعا ئیں کرتے ہیں(حالانکہ جانتے ہیں کہ یہ سب فانی ہستیاں ہیں)، وہ سوچیں کہ وہ کیسی احمقانہ حرکت کرتے ہیں اور اپنے کو وہ کتنی گہری پستی میں گراتے ہیں۔

یہ چند آیتیں توحید فی الدعا ءکےسلسلہ کی تھیں ، اب توحید فی العبادہ کے متعلق

بھی چند آیتیں پڑھ لیجئے ۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (بنی اسرائیل : ۲۳)

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار کا قطعی حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

ایک جگہ حکم ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْـــًٔـا (النساء: ۳۶)

ترجمہ: بس اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو!

چونکہ اللہ کے سوا جن ہستیوں اورجن فرضی معبودوں کی عبادت کی جاتی ہے وہ اس غلط فہمی کی وجہ سے کی جاتی ہےکہ یہ ہستیاں بناؤبگاڑ اورنفع ونقصان کا کچھ اختیار رکھتی ہیں ۔ اس لئے قرآن مجید نے بہت سے مقامات پر اس صراحت کےساتھ شرک فی العبادہ سے روکا ہے کہ تم جن کی عبادت کرتے ہو، وہ بالکل عاجز وبے بس ہیں، نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں، نہ بناسکتے ہیں۔ چنانچہ ایک ارشاد ہے:

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۰ وَاللّٰہُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (المائدہ: ۷۲)

ترجمہ: اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو، کیا تم اللہ کے سواایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہو ، جن کے قبضہ میں

تمہارا نفع و نقصان کچھ بھی نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔(لہٰذا تمیں اس کی پکڑاور اس کے عذاب سے بے خوف نہیں رہنا چاہئے ۔)

ایک دوسری جگہ ان ہی مشرکین کے متعلق ارشاد ہے:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (النحل: ٧٣)

ترجمہ: اللہ کے سوا ان ہستیوں کی یہ عبادت کرتے ہیں جنہیں آسمان وزمین میں سے رزق دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں اور نہ ان کو کچھ قدرت ہے۔

قرآن مجیدیہ بھی بیان کرتا ہےکہ جو قومیں اور امتیں شرک میں مبتلا ہوئیں اور انہوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو بھی اپنا معبود بنایا ، ان کے نبیوں اور ان میں آنے والے اللہ کے سچے ہادیوں نے ان کو ہرگز اس شرک کی تعلیم نہیں دی تھی، بلکہ خالص توحید ہی کی تلقین کی تھی ، ارشاد ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (التوبہ : ٣١)

ترجمہ: انہیں (اگلے پیغمبروں اور اگلی

کتابوں کے ذریعے) جو حکم دیا گیا، وہ اسکے سوا کچھ نہیں تھا کہ صرف ایک معبود کی عبادت اور بندگی کریں ، اسکے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لا ئق نہیں ، وہ پاک ہے انکے شرک سے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا :

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۝۰ۚ(النحل: ۳۶)

ترجمہ: اور بھیجا ہم نے ہر قوم میں اپنا پیغامبر (اسی دعوت اور اسی پیام کےساتھ) کہ صرف اللہ کی عبادت کرو جو سچا معبود ہے اور جھوٹے خدا کی عبادت اور بندگی سے بچو۔

ایک اور جگہ فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (الانبیاء:۲۵)

ترجمہ: اورجو پیغمبربھی ہم نے تم سے پہلے بھیجا ،اس کی طرف یہی وحی ہم نے کی اوراس کو یہی پیام دیا کہ میرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے، لہٰذا صر ف میری ہی عبادت اور بندگی کرو۔

اس ا جمالی بیان کےعلاوہ جن انبیا ء علیھم السلام کی دعوت وتعلیم کا قرآن

مجید میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے ، قرآن نے انکے متعلق صراحت اور وضاحت سے بیان کیا ہے کہ ا ن سب نے پہلی بات اپنی قوم سے یہی کی کہ تمہاری عبادت اور بندگی کا مستحق صرف ایک اللہ ہے، بس اسی کی عبادت کرو اور اسکے سواکسی دوسرے کی عبادت نہ کرو۔

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ ۔اور اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَيْرُہٗ

قرآن کا بیان ہے کہ یہی بات نوح ؑ نے کہی ،یہی ہودؑ نےکہی، یہی شعیب ؑ نےکہی ، یہی ابراہیم ؑ نے اور ان کے بعد آنے والے پیغمبر وں نے کہی۔

عیسائیوں نے تثلیث کا عقیدہ گھڑا اور حضرت مسیح اور روح القدس کو اور بعض نے حضرت مسیح اور انکی والدہ مریم صدیقہ کو خدا ئی میں شریک کیا اور اللہ کے اس پاک پیغمبر پر یہ تہمت دھری کہ اسی نے ہمیں یہ تعلیم دی تھی ۔قرآن مجید نے جا بجا اسکو رد کیا اور بتا یا کہ اللہ کے دوسرے سب نبیوں و رسولوں کی طرح ہمارے بندے اور پیغمبر مسیح ؑ نےبھی توحید ی کی تعلیم دی تھی ،اس نے اپنی قوم سے صاف کہا تھا:

وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّہٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَيْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰىہُ ۔

النَّارُ ۰ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (المائدہ: ۷۲)

ترجمہ: اور مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل !صرف اللہ کی عبادت اور بندگی کرو، جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے، بلاشبہ جس کسی نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس پر اللہ نے جنت حرام کردی اوراس کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی حامی ومددگار نہ ہوگا۔

دوسری جگہ سورۂ آل عمران میں بیان فرمایا گیا ہے کہ :

حضرت مسیح نے جب اللہ کے رسول کی حیثیت سے اپنی قوم کے سامنے اپنے کو پیش کیا اور فرمایا کہ میں اللہ کے حکم سے کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کرسکتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرسکتا ہوں اور فلاں فلاں معجزہ دکھا سکتا ہوں تو ساتھ ہی صاف صاف یہ بھی ا ن سے کہہ دیا کہ میں خدا نہیں ہوں ، بلکہ اسی اللہ کا بندہ ہوں جس کے تم بندے ہواور میرا رب اور پرور دگار وہی ہے جو تمہارا رب اور پروردگار ہے اور تنہاوہی عبادت اور بندگی کا مستحق ہے، میں تم کو اسی کی عبادت اور بندگی کی دعوت دیتاہوں، یہی راہ نجات ہے۔ قرآن

مجید نے اس موقع پرحضرت مسیح علیہ السلام کے جو الفاظ نقل کئے ہیں ،وہ یہ ہیں:

اِنَّ اللہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ۰ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (آل عمران: ۵۱)

ترجمہ: اس حقیقت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہےکہ اللہ ہی میرا رب ہے اور وہی تمہارارب ہے اور ہم سب اسکے بندے ہیں پس تم کو اسی کی عبادت کرنی چاہئے ، یہی صراط مستقیم ہے۔

بہر حال قرآن مجید نے توحید کے ہر پہلو پر پورا پورا زور دیا ہے اور کسی قسم کےشرک کیلئے قطعًا کوئی گنجائش نہیں چھوڑ ی ہے اور خاص طور پر توحید فی الدعاء اور توحید فی العبادہ پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے اور جیساکہ عرض کیا گیا یہ اس لئے کہ ہمیشہ سے مذہبی دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ عام گمراہی شرک فی الدعاء اور شرک فی العبادہ ہی رہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے بالکل شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کےچھوٹے چھوٹے تین جملوں کےبعد چوتھے جملہ یعنی چوتھی آیہ(اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ) میں پہلا اقرار ہر قرآن پڑھنے والے سے یہ لیا جاتاہےکہ‘‘ وہ اللہ

کے سوا کبھی کسی اور ہستی کی عبادت نہیں کریگا اور کبھی کسی اور کو صاحب اختیار اور حاجت روا سمجھ کر اس سے مدد طلب نہیں کریگا اور دعا نہیں ما نگے گا‘‘

اور ایک جگہ تو اس توحید فی العبادہ اور توحید فی الدعا ءکی تعلیم کو قرآن مجید نے اس حیثیت سے پیش کیا ہے کہ گویا یہی قرآن اور قرآ ن لانے والے اللہ کے آخری پیغمبر کی اصل دعوت ہے اور یہی گویا دینی دعوت کا اصل مقصد ومدّعا اور مرکز ی نقطہ ہے۔ پڑھئے سورۂ یونس کے آخری رکوع کی یہ آیتیں :

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِىْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۱۰۴ۙ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۱۰۵ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۱۰۶ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَاۗدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (یونس: ۱۰۴ تا۱۰۷)

ترجمہ: اے پیغمبر ! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمھیں میرے دین اور میرے طریقے کے بارے میں کوئی شک و شبہ ہے، توسن لو میں صاف کہتا

ہوں (میرا دین اورمیرا طریقہ یہ ہے
کہ) اللہ کے سوا تم جن ہستیوں کی
عبادات اور پرستش کرتے ہو، میں ان
کی عبادت نہیں کرتا ، بلکہ میں صرف
اللہ کی عبادت کرتاہوں ، جوتم پر
موت طاری کرتاہے اور مجھے اسی اللہ
کا حکم ہے کہ میں ایمان والوں کےزمرے
میں ہوجاؤں اور یہ کہ سیدھا کرواپنا
رخ اللہ کی اطاعت اور عبادت کیلئے اور
ہرگز نہ ہو مشرکوں میں سے اور نہ
پکارو اللہ کے سوا ان ہستیوں کو جو نہ
تمہیں کوئی نفع پہنچاسکتی ہیں اور
نہ کوئی تکلیف دے سکتی ہیں اور اگر
تم نے ایسا کیاتو پھر تم ظالموں میں
سے ہوجاؤ گے اور یقین کروکہ اگر
اللہ تمھیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اللہ
کے سوا کوئی اس کو دور کرسکنے والا
نہیں اور اگر وہ تمہارے لئے کسی
بھلائی کا ارادہ کرے اور اپنی رحمت سے
نواز نا چاہے تو اسکے فضل وکرم کو
روک سکنے ولا کوئی نہیں ، وہ اپنے
بندوں میں سے جس کو چاہے نوازے اور
نصیب فرمائے ، وہ بہت بخشنے والا اور
بڑا مہربان ہے۔

ان آیتوں میں قرآن کہلانے والے پیغمبر (ﷺ)
سے اعلان کرایا گیا ہےکہ میرادین اور میرا

طریقہ جس کی طرف اے لوگو! میں تم سب کوبھی دعوت دیتا ہوں ، اس کا بنیادی اصول اور خاص مرکز ی نقطہ بس یہ ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور صرف اس کو سب کے نفع ونقصان اور خیر وشر اور بناؤ و بگاڑکامالک ومختار یقین کرتے ہوئے اپنی حاجتوں اور پریشانیوں میں صرف اسی کو پکاراجائے، اسی سے مدد مانگی جائے اور اسی سے دعا کی جائے اور اس معاملہ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے ۔

توحید کا آخری تکمیلی سبق

توحید کے متعلق قرآن مجید کی جو تعلیم یہاں تک پیش کی گئی ہے، وہ بھی یقیناً قرآن مجید کا اور اسلام کا امتیاز ہے اوراس دنیا کے کسی دوسرے دینی صحیفہ اور کسی ہدایت نامہ میں اورکسی ہادی اور پیشوا کی تعلیم میں توحید کا ایسا جامع اورمکمل درس جہاں تک ہمیں علم ہے،موجود نہیں ہے۔ لیکن قرآن نے اس سب سے بھی آگے بڑھ کر تعلیمِ توحید کے سلسلہ میں ایک اور ایسی بات کہی ہے جس کو‘‘ توحیدکا آخری تکمیلی سبق’’ کہاجاسکتا ہے۔

سورۂ انعام ۂ آخری رکوع میں خود قرآن کے لانے والے رسول (ﷺ) کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا گیا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۱۶۲ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (الانعام: ۱۶۲تا۱۶۳)

ترجمہ: آپ اعلان کیجئے کہ میری نماز اور میری ہر قسم کی عبادت اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کےلئے ہے ، جس کاکوئی شریک نہیں ، مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اورمیں سب سے پہلے سرِ اطاعت خم کرنے والا ہوں ۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ سے اعلان کرایا گیا ہےکہ:

میری نماز اور میری ساری عبادات صرف اللہ کیلئے ہیں اور اسی طرح میری پوری زندگی اورمیری موت بھی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہی کیلئے ہے اورمجھے اسی کا حکم ہے کہ نماز وعبادت کی طرح میری ساری زندگی ،بلکہ میری موت بھی اللہ کیلئے ہو، میں جو کچھ کروں،اسی کیلئے اور اسی کے حکم کے مطابق کروں اور اسی کی فرمانبردای میں جیوں اور مروں اور اپنے مالک کےاس حکم پر میں سب سے پہلے اپنا سرِ اطاعت جھکاتا ہوں اور زندگی کا ہر لمحہ اس کی رضاجوئی اور اسی کی عبدیت وبندگی میں گزار نے کا فیصلہ کرتاہوں ۔

بلاشبہ توحید کا اعلی درجہ یہی ہےکہ بندہ

اپنے آپ کو کلّی طور پر اللہ کی عبدیت میں دے دے ہوے طے کرلےکہ میں اور میری موت وحیات اور میرا سب کچھ بس اللہ کیلئے ہے، اسی کے واسطے اوراسی کےحکم پر جینا اورمرنا ہے۔ قرآن مجید میں توحید کےاس آخری اور تکمیلی سبق کےلئے جو یہ پیرایہ اختیار کیاگیا کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے متعلق یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا تو اس میں ایک خاص حکمت اور مصلحت غالبًا یہ بھی ہے کہ جب کوئی پیغمبر خود اپنی ہی زبان سے دنیا کو اپنے متعلق یہ بتلائے کہ میری ساری نیا ز مندیاں اور عبادت گزاریاں اللہ ہی کےلئے ہیں اورمیرا جینا مرنا بھی اسی کے واسطے ہے اورمیں سب سے پہلے اس کے ہر حکم پر سراطاعت خم کرنے والا ہوں یعنی بندگی اور سر افگندگی کےوصف میں بھی سب سے آگے اور سب کا پیشروہوں تو پھر کسی اورکیلئے اس کی بالکل گنجائش نہیں رہتی کہ وہ اس پیغمبر کو خدا یا خدائی میں شریک سمجھے ۔

یہ واقعہ ہےکہ محمد ﷺ کو خاتم الانبیاء اور دسید الرسل ماننے والی امت کیلئے توحید کےباب میں سب سے بڑا خطرہ یہی تھاکہ آپ کے غیر معمولی کمالات اور معجزات سے مبہوت ہوکر عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کوبھی خدا یا شریک خدا سمجھ لیا

جاتا ،اسی لئے قرآن مجید میں آپ کی عبدیت وبشریت اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کی نیاز مندی اور سرافگندگی کو جابجا اجاکر کیا گیا ہے اور اس کیلئے اکثر مقامات پر یہی پیرایۂ بیان اختیار کیا گیا ہےکہ خود آپ کی زبان سے اس کا اعلان واظہار کرایا گیاہے۔کہیں ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۰ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ (حٰمٓ سجدہ: ۶)

ترجمہ: اے رسول ! آپ اعلان فرمادیجئے کہ میں بھی بس تم جیسا ایک انسان ہوں ، میری طرف اللہ کی طرف سے یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے بس اسی کی طرف سیدھ باندھ لو اور اس سے بخشش طلب کرو اور مشرکوں کےلئے بڑی خرابی ہے۔

کہیں ارشاد ہے:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل : ۹۳)

ترجمہ: اے پیغمبر ! آپ ان کو کہیئے کہ پاک ہے میرا پروردگار (اسے سب کچھ قدرت ہے) اور میں تو بس ایک آدمی ہوں اللہ کا پیغام دینے والا ۔

کہیں ارشاد فرمایا گیا :

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا۲۱ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللہِ اَحَدٌ۰ۥۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا۲۲ (الجن: ۲۱تا۲۲)

ترجمہ: اے پیغمبر ! آپ اعلان کردیجئے کہ میں اختیار نہیں رکھتا تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا اور نہ کسی بھلا ئی سے ہمکنار کرنے کا (اور) اعلان کردیجئے کہ (اللہ اگر مجھے پکڑنا چا ہے تو) ہرگز نہیں بچاسکتا کوئی مجھے اللہ کی گرفت سے اورنہ ہرگز میں اسکے دامن رحمت کے سوا کہیں پنا ہ پاسکتا ہوں۔

اور جگہ حکم فرمایا گیا:

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللہُ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ۰ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْۗءُ۰ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ (الاعراف: ۱۸۸)

ترجمہ: اے پیغمبر !آپ اعلان کردیجئے کہ میں تو خود اپنی جان کے نفع اورنقصان کابھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا چاہے اوراگر میں غیب دان ہوتا تو بہت سے منافع سمیٹ لیا کرتا اور مجھے کوئی گزند زندگی میں نہ چھوتا، میں تو بس عذاب کے خطرے سےخبردار کرنے والا اور بشارت سنانے

والا ہوں ۔

امت محمدی کو شرک کے اس خطرے سے بچانے کے لئے قرآن کریم میں ایک خاص اہتمام یہ بھی کیا گیا ہے کہ جن جن مقامات پر رسول ﷺ کے غیر معمولی کمالات اور خاص الخاص بلند یوں کا ذکر آیا ہے، وہاں خصوصیت سے آ پ کے لئے عبد(بندہ) کالفظ بولا گیا ہے۔چنانچہ معراج میں جو انتہائی ترقی اوربلندی آپ کو حاصل ہوئی (جو آپ کےسواکسی نبی اورکسی فرشتے کوبھی حاصل نہیں ہوئی) اسکو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا (بنی اسرائیل : ۱)

ترجمہ: پاک ذات ہے وہ جو رات میں لے گیا اپنے بندے کو۔

اسی سفر معراج کے سلسلے میں جہاں سورۂ النجم میں مقام '' قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی'' تک رسول اللہ ﷺ کا پہنچنا ذکر کیا گیا ہے، وہاں بھی ''فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی '' فرماکر مقام عبدیت کو یاد دلایا گیا ہے ۔اس موقع پریہ بات بھی ذکر کرنے کےلائق ہے کہ شہادت کے جس کلمہ کو اسلام کی بنیاد قرار دیاگیا ہے یعنی '' اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشهد ان محمدً ا عبدٗ ورسولَ اس میں جس

طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت اور اس کا اعلان واقرار ہے، اسی طرح اس حقیقت کا بھی اعلان واقرار ہے کہ محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت کے ساتھ آپ کی عبدیت اور بندگی کی شہادت بھی جزوایمان قرار دی گئی ہے،جس کے بغیر کوئی آدمی مسلمان ہی نہیں ہوسکتا ۔

ا ن اوراق میں اگر چہ صرف قرآنی دعوت وتعلیم پیش کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے لیکن اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کے بعض وہ ارشادات بھی نقل کردینے کا بے اختیار جی چاہتا ہے جن میں آپ نے عبدیت کا بے لاگ اظہار فرمایا ہے اور امت کو اس گمراہی سے بچانے کی امکانی کوشش فرمائی ہے جس میں آپ سے پہلے پیغمبر حضرت مسیح علیہ السلام کی امت اور بعض دوسری امتیں مبتلاہوئیں ۔ آپ کا مشہور ارشاد ہے:

لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبداللہ ورسولہ (رواہ البخاری ومسلم عن عو بحوالہ مشکواۃ شریف کتاب الادب)

ترجمہ: عیسائیوں نے جس طرح عیسیٰ ابن مریم ؑ کو حد سے بڑھا یا ، خبردار! تم میرے ساتھ ایسا نہ کرنا! میں بس اللہ کا بندہ ہوں ، اس لئے (مجھے بندگی اور پیغمبر ی ہی کے مقام پر رکھنا

اور) اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہنا ۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک موقع پر اپنے صحابہ کو تاکید فرمائی :

لاترفعونی فوق حقی فان اللہ تعالیٰ قد اتخذنی عبدا قبل ان یتخذنی رسولا (رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک بحوالہ کنز العمال ج ۱ص ۲۲)

ترجمہ: مجھ کو میرے اصل مرتبہ سے مت بڑھا ؤ ،اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسو ل قرار دینے سے پہلے بندہ بنا یا ہے۔ (پس میں رسول ہونے کے بعد بھی بندہ ہوں)

ایک موقع پر بعض صحابہ سے اظہار عظمت وعقیدت میں کچھ بے اعتدالی اور لغزش ہوگئی تو آپ نےسخت تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا:

لایستہوینکم الشیطان انا محمد بن عبداللہ عبداللہ ورسولہ ما احب ان ترفعونی فوق منزلی التی انزلنی اللہ (رواہ احمدوعبدبن حمید وسعید بن منصورو البیہقی فی شعب الایمان بحوالہ کنز العمال ج ۲ص ۳۲)

ترجمہ: لوگو !تمہیں شیطان گمراہ نہ کردے ، میں عبداللہ کابیٹا محمد ہوں ،اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ، مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ تم مجھے میرے اس مرتبہ سے اوپر اٹھاؤ

جہاں اللہ نے مجھے رکھا ہے۔

ایک دفعہ کسی صحابی کی زبان سے سلسلۂ کلام میں نکل گیا: ‘‘ماشاء اللہ وشئت ’’ (یعنی وہ ہوگا جو اللہ چاہئے اور جو آپ چاہیں)آپ اس پر سخت برہم ہوئے او ر فرمایا : جعلتنی للہ ندا بل ماشاء اللہ وحدہٗ(رواہ الطبرانی فی الکبیر بحوالہ کنزالعمال ج۲ص۱۳۳)

“تم مجھ نےکو خدا کے برابر کردیا ، یوں نہیں بلکہ یوں کہوں کہ جو تنہا خدا چاہے ،وہ ہوگاہ ”

آپ کے سامنے بعض اگلی امتوں کایہ تجربہ تھا کہ اللہ کےجن نبیوں نے زندگی بھر توحید کی راہ میں جدوجہد کی اور شرک کی بیخ کنی میں اپنی عمر صرف کردی، ان ہی کے امتیوں نے ان پیغمبروں کی وفات کے بعد ان کی قبروں کو سجدہ گاہ اور پناہ معبود بنالیا ، اس لئے آپ نے پہلے سے آگاہی دی اور پیش بندی فرمائی:

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیا ءِ ہم مساجد، فلاتتخذوا القبور مساجد، انی انہاکم عن ذالک(رواہ مسلم عن جندب بن عبداللہ)

ترجمہ: تم سے پہلے بعض امتوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا تھا، دیکھو!تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنا لینا ، میں تم کو صاف صاف اس سے منع

کرتاہوں۔

اور وفات سےکچھ ہی پہلے اپنے آخری مرض میں خدا سے دعافرمائی :

اللہم لاتجعل قبری وثنا یعبد! اشتد غضب اللہ علیٰ قوم اتخذو قبور انبیاءِ ہم مساجدَ۔ (موطا امام مالک)

ترجمہ: اے میرے اللہ ! ایسا نہ ہو کہ میری قبربت کے مانند ہوجائے جس کی لوگ پرستش اور پوجاکریں۔ اللہ کا سخت غضب ان لوگوں پر ہو اہے جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا ۔

اللہ کی طرف سے قرآن لانے والے رسول ﷺ کے یہ سارے ارشادات اور اپنی پرستش کےامکانات کو قطعی طورپر ختم کرنے کیلئے آپ کی یہ صریح تنبیہات اور تاکید ات در اصل قرآن مجید ہی کی تعلیم توحید کی تشریح وتفسیر ہیں ،اللہ تعالیٰ اپنے اس پاک پیغمبر پر اپنی بے انتہا رحمتیں نازل فرمائے جس نے توحید کی تعلیم کواس قدر صاف اور اُجلاکرکے دنیا کےسامنے پیش کیا اور شرک کے ہر امکانی راستے کو بند کیا ۔

شرک اور مشرکین کی سخت مذمت اوران سے اعلان بیزاری

قرآن مجید نے دعوت توحید کےسلسلے میں

بہت سے مقامات پر یہ پیرایہ بھی اختیار کیا ہے کہ توحید کی تعلیم سے بغاوت کرنے والے مشرکین اور انکے شرک کے نہایت بُرے انجام سے لوگوں کو ڈرایا ہے اور ان سے اللہ تعالیٰ کی انتہائی ناراضی اور بیزاری کا اعلان فرمایا ہے، اس سلسلے کی بھی چند آیتیں پڑھ لیجئے۔ سورۂ نساء میں فرمایا :

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (النساء :۱۱۶)

ترجمہ: اللہ معاف نہیں کرے گا اور نہیں بخشے گا اس گناہ کو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور معاف کردے گا اس کے سوا دوسرے گناہ جس کو چاہے۔

اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ ۰ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (المائدہ: ۷۲)

ترجمہ: یہ بات یقینی ہے کہ جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اوراس کا مستقل ٹھکانا دوزخ ہی ہے اوران ظالموں کاکوئی حمایتی اور مددگار نہیں (جو ان کو عذاب سے چھڑا سکے۔)

اور اسی واسطے ہ کہ شرک قطعًا ناقابل معانی جرم ہے اور ہر مشرک کیلئے جہنم میں پھینکے جانے کاقطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔خود

رسول اللہ ﷺ کو اور سب ایمان والوں کو یہ حکم سنایاگیا کہ خبر دار! کسی مشرک کیلئے اللہ سے مغفرت اور بخشش کی دعا بھی نہ کرو، اللہ ان ظالموں، ناپاکوں کے حق میں بخشش کی دعا نہیں سننا چاہتا۔ فرمایا گیا:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى (التوبہ : ۱۱۳)

ترجمہ: پیغمبر کو اور ایمان والوں کو نہیں چاہئے کہ وہ مشرکوں کے حق میں مغفرت اور بخشش کی دعاکریں ، اگر چہ وہ ان کے عزیزو قریب ہی کیوں نہ ہوں ۔

اور اسی سورہ توبہ میں دوسری جگہ فرمایا گیا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ: ۲۸)

ترجمہ: اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے ناپاک اور پلید ہیں۔

اور اسی سورۃ میں اعلان فرمایا گیا:

اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (التوبہ: ۳)

ترجمہ : اللہ بری اوربیزار ہے سارے مشرکوں سے اوراس کا رسول بھی بیزار ہے۔

قرآن مجید کی دعوتِ توحید کے سلسلہ میں اگر چہ ہم نے زیادہ اختصار سے کام نہیں لیا ہے لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ جو

کچھ ان اوراق میں توحیدکے سلسلے میں لکھا گیا اور جو کچھ ناظرین نے اس سے سمجھا ، اس کو قرآن کے بیا نِ توحید کا ‘‘مشتے نمونہ از خروارے ’’ کہنا بھی مشکل ہے۔

اللہ نےجس کو قرآن فہمی کی دولت نصیب فرما ئی ہے، وہ براہ راست قرآن مجید میں تدبر کرکے ہی اسکی دعوت توحید کے زور وقوت اوراسکی وسعتوں اور لطافتوں کو سمجھ سکتا ہے بلکہ وہ بھی جب تک اور جہاں تک غور کرتا رہے گا، اسکو یہی محسوس ہوتا رہے گا کہ اب تک میں نے جو کچھ سمجھا، قرآن میں اس سے بہت زیادہ ہے۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ
سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی
ودریا ہمچناں باقی!

آخرت

قرآن مجید جن حقیقتوں کو ماننے، قبول کرنے اور اُن پر ایمان لانے کی پورے زور سے دعوت دیتا ہے اور ان کو زندگی کی بنیاد بنانے پر پوری شدّت کے ساتھ اصرار کرتا ہے، ان میں خدا کی ہستی اور اس کی صفات اور توحید کے بعد آخرت کا مسئلہ ہے۔

یعنی قرآن مجید کہتا ہے کہ جس طرح اپنے سر کی آنکھوں سے خدا کو نہ دیکھنے اور اپنے کانوں سے اس کی آواز نہ سننے کے با وجود تمہارے نزدیک خدا کی ہستی اور اس کا ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کی سلیم فطرت انکار نہیں کر سکتی، اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اس دنیوی زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے اور وہ زندگی اس دنیوی زندگی کی طرح عارضی اور چند روزہ کی نہیں بلکہ دوامی ہے اور ہر حیثیت سے اس زندگی کے مقابلے میں ہزاروں لاکھوں گنا بڑھی چڑھی ہے اور اُس زندگی میں ہمیں ہماری اس دنیوی

زندگی کی نیکیوں اور بد اعمالیوں کی جزا اور سزا ملے گی۔

خدا کی ہستی اور اس کی صفات کی طرح آخرت کا مسئلہ بھی چونکہ دین و مذہب کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اللہ کے سارے پیغمبروں اور اس کی نازل کی ہوئی سب کتابوں نے آخرت کو ماننے اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دی اور قرآن مجید چونکہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اس لئےاس میں تو آخرت کے مسئلہ پر اتنا زور دیا گیا اور مختلف پہلوؤں سے اس پر اتنی روشنی ڈالی گئی کہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا بہت زیادہ حصہ آخرت ہی کے بیان سے متعلق ہے۔

قرآن مجید آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دینے کے ساتھ غور و فکر کرنے والے انسانوں کو یہ بھی بتلاتا ہے کہ آخرت کیو ں ضروری ہے اور اس کا انکار کتنی سنگین گمراہی ہے اور اس کے کیا نتائج ہیں اور اس کے بارے میں جو شبہات جاہلوں اور ناخداشناسوں کو ہوتےہیں وہ کس قدر سفیہانہ اور احمقانہ شبہات ہیں ۔

پھر قرآن مجید کسی قدر تفصیل سے یہ بھی بتلاتا ہے کہ آخرت میں کیا کیا سامنے آنے والا ہے، نیکو کاروں اور اللہ کے فرمانبرداروں کو کیا کیا انعامات ملنے والے ہیں اور ان کے لئےخوش عیشی اور لذّت اندوزی کے وہاں کیا

کیا سامان ہیں اور بدکاروں اور خدا کے نافرمانوں کے لئے وہاں کیسے لرزہ خیز عذاب ہیں، جنت میں کیسی کیسی لذتیں اور بہاریں اور دوزخ میں کیسی کیسی ہوش رُبا تکلیفیں اور دردناک سزائیں ہیں؟

آخرت کیوں ضروری ہے؟

سب سے پہلے آخرت کے ضروری اور یقینی ہونے کے متعلق قرآن مجید کا بیان سنئے: قرآن کہتا ہے کہ اگر زندگی اسی دنیا پر ختم ہو جائے اور اس کے بعد کوئی اور زندگی نہ ہو تو پھر یہ سارا کارخانۂ عالم بالکل بے مقصد ہنگامہ اور بے معنی تماشہ اور اپنے پیدا کرنے والے کا ایک عبث فعل ٹھہرا اور پھر اس کی تخلیق کی کوئی ایسی توجیہ نہیں کی جا سکتی جو اس علیم و حکیم خالق کے شایان شان ہو۔

اس کو ذرا تفصیل سے یوں سمجھئے کہ ذرا ساغور و فکر کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس پورے کارخانۂ عالم میں بنی نوع انسان کی حیثیت اور اس کا درجہ وہی ہے جو ایک گھر میں گھر والے آدمی کا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح گھر میں گھر کے آدمیوں کے علاوہ بہت سی چیزیں ہوتی ہیں، مثلاً کھانے پینے کی چیزیں، پہننے کے کپڑے، فرش فروش ، تخت قالین، پلنگ بسترے،

الماریاں ،میز ،کرسی، آئینے اور دوسرے زینت و آرائش کے سامان، اسی طرح کھانے پینے کے برتن ،روشنی کے لئےبجلی کے قمقمے یا لیمپ وغیرہ ،سواری کے لئےسائیکل، موٹر یا سواری کے جانور، جی بہلانے کے لئےطوطا، مینا ،کبوتر جیسے پرندے یا بلی اورکتے، علیٰھذا بچوں کے قسم قسم کے کھیل کھلونےلیکن ان میں سے کوئی چیز بھی خود مقصود نہیں بلکہ ہر چیز گھر میں اس لئےرکھی جاتی ہے کہ انسان اُس سے کام لے۔ خواہ وہ جی بہلانے کا یا گھر کی زینت و آرائش کا یا بچوں کے کھیلنے ہی کا کام کیوں نہ ہو۔ پس اسی طرح اس پورے کارخانۂ عالم میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے سوا یہاں جو کچھ بھی ہے، زمین، پہاڑ ،ہوا، پانی، دریا، نہریں، چاند، سورج ،چرند پرند، نباتات ،معدنیات سب کی سب انسان کے لئےہیں گو یا اس پوری کائنات میں اصل مقصود صرف انسان ہے اور زمین و آسمان کا یہ سارا کارخانہ صرف انسان کے لئےوجود میں لایا گیا ہے۔ اور یہ ایک بالکل کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ انسان کی اس دنیا کی یہ چند روزہ زندگی خواب و خیال سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیاور پھر فی صدی ایک دو بھی تو ایسے نہیں ہیں جو اپنی اس زندگی سے خوش اور مطمئن ہوں، بلکہ اس نا چیز راقم سطور کا خیال ہے کہ

اگر آخرت کی وہ زندگی نہ ہوتی جس کی اطلاع انبیاء علیہم السلام نے دی ہے اور قرآن مجید نے جس کو پوری تفصیل سے بیان کیا ہے تو پھر انسانوں کے لئےاس دنیا میں پیدا ہونے سے ہزاروں درجے بہتر یہ تھا کہ وہ سرے سے پیدا ہی نہیں کئے جاتے بلکہ اس سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھ کے کہتا ہوں کہ اگر آخرت کی زندگی پر ایمان نہ ہوتا تو میں اپنے پیدا کئے جانے پر احتجاج کرتا اور یہاں کی ہزارو ں فکروں اور پریشانیوں والی اس چند روزہ زندگی کے مقابلہ میں صرف اپنے ہی لئےنہیں بلکہ سب انسانوں کے لئےمیں کسی ایسے طریقہ سے خود کشی کو جائز بلکہ بہتر سمجھتا جس میں زیادہ تکلیف نہ ہوتی ۔

بہر حال اس دنیا میں پیدائش سے لے کر موت تک انسانوں کو جو چند سالوں کی زندگی ملتی ہے،جس کا ابتدائی کافی حصّہ بچپن کی کمزوریوں اور بے لطفیوں میں گزر جاتا ہے اس کے بعد جوانی آتی ہے جو طاقتوں اور توانائیوں کے ساتھ ہزاروں قسم کی فکروں کو اور اُن خواہشوں اور امنگوں کو ساتھ لاتی ہے جن کو پورا کرنے کا ہر آدمی سامان نہیں پاتا پھر جوانی کا ڈھلا ؤ اور قوتوں میں اضمحلال آنا شروع ہوتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد بڑھاپا اپنی ساری مجبوریوں اور آزاریوں، دکھوں اور بیماریوں

کے ساتھ آجاتا ہے اور بالآخر ان ہی منزلوں سے گزر کر آدمی موت کے راستے اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔ بس یہی ہے ہر انسان کی دنیوی زندگی بشرطیکہ اس کو پوری طبعی عمر بھی مل جائے۔ سوچئے کیا کسی کی عقل سلیم یہ مان سکتی ہے کہ انسان کی یہ زندگی کوئی ایسی بڑی چیز ہے جس کے لئےعالم ہست و بود کا یہ سارا ہنگامہ برپا کرنا درست اور قرین ِحکمت ہو۔

بہر حال بیچارے انسانوں کی اس چند روزہ اور بے لطف زندگی کے لئےزمین و آسمان کے اس پورے نظام کی تخلیق بلکہ خود انسان کی پیدائش بھی یقیناً ایک قابل اعتراض تماشہ اور بے مقصد کھیل ہے، اگر اس دنیوی زندگی کے بعد آخرت کی وہ زندگی نہ ہو جس کی اطلاع انبیاء علیہم السلام نے اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں نے ہم کو دی ہے۔

قرآن مجید نےاس پورےمضمون کواپنےبلیغ معجزانہ اور نہایت مختصر الفاظ میں اس طرح ادا کیا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ
﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ
الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ (المومنون: ۱۱۵تا ۱۱۶)

ترجمہ:کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم نے تم کو یوں ہی فضول اور عبث پیدا کیا ہے اور اپنی

دنیوی زندگی ختم کرنے کے بعد ہماری طرف تمہاری واپسی نہیں ہوگی، سو برتر ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جو بادشاہ حقیقی ہے، تنہا معبود ہے ،جس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں، وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ جو بادشاہ حقیقی، لاشریک معبود اور ربّ العرش ہے، اس کے بارے میں اس خیال اور گمان کی قطعاً گنجائش ہی نہیں ہے کہ اس نے انسانوں کو یوں ہی بے مقصد اور فضول و عبث پیدا کیا ہو، بلکہ اس نے انسان کو ایک اہم مقصد کے لئےپیدا کیا ہے ، اور وہ مقصد یہ ہے کہ اس دنیا میں رہ کر وہ اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری اور آخرت کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و انعام حاصل کرنے کی تیاری کرے جو اس کی آخری اور اعلیٰ منزل ہے۔

پس انسان کی یہ دنیوی چند روزہ زندگی ہی اس کی نشانی اور دلیل ہے کہ اس کے بعد آخرت کی وہ پائیدار اور ترقی یافتہ زندگی بھی ہونی چاہئے جس کی خبر انبیاء علیہم السلام نے اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں نے دی ہے، ورنہ اس دنیا میں انسان کا آنا ایک بے مقصد کھیل اور لاحاصل تماشہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور بر تر ہے ۔ اسی حقیقت کو دوسری جگہ ان الفاظ میں

ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَـا بَیْنَـہُمَـا لٰعِبِیْنَ (الـدخان: ۳۸)

ترجمہ:اور ہم نے آسـمانوں کـو، زمین کـو اور جو کچھ کہ ان کے درمیان ہے کھیل تماشـے کے طور پر عبث اور بے مقصد نہیں بنایا۔

اور سورۂ قیامہ میں ارشاد ٔ:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی (القیامہ: ۳۶)

ترجمہ: کیا انسـان خیـال کرتـا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گـا؟ (اپــنے کئے کی جزا سزا نہ پائے گا)

در اصل انسان کی دنیـوی زنــدگی میں اور یہاں اس کی تخلیق میں معنــویت جب ہی ہے جبکہ جزا اور سزا پر ایمان لایـا جـائے اور اس حقیقت کو مانا جائے کہ یہاں کی زنــدگی اگلے عــالم کی یعــنی آخــرت کی اعلیٰ اور تــرقی یافتہ دوامی زندگی حاصل کرنے کـا ذریعہ ہے۔ اگر اس کو نہ مانا جائے اور آخرت کا انکار کیــا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انســان کی تخلیق جیسے اللہ تعالیٰ کے باعظمت فعــل کو فضول و عبث اور بے مقصد قرار دیا جـائے: تَعَالیٰ اللہ عَنْ ذَالِکَ عُلُوًّا اکَبِیْرًا۔

آخرت کے ضروری ہونے پر قرآن مجید کی ایک دوسری دلیل

قرآن پاک نے آخرت کے ضروری ہونے پر ایک اور پہلو سے بھی روشنی ڈالی ہے۔ اپنے خاص انداز میں قرآن پاک انسانو ں کی سلیم فطرت اور عقل سلیم کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ اس دنیا میں بُرائی اور بھلائی موجود ہے لیکن اس کی سزا اور جزا جو اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا تقاضا ہے ،یہاں نہیں ملتی۔ اس لئےضروری ہے کہ اس دنیوی زندگی کے بعد کوئی اور زندگی ہو جس میں نیک بختوں کو ان کی نیکو کاریوں کی جزا اور مجرموں کو ان کی بدکاریوں کی سزا ملے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس دنیا کے خالق اور پروردگا ر پر اس سے بڑا الزام آئے گا۔

اس کو ذرا تفصیل سے یوں سمجھئے کہ اس دنیا میں سب دیکھتے ہیں کہ بہت سے پیشہ ور ظالم بدمعاش عمر بھر بڑے بڑے پاپ کرتے ہیں، لوگوں کے جان ومال پر ڈاکے ڈالتے ہیں، کمزوروں پر ظلم کرتے ہیں، بندگان خدا کے حق مارتے ہیں، غریبوں کو ستاتے ہیں، رشوتیں لیتے اور خیانتیں کرتے ہیں اور عمر بھر عیش کرتے ہوئے اولاد کے لئےبھی بہت کچھ سامان عیش چھوڑ کر اس دنیا سے چلے جاتے ہیں اور اس کے بر عکس اللہ کے بہت سے بندوں کو اس حال میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ بیچارے بڑی نیکی اور پارسائی کی زندگی گزارتے ہیں، کسی پر ظلم نہیں کرتے،

کسی کے ساتھ دغا اور دھوکا نہیں کرتے ،کسی کا حق نہیں مارتے، اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں، اس کی مخلوق کی خدمت بھی کرتے ہیں اس کے باوجود ان کی زندگی تنگی اور تکلیف سے گزرتی ہے، کبھی کوئی بیماری اور آزاری ہے، کبھی کوئی تکلیف اور پریشانی ہے اور بیچارے اسی حال میں دنیا سے چلے بھی جاتے ہیں اور نہیں دیکھا جاتا کہ اُن کی اس نیکی اور پارسائی کا کوئی بھی صلہ اس دنیا میں ان کو ملا ہو

پس اگر اس دنیوی زندگی کے بعد بھی کوئی اور ایسی زندگی نہ ہو جہاں ان بدکاروں اور نیکوکاروں کو اپنے اپنے کئے کی جزا اور سزا ملے تو یقیناً خدا پر الزام آئے گا کہ اس کے یہاں دنیا کی بے انصاف حکومتوں سے بھی زیادہ اندھیر ہے، نہ نیکوکاروں کی نیکی کی کچھ قدر ہے اور نہ ظالموں اور بدکاروں کی بدکاری اور بدمعاشی کی کوئی سزا ہے ، بلکہ سارے پارساؤں ،پرہیزگاروں اور چوروں، ڈاکوؤں کے ساتھ اندھیر نگری والا ایک ہی برتاؤ ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی سلیم عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی، اللہ تعالیٰ کی ہستی تو بہت بلند ہے، یہ طرز عمل تو کسی بھلے آدمی کے بھی شایان شان نہیں جبکہ وہ شریفوں اور شریروں اور پرہیزگاروں اور پیشہ وربدمعاشوں کے ساتھ

یکساں برتاؤ کرے۔قرآن مجید اسی بات کو اپنے نہایت مختصر اوربلیغ ومعجزانہ الفاظ میں اس طرح کہتا ہے:

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ (القلم: ۳۵)

ترجمہ:کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں نافرمانوں کے برابر کر دیں گے ؟(یعنی ایسا ہر گز نہیں ہوگا)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ (ص: ۲۸)

ترجمہ:کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ان لوگوں کے برابر کردیں گے جو دنیا میں فساد برپا کرتے پھرتے ہیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں اور بدکاروں کے ساتھ یکساں برتاؤ کریں گے؟ (ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَہُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاہُم وَ مَمَاتُہُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ (الجاثیہ: ۲۱)

ترجمہ:یہ لوگ جنہوں نے جرائم اور بدکاریوں کو اختیار کر لیا ہے، کیا ان کا

خیال ہے کہ ہم ان مجرموں کو اپنے مؤمن و صالح بندوں کے ساتھ رکھیں گے؟ کہ ان کی زندگی اور ان کی موت یکساں ہو ؟ بُرا ہے اُ ن کا یہ فیصلہ اور بالکل غلط ہے ان کا یہ خیال۔

قرآن مجید کی اس دوسری دلیل کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مادی چیز کے بھی کچھ خواص اور آثار ہیں، مثلاً آگ میں گرمی اور جلانے کی خاصیت ہے، پانی میں ٹھنڈک اور بجھانے کی خاصیت ہے، زمین سے اگنے والی ہر جڑی بوٹی میں کوئی نہ کوئی خاصیت ہے حتیٰ کہ زمین کے کیڑے مکوڑوں میں بھی کچھ خواص ہیں اور اسی طرح انسان کے ہر مادی عمل اور ہر حیوانی فعل کے بھی آثار اور نتائج ہوتے ہیں، مثلاً کھانا کھانے سے پیٹ بھرجاتا ہے اور بھوک ختم ہوجاتی ہے، پانی پینے سے سیرابی حاصل ہوتی ہے اور پیاس دفع ہوتی ہے، دوڑنے بھاگنے سے آدمی تھکتا ہے اور جسم سے پسینہ نکلتا ہے،سخت چیز کھانے سے پیٹ میں درد ہوتا ہے، دست آور چیز کھانے سے دست آجاتے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ انسان کے اچھے یا بُرے اخلاق واعمال (جو مادی اعمال و افعال سے یقیناً زیادہ اہم اور دُور رس ہیں) ان کے بھی کچھ آثار اور نتائج ہوں، مثلاً ایک شخص

ہے جو خود بھوکا رہ کر دوسرے بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے، مشقت اٹھا کے اور دور دراز سے پانی لاکر پیاسوں کو پلاتا ہے، غریبوں، کمزوروں کی خدمت کرتا ہے، مریضوں کی تیمارداری کرتا ہے اور اس دنیا میں اپنی اس نیک کرداری اور مخلصانہ خدمت گذاری سے کوئی نفع نہیں اٹھاتا تو ہماری عقل کا تقاضا ہے کہ اس کی یہ بلند ترین اخلاقی نیکیاں بے اثر اور بے نتیجہ نہ رہیں اور ان کا جوبھی نتیجہ یا اثر ہونا چاہئے وہ کبھی نہ کبھی ظہور میں ضرور آئے۔اسی طرح جو شخص مثلاً جیب تراشی اور چوری کو اپنا پیشہ بنا لیتا ہے یا جو جلاد دوسروں پر ظلم کرتا ہے، ان کے حقوق غصب کرتا ہے، رشوتیں لیتا ہے، کمزور پڑوسیوں کو ستاتا ہے یا اسی قسم کی دوسری اخلاقی بداعمالیاں کرتا ہے اور اس دنیا میں اس کی ان بدکاریوں کا کوئی اثر اور نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا تو اس شخص کے بارے میں بھی ہماری عقل پورے یقین کے ساتھ فیصلہ کرتی ہے کہ اس کی ان بدمعاشیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ کبھی نہ کبھی ضرور ظاہر ہونا چاہئے اور اس کو ان کا خمیازہ بھگتنا چاہئے۔ عقل سلیم اس کو کسی طرح نہیں قبول کر سکتی کہ اشرف المخلوقات انسان جو اس کائنا ت میں سب سے زیادہ ذمہ دار مخلوق ہے،(بلکہ وہی اصل

مقصود ہے اور باقی جو کچھ ہے یہ سب اس کے لئے ہے) اس کے ایسے ایسے اہم اور دوررس اچھے یا برے اعمال کا کوئی بھی اثر اور کوئی بھی نتیجہ نہ ہو، اگر ایسا ہو تو یہ اس عالم کی فطرت اور اللہ تعالیٰ کی اس حکمت کے بالکل خلاف ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا ہے۔

سورۂ جاثیہ کی جو آیت ابھی اوپر تلاوت کی گئی ہے اس سے بالکل متصل آیت ہے:

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (الجاثیہ: ۲۲)

ترجمہ:اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو (اور یہاں کی ہرچیز کو)صحیح اور حکیمانہ اصول پر پیدا کیا ہے اورتا کہ ہرشخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے اور ان پر ذرا ظلم نہ کیا جاوےگا۔

آخرت کے بارے میں جاہلانہ و احمقانہ شبہات اور شیطانی وساوس

قرآن مجید نے ایک طرف تو آخرت کے ضروری اور یقینی ہونے پر روشنی ڈالی اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دی اور دوسری طرف ان جاہلانہ اور احمقانہ شبہات و

وساوس کو صاف کیا جو کم غور و فکر کرنے والے عام ذہنوں میں آخرت کے بارے میں پیدا ہوتے ہیں یا ایمان اور حق کی راہ سے لوگوں کو روکنے والے شیاطین ان کو پھیلاتے ہیں اور ان کا پروپیگنڈا کرتے ہیں ۔

قرآن پاک نے جا بجا منکرین کے ان شبہات و وساوس کو نقل بھی کیا ہے اور پھر اپنے خاص اطمینان آفریں انداز میں ان کے ایسے جوابات دیئے ہیں اور آخرت کو سمجھانے کے لئےایسے شواہد و نظائر پیش کئے ہیں کہ دل بالکل مطمئن ہوجاتا ہے اور کسی بھی صاحب عقل کے لئےانکار یا استبعاد کی گنجائش نہیں رہتی۔

آخرت کے بارے میں سب سے زیادہ مشہور اور پرانا شبہ وہی استبعاد کا (یعنی سمجھ میں نہ آنے کا) اور کسی مُردے کو اس دنیا میں زندہ ہوتے ہوئے نہ دیکھنے کاشبہ ہے جس کو زمانۂ نزول قرآن میں عرب کے منکرینِ آخرت بھی بار بار دُہراتے تھے اور ان سے پہلے اور ان کے بعد کے منکرین بھی زیادہ تر اسی کو پیش کرتے رہے ہیں۔ قرآن مجید اپنے زمانے کے منکرین کے متعلق کہتا ہے:

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (المؤمنون: ۸۱تا ۸۲)

ترجمہ:بلکہ انہوں نے بالکل ویسی ہی

اور وہی بات کہی جو ان سے اگلے منکرین نے کہی تھی ،انہوں نے کہا :کیا جب ہم مرجائیں گے اور (زمین میں دفن ہونے کے بعد)ہم مٹی اور ہڈیوں کا ڈھیر ہو جائیں گے تو کیا ہم اس کے بعد پھر زندہ کئے جائیں گے؟ (یعنی یہ بات تو کسی طرح سمجھ میں آنے والی نہیں ہے، نہ دنیا میں کبھی ایسا ہوا ہے!)

ایک دوسرے موقع پر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا ءَاِذَا کُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَاۤ اَئِنَّا لَمُخۡرَجُوۡنَ ﴿۶۷﴾ (النمل: ۶۷)

ترجمہ:اور منکروں نےکہا کہ کیا جب ہم مر کر مٹی ہوجائیں گے اور ہمارے آباؤ اجداد (جو پہلے مر کر مٹی ہو چکے ہیں) تو کیاہم سب پھر سے پیدا کئے جائیں گے؟

ایک اور موقع پر ان ہی کا قول نقل کیاگیا ہے:

ءَاِذَا مِتۡنَا وَکُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ ﴿۳﴾ (ق: ۳)

ترجمہ:کیا جب ہم مرجائیں گے اور خاک ہوجائیں گے (تو اس کے بعد ہم کو دوبارہ زندگی دی جائے گی؟) یہ واپسی یعنی دوبارہ زندگی تو بہت بعید ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آخرت کا انکار کرنے والوں

کے پاس اس انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے، یعنی کسی دلیل اور برہان سے وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ آخرت (جس کی اطلاع اللہ کے پیغمبروں نے اور اس کی کتابوں نے دی ہے) وہ ناممکن اور محال ہے ،وہ جو کچھ کہتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں، وہ بس یہی ہے کہ ‘‘مرنے اور مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا بہت مستبعد ہے اور ہماری سمجھ سے باہر ہے اور ہم نے کبھی ایسا ہوتے نہیں دیکھا ’’لیکن جس شخص نے اللہ کو اور اس کی صفات اورخاص کر اس کی وسیع قدرت کو کچھ جان لیا ہو اور اس کارخانۂ ہستی میں کچھ غور و فکر کیا ہو اس کے نزدیک یہ بات سراسر جاہلانہ اور احمقانہ ہے۔

قرآن مجید نے بھی ان منکرین کو سمجھانے کے لئےیہی آسان طریقہ اختیار کیا ہے کہ ان کو بتلایا کہ تم مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو بہت بڑی اور بہت مشکل بات سمجھتے ہو اور صرف اسی لئےتم اس سے انکار کرتے ہو، بیشک وہ بہت بڑی بات ہے، لیکن جس علیم و حکیم اور قدیر و خبیر اللہ تعالیٰ نے یہ سارا عالم پیدا کیا ہے اور جو اس کو چلا رہا ہے، اس کی عالی شان اور اس کی بے انتہا قدرت کے سامنے یہ نہ مشکل ہے، نہ کوئی بڑی بات ہے۔

پھراس دنیوی زندگی میں حیات بعد الموت

کہ جو خاص نظائر اور شواہد ہیں قرآن مجید ان کی طرف بھی ان منکرین کی رہنمائی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ان میں غور کرو، مثلاً اس دنیا میں خود تم جو پیدا کئے گئے ہو، اس اپنی پیدائش ہی پر غور کرو اوراسی طرح جنگل کی سوکھی بے جان زمین پر رحمت کا پانی برساکر اللہ تعالیٰ جس طرح اس میں جان ڈال دیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں چٹیل میدان جس طرح سبزہ زاروں میں تبدیل ہو جاتے ہیں ان میں غور و فکر کرو تو حیات بعدالموت کے مسئلہ کو بڑی آسانی سے سمجھ لوگے اور پھر اس میں تمہارے لئےکوئی استبعاد اور استعجاب نہیں رہے گا۔

منکرین آخرت کے بے بنیاد شبہات کا جواب

قرآن مجید نے اس مسئلہ پر بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ روشنی ڈالی ہے اور منکرین آخرت کے ان بے بنیاد استبعادات اور بے دلیل وہمی اشکالات کو جابجا رفع کیا ہے۔ چند آیتیں اس سلسلہ کی یہاں بھی پڑھ لیجئے۔

سورۂ یٰسین کے بالکل آخر میں آخرت کے متعلق ان ہی وہمی شبہات ووساوس کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا حوالہ دے کر منکرین کی عقلوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیاہے:

اَوَ لَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَہُمۡ ؕ بَلٰی ٭ وَ ہُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمۡرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡئًا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۸۲﴾(یٰس: ۸۱تا۸۲)

ترجمہ: کیا وہ قادر مطلق جس نے آسمان و زمین (اور ان کے درمیان کی ساری مخلوقات)کو پیدا کیا ہے ،اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے پھر پیدا کرے، بلا شبہ وہ ضرور اس کی قدرت رکھتا ہے اور وہ تو بہت مخلوق پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے، اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو بنانا چاہتا ہے تو اس کو کہتا ہے کہ ہوجا، تو اتنے ہی سے وہ ہو جاتی ہے۔

یعنی کسی چیز کو وجود بخشنے اور پیدا کرنے کے لئے صرف اس کا ارادہ اور اس کی مشیت کا اشارہ کافی ہے، تو اس کے لئے اپنی کسی مخلوق کو ایک دفعہ موت دے کے پھر سے زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔

اور سورۂ روم میں فرمایا:

وَ ہُوَ الَّذِیۡ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ وَ ہُوَ اَہۡوَنُ عَلَیۡہِ ؕ وَ لَہُ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲۷﴾ (الروم: ۲۷)

ترجمہ: وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ اس کو

پیدا کرے گا (اور ظاہر ہے کہ ایک دفعہ پیدا کرنے کے بعد پھر دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے زیادہ آسان ہے) اور آسمان و زمین میں اس کی شان سب سے اعلیٰ ہے اور وہ زبردست (قادر مطلق)اور حکمت والا ہے۔

اور سورۂ حج میں ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا
خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ
مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِی
الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ
طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰی وَ
مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ
عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا
الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ﴿
۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰی وَ اَنَّهٗ
عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا
رَيْبَ فِيْهَا وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾
(الحج:۵تا۷)

ترجمہ:اے لوگو! اگر تم کو قیامت اور بعث بعد الموت کے بارے میں کوئی شک ہے تو(غور کروکہ) ہم نے تم کو بنایا ہے مٹی سے، پھر نطفے سے، پھر بندھے ہوئے خون سے پھر گوشت کے متشکل یا غیر متشکل ٹکڑے سے،تاکہ ہم اپنی قدرت تمہارے لئے ظاہر کریں اور ہم ٹھیرا دیتے

ہیں جس نطفہ کو چاہیں رحم میں ایک مقررہ مدت تک، پھر باہر لاتے ہیں تم کو بچہ بنا کر تاکہ پھر تم پہنچو اپنی پوری جوانی کو اور بعضے تم میں وہ ہوتے ہیں جو اٹھالئے جاتے ہیں (جوانی ہی میں)اور بعضے وہ ہوتے ہیں جو پہنچائے جاتے ہیں (بڑھاپے والی)نکمی عمر تک(جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ) علم و فہم حاصل کرنے کے بعد وہ پھر (سٹھیا کر)علم سے کورے ہوکر رہ جاتے ہیں۔ اور(دوسری ایک دلیل اور نشانی بعد الموت کی یہ ہے کہ)تم دیکھتے ہو زمین کو خشک، پھر جب ہم نازل کرتے ہیں اس پر بارش تو وہ تروتازہ ہو جاتی ہے اور پھولتی پھلتی ہے اور طرح طرح کے خوش رنگ سبزے اگاتی ہے، یہ سب اسی لئےہے کہ اللہ کی ہستی ہی حق ہے اور (تم اپنے ان مشاہدوں سے سمجھ سکتے ہو کہ)وہ جِلانے والا ہے مردوں کو اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے اور یہ کہ قیامت یقیناً آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے گا قبروں کے دفن مُردوں کو۔

قرآن مجید کی ان آیات کا حاصل یہی ہے کہ بعث بعد الموت کے مسئلہ میں شک کرنے

والا، مگر اس کو سمجھنے کا ارادہ رکھنے والا انسان اگر خود اپنی آفرینش اور پیدائش میں اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کی اپنی اس زندگی کی ان مسلسل تبدیلیوں میں غور کرے جن پر اس کا کوئی اختیار نہیں چلتا اور جو صرف اللہ ہی کے حکم سے ہوتی ہیں اور اسی طرح اگر وہ زمین کی حالت کے اس تغیر و تبدل میں غور کرے کہ ایک موسم میں وہ بالکل خشک و بے جان اور مُردہ پڑی ہوتی ہے اور اس میں زندگی کی کوئی رمق اور کوئی لہر نہیں دیکھی جاتی، پھر جب اللہ اپنی رحمت کا پانی اس پر برسادیتا ہے تو اسی مردہ زمین میں سے زندگی اور شادابی سبزے کی شکل میں اُبل پڑتی ہے۔ (الغرض انسان اگر خود اپنی ہستی اور اپنے پاؤں کے نیچے والی زمین کے ان انقلابات پر ایک طالب صادق کی طرح غور کرے) تو بعث بعدالموت اور قیامت کے بارے میں اسے کوئی اشتباہ اور استبعاد نہیں رہ سکتا۔

اور سورۂ روم میں ایک جگہ فرمایا :

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا ؕ وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ (الروم: ۱۹)

ترجمہ:اللہ نکالتا ہے زندہ کو مُردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور زندگی بخشتا ہے زمین کو مردگی کے

بعد۔(پس جس طرح دنیا میں اللہ کی قدرت سے نیستی کے بعد ہستی اور موت کے بعد زندگی کا یہ سلسلہ جاری ہے) اسی طرح تم مرنے کے بعد قیامت میں زندہ اٹھائے جاؤگے۔

اور اسی سورۂ روم میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ (الروم: ۵۰)

ترجمہ:اللہ کی رحمت کے آثار تو دیکھو! وہ کیسے حیات تازہ بخش دیتا ہے زمین کو اس کے خشک و بے جان اور بالکل مردہ ہوجانے کے بعد، ہاں ہاں بلا شبہ یہی اللہ دوبارہ زندہ کرنے والا ہے مردوں کو اور اس کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

اور سورۂ فصلت میں فرمایا:

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (الفصلت: ۳۹)

ترجمہ:اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو زمین کو خشک پڑی ہوئی آثار حیات سے خالی، پھر جب ہم برسادیتے ہیں اس پر پانی تو وہ ترو

تازہ ہو جاتی ہے اور پھولتی پھلتی ہے، یقیناً وہی قادر مطلق جس نے مردہ زمین کو یہ زندگی بخشی وہی دوبارہ زندہ کرنے والا ہے مردوں کو، بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور سورۂ زخرف میں فرمایا:

وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَأَنشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ (الزخرف: ١١)

ترجمہ:اور وہ اللہ جس نے پانی برسایا آسمان سے ایک خاص مقدار میں پھر اس کے ذریعہ زندگی بخشی کسی مردہ علاقہ کو(تو جس طرح بارش برساکر وہ مردہ علاقوں کو نئی زندگی بخشتا ہے) اسی طرح (اس کے حکم سے) تم مرنے کےبعد پھر زندہ کئے جاؤ گے۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان آیات اورا ن جیسی اپنی اور سینکڑوں آیات میں حیات بعدالموت اور حشرو نشر کے اس مسئلہ کو ایسا آسان کرکے سمجھایا ہے اور کم عقلوں کے احمقانہ شبہات اور وہمی استبعادات کو رفع کرنے کے لئےایسے عام فہم اور دلنشین دلائل پیش کئے ہیں جن کے بعد کسی استبعاد و اشکال اور کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی اور مسئلہ ایسا روشن اور بدیہی ہو جاتا ہے کہ بجائے اس کے کہ اس پر کسی

کو تعجب ہو، اس کے انکار اور اس کے بارے میں شک و شبہ کے اظہار پر لوگوں کو تعجب ہونا چاہئے۔یہی بات قرآن مجید میں اس بلیغ انداز میں فرمائی گئی ہے:

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (الرعد: ۵)

> **ترجمہ: اور اگر تم لوگوں کو تعجب ہو تو تعجب اور حیرت کے قابل ان (احمقوں) کا یہ کہنا ہے کہ جب ہم مرکر مٹی ہوجائیں گے تو کیا ہم کو پھر ایک نئی پیدائش اور نئی زندگی ملےگی؟**

گویا کہ حیات بعد الموت اور حشر نشر کے مسئلے پر قرآن مجید نے جو روشن دلائل پیش کئے ہیں، ان کے سامنے آجانے کے بعد کسی منکر کا یہ کہنا کہ:

‘‘مر کر ہمارے جسموں کے مٹی ہونے کے بعد ہم دوبارہ نئے سرے سے کیسے پیدا کئے جائیں گے’’؟ ایسی قابل تعجب حماقت اور سفاہت ہے جس پہ جس قدر بھی تعجب کیا جائے، کم ہے۔

آخرت میں کیا کیا ہونے والا ہے؟

قرآن مجید اپنے اصل مقصد و موضوع کے لحاظ سے چونکہ انذار و تبشیر، ترغیب و

تحذیر اور ہدایت و نصیحت کا صحیفہ ہے، فلسفہ یا علم کلام کی کتاب نہیں ہے، اس لئےآخرت کے متعلق استدلالی بحث سے بہت زیادہ اس میں آخرت میں پیش آنے والے اُن واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جن کے تذکرے سے ایک سلیم الفطرت آدمی کے دل میں آخرت کی فکر اور خدا کا خوف پیدا ہو سکتا ہےبلکہ کہاجاسکتا ہے کہ قرآن مجید کا بہت بڑا حصہ اسی مضمون سے تعلق رکھتا ہے۔

آخرت کی منزلیں

موت در اصل اس دنیا سے عالم آخرت کی طرف انتقال ہی کادوسرا نام ہے اور اس لحاظ سے آخرت کا سفر گو یا موت ہی سے شروع ہوجاتا ہے، لیکن مرنے کے دن سے لے کر قیامت تک کا جو زمانہ ہے جس کو برزخ کہا جاتا ہے، اس کی نسبت عالم آخرت کے لحاظ سے قریب وہی ہے جو نسبت زمانۂ حمل کو اس دنیوی زندگی سے ہے۔ گویا آخرت کی اصل زندگی اگرچہ قیامت سے شروع ہوگی اور جزا و سزا کا اصل ظہور قیامت کے بعد ہی ہوگا لیکن موت سے لے کر قیامت تک کا دور اس کی اسی طرح کی تمہیدی اور برزخی منزل ہے جیسے کہ اس دنیا میں آنے کے لئےہر آدمی کو کچھ مدت ماں کے پیٹ میں ٹھرنا پڑتا ہے ۔اسی واسطے

قرآن مجید میں وقتِ موت سے قیامت تک کے اس برزخی دور کا ذکر بہت کم اور صرف مجملاً کیا گیا ہے، البتہ قیامت،حشرو نشر ،حساب کتاب اور جنت و دوزخ کے ثواب و عذاب کا ذکر بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ اور ایسے تفصیلی انداز میں کیا گیا ہے جو انسانوں کے دلوں میں آخرت کی فکر اور خدا کا خوف پیدا کرنے کے لئےبالکل کافی بلکہ کافی سے بھی بہت زیادہ ہے اور بلا شبہ اس خصوصیت میں وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے۔ چند آیتیں اس سلسلہ کی یہاں بھی پڑھ لیجئے۔

سورۂ مؤمنون میں ایک جگہ عالم آخرت کی ان تمام منزلوں کا ذکر کسی قدر اجمال کے ساتھ اس طرح فرمایا گیا ہے:

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿
۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ
هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰
﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّ
لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ
الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾
(المؤمنون:۹۹تا۱۰۴)

ترجمہ:یہاں تک کہ جب آتی ہے ان مجرموں میں سے کسی کو موت تو اس وقت وہ کہتا ہے کہ اے پروردگار !مجھے

پھر دنیا میں واپس لوٹا دے تاکہ جو کچھ میں چھوڑ آیا ہوں، اس میں نیک عمل کروں اور زندگی میں جو کوتاہیاں کی ہیں، جا کر ان کی تلافی کروں۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) ہر گز نہیں، یہ محض ایک کہنے کی بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے۔ (یعنی موت کے بعد ہرگز کسی کو واپسی کی اجازت نہیں) اور ان کے پیچھے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک (یعنی موت کے بعد باوجود تمنا اور التجا کے) وہ دنیا میں واپس نہیں بھیجے جائیں گے بلکہ قیامت کے دن تک ایک بندش میں (اور گویا ایک قسم کی حوالات میں)رہیں گے پھر جب صور پھونکا جائے گا اور قیامت قائم ہوگی تو اس دن ان کے سارے باہمی رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے اور ان میں سے کوئی کسی کا پُرسان حال نہ ہوگا (اور اس دن ہر ایک کا فیصلہ اس کے اعمال پر ہوگا) پس جن لوگوں کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہی اس دن کامیاب اور بامراد ہوں گے اور جن کا پلہ ہلکا ہوگا تو وہی وہ ہوں گے جنہوں نے اپنے کو تباہ کرڈالا، وہ جہنم ہی میں پڑے رہیں گے ،آگ جھلستی ہوگی ان کے چہروں کو اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوئے

ہوں گے۔

اور سورۃ ق میں موت اور پھر قیامت کا ذکر ایک جگہ اس طرح فرمایا گیا ہے:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ
تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۗ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ
﴿۲۰﴾ وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ﴿۲۱
﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ
غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ (ق: ۱۹تا ۲۲)

ترجمہ: (ہر شخص ہوشیار ہو جائے) سکراتِ موت کا وقت اللہ کے ٹھیک فیصلے کے مطابق قریب آچکا ہے، یہ موت وہ چیز ہے جس سے اے انسان! تو بدکتا اور بھاگتا تھا۔(اور نہ سمجھو کہ موت پر قصہ ختم ہے بلکہ قیامت جس کی تم کو خبر سنائی جارہی ہے وہ یقیناً اپنے وقت پر آئے گی اور سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے) صور پھونکا جائے گا، وہی وعید کا دن ہوگا، اس دن ہر شخص آخرت کی عدالت گاہ کی طرف اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ اس کو ساتھ لانے والا ہوگا اور ایک سرکاری گواہ کی حیثیت سے ہوگا۔(ان میں جو منکر اور آخرت فراموش ہوگا، اس سے کہا جائے گا) تو عدالت اور انصاف کے اس دن سے بے خبر

اور غافل تھا ،ہم نے تیری آنکھوں سے اب پردہ ہٹا دیا ہے پس اب تیری نگاہ خوب تیز ہے(اور جن حقیقتوں کا تو منکر تھا اب وہ تیری آنکھوں کے سامنے ہیں)

اور سورۂ نمل میں قیامت اور اس کی ہولناکیوں کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (النمل:۸۷تا۸۸)

ترجمہ:اور جس دن کہ (دنیا کے اس نظام کو درہم برہم اور فنا کرنے کے لئے اللہ کے حکم سے)صور پھونک دیا جائے گا تو زمین و آسمان کی ساری مخلوق (ہر آدمی اور فرشتے وغیرہ اس کی ہیبت اور دہشت سے)سخت گھبرا جائیں گے(اور بے ہوش وحواس ہو جائیں گے)سوائے ان چند ہستیوں کے جن کو اللہ تعالیٰ (اس گھبراہٹ اور بے ہوشی سے)اس وقت محفوظ رکھنا چاہے گا اور سب عاجزی اور بے چارگی کی کیفیت کے ساتھ اس کے سامنے حاضر ہوجائیں گے اور تم دیکھتے ہو پہاڑوں کو(اور ان کے ظاہری حال سے) تم سمجھتے ہو کہ

یہ (ہمیشہ) جامد و ساکن رہنے والے ہیں (اور اپنی جگہ سے ہلنے والے نہیں ہیں مگر جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا) تو یہ پہاڑ اس وقت ایسے اُڑے اُڑے پھرتے ہوں گے جیسے فضا میں بدلیاں پھرتی ہیں۔

اور سورۂ حج میں قیامت کے ہوش ربا شدائد کا نقشہ اس طرح کھینچا گیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ﴿۱﴾ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ﴿۲﴾ (الحج:۱تا۲)

ترجمہ: اے لوگو ! اپنے پروردگار کے قہر و جلال سے ڈرو، یقین کرو قیامت کا بھونچال بڑا ہی خوفناک ہوگا، جب (وہ قیامت آئے گی اور) تم اس کو دیکھو گے (تو یہ حالت ہوگی کہ کسی کو کسی کا ہوش نہیں رہے گا یہاں تک کہ) دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حمل والیوں کے حمل ساقط ہوجائیں گے اور اس وقت لوگوں کو تم دیکھو گے نشے کی سی حالت میں (بے حس و حرکت) اور اس وقت درحقیقت وہ نشے کی حالت میں

نہیں ہوں گے لیکن (خدا کے قہر و عذاب کی دہشت سے ان کی یہ حالت ہوگی۔) اللہ کا عذاب بڑی ہی سخت چیز ہے۔

اور سورۂ کہف میں قیامت اور حشر کے بیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیشی اور مجرمین کی اس وقت کی حالت کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

وَ يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَ عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ (الکہف: ۴۷تا ۴۹)

ترجمہ:(اور خیال کرو اس دن کا جب دنیا کا یہ نظام ہمارے حکم سے درہم برہم ہوگا) اور) ہم پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہٹادیں گے (اور زمین کی ساری آبادیاں مسمار کرکے برابر کردی جائیں گی) اور تم دیکھو گے زمین کو کھلا میدان (جس پر کوئی پہاڑ ہے نہ کوئی آبادی) اور ہم سب بندوں کو (دوبارہ زندہ کرکے اپنی عدالت گاہ میں) جمع کریں گے، ان میں سے کسی ایک کو

بھی نہیں چھوڑیں گے اور تمہارے پروردگار کے سامنے وہ قطار در قطار پیش کئے جائیں گے۔(تب ان سے کہا جائے گا کہ) تم کو جس طرح ہم نے پہلی مرتبہ دنیا میں پیدا کیا تھا اسی طرح (ہمارے حکم سے دوبارہ زندہ ہو کر) آج تم ہمارے پاس آگئے، مگر تم نے تو یہ خیال باندھ لیا تھا کہ ہم تمہارے لئےکوئی وقت موعود نہ لائیں گے (اور قیامت جس کی خبر پیغمبر دیتے ہیں ،کبھی نہ آئے گی، تو اب تم نے دیکھ لیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟) اور اعمال کا دفتر سامنے رکھ دیا جائے گا تو اس وقت تم دیکھو گے مجرموں کو کہ اس دفترمیں ان کے اعمال کی جو تفصیل ہے وہ اس سے ہراساں اور اس کے انجام سے خوف زدہ ہیں، وہ اس وقت (یاس و حسرت سے) کہہ رہے ہونگے ہائے ہماری کم بختی !یہ کیسا دفتر ہے؟ جس نے نہ کوئی چھوٹا عمل چھوڑا ہے اور نہ بڑا عمل ، سب ہی اس میں محفوظ ہیں اور وہ پائیں گے اس میں اپنے تمام اعمال موجود اور تمہارا پروردگار کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔(وہ جن مجرموں کے لئےعذاب اور سزا کا فیصلہ کرے گا ان

کی بد اعمالیوں ہی کی بنا پر کرے گا)

اور سورۂ مؤمن میں قیامت کے دن کا ایک منظر اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے:

وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ
مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّ لَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾
يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾
(المؤمن: ۱۸ تا ۱۹)

ترجمہ:اور (اے پیغمبر!)آپ ان کو قریب آنے والی قیامت کے دن سے خبردار کر دیجئے، جب کہ کلیجے منہ کو آرہے ہونگے(اور لوگ مارے دہشت اور گھبراہٹ کے) اپنے دلوں کو دبا رہے ہونگے(کہ کہیں منہ کی راہ سے نکل نہ جائیں)اس دن ظالموں اور مجرموں کا کوئی یارومددگار نہ ہوگا اور نہ کوئی ایسا سفارشی ہوگا جس کی بات مان لی جائے۔(بس فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہوگا جو) جانتا ہے آنکھوں کی چوری کو اور سینوں کے چھپے رازوں تک کو۔

اور سورۂ یٰس میں قیامت کے دن مجرموں کی ذلت و رسوائی اور بے بسی کا ایک لرزہ خیز اور عبرتناک منظر یہ بیان فرمایا گیا ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ (یسین: ۶۵)

ترجمہ: آج کے دن ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے (اور ان کی رؤدادِ عمل بتائیں گے) اور ان کے پاؤں ان کے اعمال و افعال کی گواہی دیں گے۔

قرآن مجید میں جابجا بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے شدائد اور ہولناکیوں کا ایک غیر معمولی اثر لوگوں پر یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک کو صرف اپنی پڑی ہوگی اور قریب ترین عزیز بھی اس دن کسی کے کام نہ آئیں گے ،بس نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ سورۂ عبس میں اس حالت کا کس قدر مؤثر اور لرزہ خیز نقشہ کھینچا گیا ہے:

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ
اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ
وَ بَنِيْهِ ؕ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ؕ
﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ
مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ؕ﴿۴۱﴾ (العبس ۳۲ تا ۴۱)

ترجمہ: تو جب کانوں کو بہرہ کر دینے والی چیخ پکار بر پا ہوگی، جس دن کہ (پریشانی اور گھبراہٹ کا یہ عالم ہوگا کہ) بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنے ماں باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے، (اپنے ان پیاروں کے ساتھ بھی

کوئی ہمدردی نہیں کرے گا)اس دن ہر آدمی کو اپنی ایسی فکر ہوگی جو کسی اور کی طرف اس کو متوجہ ہی نہ ہونے دے گی، بہت سے (بندگان خدا کے)چہرے اس دن روشن خنداں اور شاداں و فرحاں ہونگے اور بہت سے چہرے (مجرموں کے)اس دن ایسے ہوں گے کہ ان پر خاک پڑی ہوگی اور سیاہی چڑھی ہوگی۔

ابھی عرض کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کا بہت زیادہ حصہ قیامت اور حشر و نشر کے متعلق اسی طرح کے بیانات پر مشتمل ہے، بلکہ قرآن مجید کی بعض پوری پوری سورتیں بھی قیامت اور آخرت ہی کے بیان سے بھری ہوئی ہیں، یہاں صرف چند آیتیں ہی نقل کردی گئی ہیں ۔چنانچہ سورۂ واقعہ ،سورۂ حاقہ،سورۂ قیامہ ،سورۂ تکویر ،سورۂ انفطار ،سورۂ انشقاق ،سورۂ غاشیہ میں قیامت اور آخرت ہی کے احوال اور مناظر کا بیان ہے۔ ان بڑی بڑی سورتوں کے نقل کرنے کی تو گنجائش نہیں تاہم ایک چھوٹی سی سورت جس میں صرف قیامت ہی کا بیان ہے یہاں بھی پڑھ لیجئے:

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا زُلْــزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَــا ۝۱ وَ اَخْــرَجَتِ
الْاَرْضُ اَثْقَالَھَا ۝۲ وَ قَالَ الْاِنْسَـانُ مَـا لَھَـا ۝۳
یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا ۝۴ بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَھَــا ۝۵
یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْـتَاتًا لِّیُـرَوْا اَعْمَـالَھُمْ ۝۶
فَمَ یَّعْمَــلْ مِثْقَــالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ۝۷ وَمَ یَّعْمَــلْ
مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۝۸ (الزلزال)

تــرجمہ:جب زمین قیــامت کے بھونچــال سے زیر و زبــر کــردی جــائے گی اور اپــنے انــدر کے بــوجھ (دفن شــدہ مــردے اور دوسری چــیزیں) بــاہر نکــال دے گی اور انسان اس حالت کو دیکھ کر کہے گــا کہ اس زمین کــو یہ کیــا ہوا؟ اس دن زمین اپــنی ســب خــبریں اور سرگذشــت بیــان کرے گی(کہ فلاں بندے نے مجھ پر یہ اچھا یا بــرا عمــل کیــا اور فلاں نے یہ کیا) اس سبب سے کہ تــیرے رب نے حکم دیــا ہوگــا اس کــو ،اس روز لــوگ مختلــف ٹکــڑوں میں بٹ کــر لــوٹیں گے تــاکہ اپــنے اعمــال دیکھیں (اور ان کــا صــلہ پــائیں یــا ســزا بھگتیں) پس جو شــخص یہاں ذرہ برابــر اچھا عمل کرے گا وہ اس کــو وہاں دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برا عمــل کــرے گــا وہ وہاں اس کے سامنے آجائے گا۔

جنت اور دوزخ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے تمام رسولوں اور پیغمبروں نے اور اس کے نازل کئے ہوئے تمام صحیفوں نے اس حقیقت کو پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور انسان کا دائمی وطن جنت یا دوزخ ہے اور جنت اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت و رافت اور فضل و کرم کا انتہائی مظہر ہے اور اس کی ان جمالی صفات کا پورا پوراظہور بس وہیں ہوگا اور اسی طرح دوزخ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا انتہائی مظہر ہے اور ان جلالی صفات کا پورا پورا ظہور وہیں ہوگا۔

اللہ کے پیغمبروں اور اللہ کی کتابوں نے اس بارے میں جو کچھ انسانوں کو بتلایا ،بلا شبہ وہ من و عن حق ہے اور بالکل اسی طرح سامنے آنے والا ہے جس طرح کہ انہوں نے بیان فرمایا ہے۔ اس کے متعلق یہ خیال کرنا کہ جس طرح نادان بچوں کو ڈرانے دھمکانے یا ان میں کسی چیز کا جذبہ اور شوق پیدا کرنے کے لئےان کے بڑے بہت سی بے

حقیقت باتیں بھی کہہ دیا کرتے ہیں اسی طرح اللہ کے پیغمبروں اور ان کی لائی ہوئی کتابوں نے جنت و دوزخ کے ثواب و عذاب کا بیان کیا ہے، بالکل ایسی احمقانہ بات ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ ان پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے یا قیامت کے بارے میں جو کچھ بتلایا ہے وہ بھی بس ڈراوے اور بہلاوے کے لئے ہے ورنہ حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔

قرآن مجید چونکہ اللہ کی آخری کتاب ہے اور اس کے بعد اب کوئی کتاب انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل ہونے والی نہیں ہے، اس لئے دوسرے مضامین کی طرح اس میں جنت و دوزخ کا بیان بھی پوری تفصیل سے اور اتنی کثرت سے بیان کیا گیا ہے جو انسانوں میں نیک عملی کا جذبہ اور بدعملی سے بچنے کی فکر پیدا کرنے کے لئے یقیناً کافی سے زائد ہے بشرطیکہ انسان کا قلب مردہ نہ ہو گیا ہو۔

دوزخ اور جنت کے حالات سے متعلق چند آیتیں یہاں بھی پڑھ لیجئے، پہلے دوزخ اور اس کے عذاب کا حال پڑھئے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾ (التحریم: ۶)

ترجمہ:اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی اس (خوفناک اور تباہ کن) آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن اور سوختہ آدمی اور پتھر ہیں، جس پر نہایت تند خو اور درشت مزاج فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے دیئے ہوئے حکم کی ذرا بھی نافرمانی نہیں کرتے اور ان کو جو حکم دیا جاتا ہے بالکل وہی کرتے ہیں (اس لئے ان سے قطعاً اس کی امید نہیں کہ وہ اللہ کے کسی مجرم کے ساتھ اس کے حکم کے خلاف کوئی رعایت یا نرمی کریں گے)

اور سورۂ کہف میں ارشاد ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾ (الکہف:۲۹)

ترجمہ:اور اے رسول !آپ کہہ دیجئے کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، پس جس کا جی چاہے مانے اور ایمان لائے اور جس کا جی چاہے نہ مانے اور کفر و انکار پر ہی جما رہے، یقین رکھو ہم نے ایسے ظالموں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے، اس کی قناتیں انہیں

گھیرے ہوئے ہیں اور جب وہ اس میں پڑ کر پیاس کی فریاد کریں گے تو اس کے جواب میں ان کو پانی دیا جائے گا (جو اپنی بدصورتی اور گھنونے پن میں) تیل کی گاد جیسا ہوگا (اور ایسا جلتا کھولتا ہوگا) کہ بھون ڈالے گا چہروں کو، کیا ہی برا پانی ہوگا اور بڑی بُری آرام گاہ ہے دوزخ!

اور سورۂ محمد میں دوزخیوں کے متعلق ارشاد ہے کہ:

وَ سُقُوۡا مَآءً حَمِیۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَہُمۡ ﴿۱۵﴾ (محمد: ۸۵)

ترجمہ:ان کو پینے کو دیا جائے گا کھولتا پانی، پس وہ ٹکڑے ٹکڑے کرے گا ان کی انتڑیوں کو۔

اور سورۂ مؤمن میں ارشاد ہے:

الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِالۡکِتٰبِ وَ بِمَاۤ اَرۡسَلۡنَا بِہٖ رُسُلَنَا
فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الۡاَغۡلٰلُ فِیۡۤ اَعۡنَاقِہِمۡ
وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسۡحَبُوۡنَ ﴿۷۱﴾ فِی الۡحَمِیۡمِ ثُمَّ
فِی النَّارِ یُسۡجَرُوۡنَ ﴿۷۲﴾ (المؤمن:۷۰تا ۷۲)

ترجمہ:جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری کتاب کو اور ہمارے ان احکام کو جن کو لے کر ہم نے اپنے رسول بھیجے، ان کو عنقریب (نتیجہ)معلوم ہوجائے گا، جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور

زنجیریں (ان طوقوں میں جکڑی ہوں گی جن سے)وہ گھسیٹے جائیں گے، کھولتے پانی میں لے جائے جائیں گے پھر دہکتی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

اور سورہ الحج میں ارشاد ہے:

فَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا قُطِّعَتۡ لَهُمۡ ثِيَابٌ مِّنۡ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِهِمُ الۡحَمِيۡمُ ۚ‏ ﴿۱۹﴾ يُصۡهَرُ بِهٖ مَا فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ وَالۡجُلُوۡدُ ؕ‏ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِيۡدٍ‏ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَا مِنۡ غَمٍّ اُعِيۡدُوۡا فِيۡهَا ⋆ وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ‏ ﴿۲۲﴾ (الحج: ۱۹ تا ۲۲)

ترجمہ:جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے کترے جاویں گے اور ان کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جائے گا، اس سے ان کی کھالیں اور پیٹ کے اندر کی چیزیں بھی سب گل جائیں گی اور ان کی ٹھکائی پٹائی کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے،وہاں کی تکلیف اور سختی کی وجہ سے وہ جب اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جاویں گے اور کہا جائے گا کہ یہیں جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔

اور سورۂ دخان میں ‘‘زقوم ’’ کو دوزخیوں کی ‘‘خوراک’’ بتلاتے ہوئے اس کی ہیئت اور کیفیت اس طرح بیان کی گئی ہے

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ (الدخان: ۴۳ تا ۴۸)

ترجمہ:بیشک زقوم کا درخت بڑے پاپیوں (کافروں اورمشرکوں) کا کھانا ہوگا جو اپنی بدصورتی اور گھنونے پن میں تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا اور وہ پیٹوں میں جا کر ایسے کھولے گا جیسے تیز گرم پانی کھولتا ہے اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ پھر اس کے سر پر نہایت تکلیف دینے والا جلتا ہوا پانی چھوڑدو۔

اور سورۂ ابراہیم میں جہنم میں جانے والے سرکش مجرموں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ (ابراہیم: ۱۶ تا ۱۷)

ترجمہ:اور پینے کو دیا جائے گا ایسا پانی جو در اصل (جہنمیوں کا) لہو وپیپ ہوگا جس کو وہ گھونٹ گھونٹ

کر کھپئے گا اور گلے سے اس کو آسانی سے نہ اتار سکے گا اور ہر طرف سے اس پر موت کی یورش ہوگی اور وہ (کم بختی کا مارا)مرے گا بھی نہیں اور اس کو سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔

اور سورۂ فاطر میں ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ (فاطر: ۳۶تا ۳۷)

ترجمہ:اور جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان کے لئےدوزخ کی آگ ہے، نہ تو ان کی قضا ہی آوے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور وہ اس میں پڑے چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس دوزخ سے نکال دے، ہم اچھے کام کریں گے بر خلاف اس کے جو (اپنی شامت سے) پہلے کرتے تھے۔(ان کی اس چیخ و پکار کا جواب ملے گاکہ) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اورتمہارے

پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا پس اب مزے چکھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ۔

اور سورۂ زخرف میں فرمایا:

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ عَذَابِ جَہَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا یُفَتَّرُ عَنْہُمْ وَ ہُمْ فِیْہِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ مَا ظَلَمْنٰہُمْ وَ لٰکِنْ کَانُوْا ہُمُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۶﴾ (الزخرف: ۷۴تا ۷۶)

ترجمہ:یقین رکھو کہ مجرمین(جنہوں نے کفر یا شرک کا جرم کیا) ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے، ان کا عذاب ہلکا بھی نہیں کیاجائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے اور یہ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی ظالم ہیں (اور یہ ان کی ظالمانہ اور مجرمانہ حرکتوں ہی کی سزا ہے)

جنت

اب چند آیتیں جنت اور اس کی راحتوں اور لذتوں کے بیان کے متعلق بھی پڑھ لیجئے ۔

سورۂ آل عمران میں ارشادٔ :

لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّہِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَہَّرَۃٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿ۚ۱۵﴾

(اٰل عمران: ۱۵)

ترجمہ:ان بندوں کے لئے جنہوں نے پرہیزگاری اختیار کی ان کے پروردگار کے ہاں وہ جنتیں (یعنی ایسے باغات) ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان ہی میں رہیں گے اور پاک ستھری بیبیاں ہیں اور اللہ کی رضا مندی ہے اور اللہ اپنے سب بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے(کسی کا حال اس سے چُھپا ہوانہیں ہے۔)

اور سورۂ محمد میں ارشاد ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (محمد: ۱۵)

ترجمہ: وہ جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں ہیں پانی کی، اس میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جس کا ذائقہ ذرا بدلانہ ہوگا اور بہت سی نہریں ہیں حلال اور پاک شراب کی جس میں بڑی لذت ہے پینے والوں کے لئےاور بہت سی نہریں ہیں صاف کئے ہوئے شہد کی اور ان کے واسطے اس جنت میں سب طرح کے پھل ہیں اور بخشش ہے ان کے

پروردگار کی ہے

اور سورہ الحجر میں ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾(الحجر: ۴۴ تا ۴۸)

ترجمہ: یقین کرو کہ اللہ کے پرہیزگار بندے بہشت کے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔(ان کے لئے فرمان ہوگا کہ) سلامتی اور امن کے ساتھ (ہماری تیار کی ہوئی) اس بہشت کے اندر آجاؤ اور ان کے دلوں میں (دنیوی زندگی کے اختلافات کے اثر سے)جو کینہ ہوگا، ہم اس کو دور کردیں گے(جس کے بعد وہ) بھائی بھائی ہوکر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے، کسی قسم کی کوئی تکلیف وہاں ان کو نہ پہنچے گی اور نہ کبھی وہ جنت سے نکالے جائیں گے۔

اور سورۂ یٰس میں ارشاد ہے:

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ (یسین :۵۵تا ۵۸)

ترجمہ: اہل جنت اس دن اپنے مشغلوں

میں خوش ہوں گے ،وہ اور ان کی بیبیاں سایہ میں مسہریوں پر تکئے لگائے ہوئے ہوں گے، ان کے لئے وہاں طرح طرح کے میوے ہونگے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا، رحمت و کرم والے پروردگار کی طرف سے وہاں ان کو‘‘سلام ’’فرمایا جائے گا۔

اور سورۂ زخرف میں ارشاد ہے:

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾
اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾
يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾
(الزخرف: ۶۸ تا ۷۱)

ترجمہ: اے میرے بندو! آج تم کو کوئی خوف نہیں اور اب تمہیں کوئی رنج و غم نہ ہوگا ۔ یعنی وہ بندے جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور ہماری فرمانبرداری کرتے تھے (ان کے لئے فرمان ہوگا) تم اور تمہاری بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہوجاؤ سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں میں کھانے پینے کی چیزیں ان کے پاس لائی جائیں گی اور وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو ان کے جی چاہیں گے اور جس سے آنکھوں کو

لذت حاصل ہوگی اور اے بندو !تم ہمیشہ اسی میں رہوگے۔

اور سورۂ فاطر میں ہے کہ جنتی جنت میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں کی بے پایاں بارش اپنے اوپر برستی دیکھ کر جذبۂ تشکر سے سرشار ہو کر عرض کریں گے:

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۙ۳۴ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ۳۵ (فاطر:۳۴تا۳۵)

ترجمہ:اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا، بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیشہ رہنے کے اس مقام (جنت) میں لا اتارا، جہاں ہم کو کسی قسم کی کوئی تکلیف اور کوئی خستگی کبھی نہ پہنچے گی۔

دوزخ کے متعلق جو کچھ قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے اس میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جن دکھوں اور تکلیفوں سے انسان اس دنیا میں بچنا چاہتا ہے اور جن سے بچنا اس کی فطرت کا تقاضا ہے ،دوزخ میں وہ سارے دُکھ اور تکلیفیں اس دنیا سے

ہزاروں لاکھوں درجے بڑے پیمانے پر جمع کردی گئی ہیں۔

قرآن مجید کا مقصد دوزخ کے اس بیان سے یہی ہے کہ جو انسان اس دنیا میں ایک دن کے لئے بھی یہ دکھ اور یہ تکلیفیں سہنے کے لئے تیار نہیں ہے، اس کو چاہئے کہ وہ خدا کی بغاوت اور نافرمانی کے اس راستے سے بچے جو اس دوزخ میں پہنچانے والا ہے، جہاں جانے والے ان دکھوں اور تکلیفوں میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے۔

اسی طرح جنت کے متعلق قرآن مجید میں جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ انسان کی فطرت میں جن جن راحتوں اور لذتوں کی خواہش اور طلب بھری ہوئی ہے، جنت میں وہ سب راحتیں اور لذتیں بدرجۂ کمال جمع کردی گئیں ہیں، پس انسان کو چاہئے کہ وہ خدا پرستی اور نیک عملی کی اس راہ کو اپنی راہ بنائے جو اس جنت میں پہنچانے والی ہے، جس میں انسان کی تمام فطری خواہشوں اور آرزوؤں کی تکمیل کا سامان بھر پور موجود ہے اور وہاں پہنچنے والے وہاں کی لذتوں اور راحتوں سے ہمیشہ ہمیشہ لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔

آخرت کے بیان کو ہم اسی پر ختم کرتے ہیں اور جنت و دوزخ کے خالق و مالک سے

دُعا کرتے ہیں :

اَللّٰھُم اِنَّا نَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالجَنَّۃَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ
غَضَبِکَ وَالنَّارِ۔ اٰمین!

(اے اللہ! ہم آپ سے آپ کی رضا اور جنت
مانگتے ہیں اور آپ کے غضب سے اور دوزخ سے
آپ کی پناہ چاہتے ہیں!)

نبوت ورسالت

قرآن مجید جس نظام زندگی کی انسانوں کو دعوت دیتا ہے، جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے اسکی پہلی بنیاد تو یہ ہے کہ خدائے وحدہ لاشریک لہ کی ہستی اور اسکی صفات کو اس طرح مانا جائے جس طرح کہ واقع میں وہ ہیں ۔

اور دوسری بنیاد یہ ہے کہ آخرت کی زندگی اور وہاں کی جزاوسزا پر یقین لایا جائے جو اللہ تعالیٰ کی صفت عدل وحکمت اور شانِ حاکمیت کالازمی تقاضا ہے اورجسکے بغیر یہ دنیا ناقص ونا‌ممکن بلکہ محض عبث اور بے مقصد تماشا ہے۔ان دونوں بنیادوں کےبارے میں قرآن کریم نے جو کچھ بتلایا ہے ، ہم اپنے ناظرین کےسامنے کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس کو پیش کرچکے ہیں۔

زندگی کی تیسری اہم اعتقاد ی بنیاد جسکے ما ننے کی قرآن مجید دعوت دیتا ہے اور جسکو اپنی دینی تعلیم ودعوت کی اصل واساس ٹھہراتا ہے،یہ ہے کہ رسالت وپیغمبر کے پوری سلسلے کو مانا جائے ،یعنی پہلے تو اس اصولی حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ

انسانوں کی ضروت کےلئے جس طرح اللہ تعالیٰ نے غذا اگانے والی زمین پیدا کی ، روشنی اور گرمی پہنچانے والا سورج پیدا کیا اور ہوا،پانی وغیرہ وہ ساری چیزیں پیدا کیں جن کے ہم اس دنیوی زندگی میں محتاج ہیں، اسی طرح اس نے اپنی ذات وصفات کا صحیح علم عام انسانوں تک پہنچانے کےلئے اور اس طریقۂ زندگی کی تعلیم وہدایت کیلئے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے مقرر کیا ہے اور جس پر چل کر انسان اللہ کی رضا اور حقیقی نجات وفلاح حاصل کرسکتاہے، اس نے نبوت ورسالت کا سلسلہ بھی قائم فرمایا اور ہر زمانے اور دنیا کےہر خطے میں اسکی ضرورت اور تقاضے کےمطابق بنی اور رسول بھیجےہیں یہ سب اللہ کے پیارے اور برگزیدہ بندے تھے اوراپنے وقت میں جو ہدایت وتعلیم انہوں نے دنیا کو دی ،وہ بلاشبہ خداکی سچی تعلیم تھی۔ الغرض قرآن مجید پورے زور اور اصرار کے ساتھ اسکی دعوت دیتاہےکہ اللہ کے سب پیغمبروں پر (خواہ وہ کسی زمانے ، کسی ملک اورکسی قوم میں آئے ہوں) بلاتفریق ایمان لایا جائے ،سب کی سچائی اور پاکبازی کی شہادت دی جائے اور اللہ کا پیغمبر ہونے کی حیثیت سے اپنے اپنے دور اوراپنے اپنے دائرے اور حلقے میں سب کو واجب الاطاعت مانا جائے ۔

اسی کے ساتھ قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہےکہ پہلے پیغمبروں کا دور ختم ہوچکا ، اب دنیا کے اس دور کےلئے اللہ کے نبی ورسول حضرت محمد عربی (ﷺ) ہیں ۔نیز قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کابھی اعلان کرتا ہےکہ جو ہدایت وتعلیم لے کر ہم نے آپ کو بھیجا ہے ،وہ نہ صرف اگلے نبیوںو رسولوں کی ان ساری تعلیمات پر حاوی ہے جو اپنے اپنے وقت پر لے کر آئے تھے بلکہ پچھلے پیغمبر وں کی محکم تعلیمات کا مستند اور قابل اعتماد مجموعہ اب آپ ہی کی تعلیم اور آپ ہی کی لائی ہوئی کتاب مبین ہے، اس لئے آپ کا اتباع اللہ کے سارے پیغمبر وں کا اتباع ہے اور آپ کا انکار سارے نبیوں ورسولوں کا انکار ہے۔ پھر قرآن یہ بھی اعلان کرتاہے کہ ہماری طرف سے جو جامع ہدایت و تعلیم لےکر آپ آئے ہیں ،ایسی کامل و مکمل ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اب یہی کافی ووافی ہے اورہر قسم کی تحریف وملاوٹ کے اندیشہ سے اس کی حفاظت کا ا نتظام بھی ہم نے کردیا گیا ہے اور اسی لئے نبوت ورسالت کے اس سلسلے کو جو ابتدا ءِ دنیا سے چلا آرہا تھا اب رسالت محمدی ﷺپر ختم کردیا گیا ہے اور یہ نبی عربی (ﷺ) نبی کامل ہونے کے ساتھ اس مقدس سلسلے کے خاتم بھی ہیں ۔ یہ ہے نبوت ورسالت کےبارے میں قرآن مجید کی

دعوت کا خلاصہ اور حاصل ہے اب اسکے تمام اجزااور عناصر کو قرآن مجید کی آیات میں پڑھئے ۔سورۂ نحل میں ارشاد:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا (النحل: ۳۶)

ترجمہ: اور ہم نے بھیجے ہیں ہر قوم میں رسول ۔

اور سورۂ نساء میں اگلے زمانوں کے چند خاص خاص رسولوں کانام بنام تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا گیا:

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰہُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْہُمْ عَلَیْکَ (النساء : ۱۶۴)

ترجمہ: اورہم نے انسانوں کی طرف اور بھی بہت سے اور رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ کو پہلے بتایا ہے اور بہت سے وہ رسول بھی جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

اور اسی رکوع میں چند آیتوں کےبعد ارشاد فرمایا :

فَاٰمِنُوابِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ

ترجمہ: پس تم اللہ پر اور اسکے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

جولوگ بلاتفریق اللہ اوراسکے سب رسولوں کو نہ مانیں بلکہ ان میں تفریق کریں مثلًا اس طرح کہ خدا پر ایمان لانے کا

تو اقرار اور دعویٰ کریں اور اسکے رسولوں کے منکر ہوں ، یا بعض رسولوں کو مانیں اور بعض کا انکار کریں تو قرآن کہتا ہے کہ ان کایہ جزوی اقرار اور ایمان قطعًا معتبر نہیں بلکہ جب تک یہ سب کو نہ مانیں اس وقت تک کافر ہیں ۔

سورۂ نساء میں ارشاد:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ ۱۵۰
اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا
۱۵۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰۗىِٕكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء:۱۵۰تا۱۵۲)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اسکے رسولوں کونہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ (بعض کو مان کے اور بعض کا انکار کرکے) اللہ اور اسکے رسولوں میں تفریق کریں اور (اسی بناپر) وہ کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اوروہ (اپنے اس طرزعمل سے) ایمان اور کفر کےدرمیان کی ایک راہ نکالنا چاہتے ہیں (کہ نہ سب پر ایمان ہو اور نہ سب کا انکار ہو) تو ایسے لوگ قطعًا ویقینًا کافر ہیں اورہم نے ایسے کافروں

کیلئے سخت رسواکن عذاب تیار کیا ہے۔اور جو لوگ اللہ کو اور اسکے سب رسولوں کو مانتے ہیں اوران میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے (وہی سچے مومن ہیں)ان کو اللہ پوراپورا ثواب دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والاہے۔

قرآن مجید کہتاہے کہ جتنے پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ، جب بھی آئے اورجس ملک اور جس قوم میں بھی آئے، سب واجب الاطاعت تھے اور انکے حکموں پر چلنا ان لوگوں پر فرض تھا جنکی طرف وہ بھیجے گئے ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللِ٠ (النساء: ۶۴)

ترجمہ: اورجو پیغمبر بھی ہم نے بھیجے ،اسی لئے بھیجے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے ۔

دوسری جگہ فرمایا کہ نبی ورسول کی اطاعت دراصل خدا کی ہی اطاعت ہے،کیونکہ انبیا ء ورسل جو احکام دیتے ہیں ، وہ ان کے اپنے احکام نہیں ہوتے ، بلکہ خدا کے احکام ہوتے ہیں ، جن کو وہ حضرات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں ۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللٰ٠ (النساء: ۸۰)

ترجمہ: جس نے خدا کے رسول کی فرمانبرداری کی، اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔

اورجس طرح رسول کی اطاعت خداکی اطاعت ہے،اسی طرح رسول کی نافرمانی اور مخالفت دراصل خداکی نافرمانی اور اسکے خلاف بغاوت ہے،اسی لئے قرآن مجید میں جابجا ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کرکے ا س کی سخت سزا اور پاداش سے ڈرایا گیاہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ اللہَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الانفال : ١٣)

ترجمہ: اور جس نے مخالفت کی اللہ کی اوراسکے رسول کی تو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

اور سورۂ طلاق میں فرمایا گیا:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَۃٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّہَا وَرُسُلِہٖ فَحَاسَبْنٰہَا حِسَابًا شَدِيْدًا۰ وَّعَذَّبْنٰہَا عَذَابًا نُّكْرًا ٨ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِہَا وَكَانَ عَاقِبَۃُ اَمْرِہَا خُسْرًا ٩ اَعَدَّ اللہُ لَہُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا۰ فَاتَّقُوا اللہَ يٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ (الطلاق: ٨تا ١٠)

ترجمہ: اور بہت سی بستیاں تھیں جنھوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسول سے سرتابی کی تو ہم نے ان کا بڑا سخت محاسبہ کیا اور ان کو ہم نے عذاب کی سزا دی، غرض انہوں نے

اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کے اعمال کاانجام خسارے اور ٹوٹا ہی رہا ہے (یہ تو دنیا میں ان کے ساتھ ہوچکا اور آخرت کا) سخت ترین عذاب اللہ نے ان کے واسطے تیار کررکھا ہے پس اے عقل وخرد والو! اللہ کے عذاب اور اس کی گرفت سے ڈرو۔

یہ تو پورے سلسلۂ نبوت کو ماننے اور سب نبیوں و رسولوں پر ایمان لانے کے بارے میں قرآن مجید کا اصولی مطالبہ اور اس کے متعلق انتباہات تھے ، پھر خاص اس دور کیلئے سیدنا حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور اس کی خاص نوعیت کا اعلان کرتے ہوئے سورۂ فتح میں فرمایا گیا ہے:

هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ ۲۸ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ (الفتح: ۲۸تا ۲۹)

ترجمہ: وہی اللہ ہے کہ اس نے اپنے رسول کو کامل ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، تاکہ وہ اس کو سب دینوں کےاوپر کردے اور اللہ اس حقیقت کا کافی گواہ ہے۔(چشم بینارکھنے والوں کیلئے اس کی یہ گواہی ظاہر باہر ہے، الغرض اب) محمد اللہ کے رسول ہیں ۔

اور سورۂ مائدہ میں حضرت موسیٰ وعیسی کی نبوت ورسالت اور توریت وانجیل کی تنزیل کا ذکر فرمانے کےبعد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب (قرآن مجید) کی خصوصیت اور اس کی امتیازی نوعیت کو اس طرح فرمایا گیاہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُہَیْمِنًا عَلَیْہِ (المائدہ: ۴۸)

ترجمہ: اور اب ہم نے اپنی یہ کتاب آپ کی طرف حقانیت اور سچائی کے ساتھ اتاری ہے ، جو ہماری پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اوران کی نگران اور محافظ بھی ہے (یعنی پہلے نازل ہونے والے سب آسمانی کتابوں کی محکم تعلیم اوران کا جوہر اس میں شامل کرکے ہمیشہ کیلئے محفوظ کردیا گیاہے، گویا اگلے پیغمبروں کی محکم تعلیم کی اصل کاپی بھی اب یہی الکتاب (قرآن) ہے)۔

اور سورۂ اعراف میں خود رسول اللہ ﷺ کوحکم دیا گیاکہ آپ پوری انسانی دنیا کو پیغام دیں :

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُـحْیٖ وَیُمِیْتُ ۰ فَاٰمِنُوْا بِاللہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ (الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ: کہو کہ اے دنیا جہان کے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں، وہ خدا جسکی بادشاہی ہے آسمانوں میں اور زمین میں ، اسکے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ، وہی سب کو زندگی اور موت دیتا ہے، پس تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اسکے رسول نبی اُمی پر جو خود بھی للہ پر اور اسکے کلاموں پر (یعنی اسکی نازل کی ہوئی تمام کتابوں پر) ایمان رکھتا ہے اور تم اسکی پیروی اختیار کرو، تاکہ تم اللہ کی ہدایت حاصل کرسکو،(جواب صرف اس نبی اُمی کی پیروی سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔)

اور سورۂ سبا میں خود رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا گیاہے کہ پوری انسانی دنیا کی رہنمائی اور زندگی کے اچھے برے انجام سے انکو خبردار کرنا آپ ﷺ ہی کے ذمہ ہے اور ہم نے اسی واسطے آپ کو بھیجا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سبا: ۲۸)

ترجمہ: اورہم نے آپ کو تمام نسل انسانی کےلئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے(اور اب آپ ہی سے یہ کام لیا جانا ہے۔)

اور سورۂ آل عمران میں آپ کو حکم فرمایا گیا ہے کہ تمام دنیا کے انسانوں کو سنادیجئے اور بتادیجئے کہ اب ا س دور میں جو بھی خداکا طالب ہو اور اسکی بخشش اور محبت سے حصہ لینا چاہتا ہو اس کے لئے اللہ کی بخشش اور محبت حاصل کرسکنے کی راہ صرف یہی ہے کہ وہ میری پیروی کرے یعنی اس شریعت اور اس طریقۂ زندگی کو اختیار کرے ، جو اللہ تعالیٰ نے اس دور کیلئے مقرر فرمایا ہے اورمیرے ذریعہ بھیجا ہے ، اب جو بھی اس صراط مستقیم سے ہٹ کرچلے گا، وہ خدا کا

مجرم اورنافرمان سمجھاجائے گا اور اللہ کی محبت وعنایت اور نجات سے محروم رہے گا

ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللہُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۰ وَاللہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۳۱ قُلْ اَطِیْعُوا اللہَ وَالرَّسُوْلَ۰ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ (آل عمران: ۳۱تا۳۲)

ترجمہ: آپ اعلان کردیجئے کہ (اے خدا طلبی کے مدعیو!) اگر تم فی الحقیقت خدا کو چاہتے ہوتو (اب اسکی راہ یہی ہے کہ) میری پیروی اختیار کرو اور میرے بتلائے ہوئے راستے پر چلو!(اگر تم ایسا

کروگے) تو اللہ کا پیار تم کو نصیب ہوگا اور وہ تمہارے گناہ وقصور بخشش دے گا، وہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ آپ صاف صاف (ان سے) کہہ دیجئے (کہ راستہ صرف یہی ہے کہ) اللہ کی اور پیغمبر وقت کی (یعنی میری) فرمانبرداری کرو۔ پس اگر وہ اسکو نہ مانیں تو (پھر سنو اللہ اور قانونِ خدا وندی یہ ہے کہ) منکروں اورنہ ماننے والوں سے اللہ محبت نہیں کرتا اوران کو نہیں چاہتا۔

اور سورۂ احزاب میں اعلان فرمایا گیا کہ سلسلہ ءِنبوت آپ ﷺ پر ختم کردیاگیا ہے، آپ سب نبیوں کے خاتم ہیں، اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا جائے گا، جس کا بدیہی نتیجہ اور تقاضا یہی ہے کہ بعثت محمدی کے بعد اس دنیا میں پیدا ہونے والے سارے انسانوں کیلئے اب آپ ہی کی ہدایت وتعلیم حکم نامۂ خدا وندیٔ:

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے خاتم بھی ہیں۔ (اب ان کے بعد کوئی نبی دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا) اور اللہ سب چیزوں کا علم

رکھتا ہے۔

ان آیــات میں ســیدنا محمــد ﷺ کی نبــوت ورســـالت، اس کی عمـــو میت اور آپ کی خاتمیت کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیـا ہے، دنیـا کے واقعـات نے بھی اسـکی پـوری پـوری تصدیق اور توثیق کی ہے۔

اس دنیــا میں حضــرت ابــرا ہیم واسحق، وداؤد وســلیمان، موســیٰ وعیســی اورانکے علاوہ بھی کسی ملک اورکسـی قـوم میں آنے والے کسـی ہادی اور مصـلح کـو جن اوصـاف وخصوصیات اورجس قسـم کے شـواہد ودلائـل کی وجہ سـے خـدا کـا پیغمـبر مانـا گیـا ہے، واقعات کی یہ دنیا گواہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی برگزیدہ ہستی ان تمام اوصاف وکمالات کی جــامع اور ان ســب شــواہد ودلائــل کی حامـل تھی اوریہ حقیقت اتـنی روشـن ہے کہ چـودہ صـدی گـزرنے کے بعـد آج بھی جس میں سچی طلب اور انصاف ہو، وہ اس بــارے میں غــور وفکــر کــرکے پــورا اطمینــان حاصــل کرسکتا ہے۔

اســی طـرح جـو ہدایت وتعلیم آپ ﷺ لےکـر آئے، جو بلا شک و شبہ جوں کی توں محفــوظ ہے، وہ اپنی کمالِ جامعیت واعتــدال کی وجہ سـے خـود اس بـات کـا ثبـوت ہے کہ یہ پـوری انسانی دنیا کے لـئے ہے اور تمـام اقـوام عـالم

کےلئے یہی خدا کا مقرر کیا ہوا ضابطۂ حیات اور دستور زندگی ہے۔

پھر تیرہ صدی سے زیادہ عرصہ گذرجانے کے باوجود دنیا کے کسی حصہ سے بھی کسی ایسی ہستی کا نہ اٹھنا جس کو خدا کا نبی ورسول مانا جاسکے اور اس دور میں دنیا کی ارتقائی رفتار کے تیز سے تیز ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم کا انسانوں کی دینی وروحانی ہدایت کیلئے اسی طرح کافی ہونا جس طرح کہ آج سے ساڑھے تیرہ سوبرس قبل کے انسانوں کی ہدایت کیلئے وہ کافی تھی، اس حقیقت کا نہایت ہی روشن واقعاتی ثبوت ہے کہ انسانوں کےپیدا کرنے والے اور نبیوں و رسولوں کو بھیجنے والے خالق ومالک نے سلسلۂ نبوت کو آپ ﷺ پر ختم کردیا ہے اور اب آپ ﷺ ہی کا دور دورہ ہے اور آپ ﷺ ہی کی تعلیم وہدایت تمام اقوام عالم کےلئے خدائی تعلیم وہدایت ہے اور آپ ہی کی پیروی سے اب خدا کی رضا اور رحمت کو پایا جاسکتا ہے۔اللہ کے جن بندوں نے ابھی تک ان کھلی حقیقتوں پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا ہے ،کاش! وہ صاف ذہن اور نیک نیتی کے ساتھ غور کریں اور اس دور کی خدائی تعلیم وہدایت کو اپنا کر خدا کےساتھ بندگی کے اپنے تعلق کو صحیح کریں ۔

نبی کی حیثیت
اورمقام نبوت

قرآن مجیدجس طرح انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اوران کی اطاعت وپیروی کرنے کی دعوت دیتا ہے ، اسی طرح وہ اس پر بھی زور دیتاہے کہ ان کی حیثیت ومقام اورانکے کام کو صحیح طور پر جانا جائے اور ان کے بارے میں افراط وتفریط سے بچاجائے۔

تفریط اوربے ادبی کی گمراہی

انبیا ء علیہم السلام کی شان میں سب سے بڑی تفریط اور بے ادبی یہ ہے کہ انکی پیغمبر انہ حیثیت کا انکار اورانکی تکذیب کی جائی اور جو ہدایت وتعلیم اور جو احکام وہ خدا کی طرف سےلاتے ہیں ،انکو تسلیم ہی نہ کیا جائے۔ قرآن کہتا ہےکہ یہ بھی اسی طرح کفر ہےجس طرح کہ خدا کا انکار کفر ہے اور خدا کے منکرین کی طرح اس جرم کے مجرمین بھی اللہ کی مغفرت اور بخشش سے قطعی محروم رہنے والے ہیں۔ایسے لوگوں کے متعلق قرآن مجید کا اعلان :

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۰ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا (النساء: ۱۵۱)

پہلے گذرچکا ہے کہ جس کا مطلب یہی ہے کہ ایسے لوگ قطعی کافر ہیں اور جہنم کا اہانت آمیز عذاب ان کیلئے تیار ہے اور سورہ اعراف میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت آدم وحواء کے اس دنیا میں آنے کے بعد جب انسانی تاریخ کا یہاں آغاز ہواتو اس وقت پوری نسل آدم کے لئے چند اصولی اور بنیادی ہدایتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھیں، ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ ۰ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۳۵ وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۰ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ (الاعراف: ۳۵ تا ۳۶)

ترجمہ: اے اولاد آدم ! اگر تمہارے پاس ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر آویں جو تم ہی میں سے ہوں گے اور تم کو میرے احکام بتائیں تو جو لوگ (ان کی ہدایت کو قبول کرکے) پرہیز گاری اختیار کریں گے اوراپنے احوال واعمال کو درست کرلیں گے تو ان کو کوئی اندیشہ نہ ہوگا اور نہ غمگین ہونگے اور جولوگ انکار واستکبار کی راہ اختیار

کریں گے اور ہمارے احکام کو جھٹلائیں گے اور ازراہ تکبر ان کو قبول نہیں کریں گے، وہ دوزخ والے ہونگے ، اور ہمیشہ دوزخ ہی میں پڑے رہیں گے۔

اور چند ہی آیات کے بعد انبیا ء علیہم السلام اور انکی لائی ہوئی تعلیم کے ان ہی مکذبین ومنکرین کے بارے میں پھر فرمایا گیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۗءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ۰ (الاعراف: ۴۰)

ترجمہ: جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اورازراہ تکبر انکے ماننے سے انکار کیا ، ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اوروہ کبھی ہرگز جنت میں نہ جاسکیں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہوجائے۔ (مطلب یہ ہے کہ جس طرح سوئی کے ناک میں سے اونٹ کا گذرنا ناممکن ہے، اسی طرح اللہ کی آیا ت کے مکذبین ومنکرین کا جنت میں جانا بھی ناممکن ہے)

اوران کے بر خلاف جولوگ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائیں اور ان کی ہدایت وتعلیم کی پیروی کرکے نیک عمل کی زندگی

گذاریں ، ان کے متعلق اس آیت کے بعد متصلاً فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ۰ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ۰ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (الاعراف: ۴۲)

ترجمہ: اور جولوگ ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں (یعنی علم وعمل میں انبیاء علیھم السلام کی تعلیم وہدایت کی پیروی کریں اور یہ کوئی ناممکن یا بہت مشکل نہیں، کیونکہ) ہم کسی کو اسکے امکان اور اسکی طاقت ووسعت کےسوامکلف نہیں کرتے، تووہ جنتی ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

پھر فرمایا گیا ہےکہ انبیاء علیھم السلام پر ایمان لانے اوران کی پیروی کرنےکے طفیل جب یہ بندگانِ خدا جنت میں پہنچ جائیں گے توانکی زبان پر اللہ کی حمدوثنا اورپیغمبروں کےاعتراف وشکریے کا یہ نغمہ ہوگا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا۰ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ۰ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۰ (الاعراف: ۴۳)

ترجمہ:اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہےجس نےہم کو اپنے فضل سے اس مقام تک پہنچایا اور اگر وہ نہ پہنچاتا تو یہاں

تک ہماری ہرگز رسائی نہیں ہوسکتی ، بیشک ہمارے اللہ کے پیغمبر وں کی تعلیم ودعوت بالکل حق تھی اورانہوں نے جو کچھ ہم کو بتایا ،سب سچ تھا۔

الغرض قرآن مجید نے ان آیات میں بتلایا کہ انبیا ء علیھم السلام کی تکذیب اور انکی تعلیم کا انکار ،اللہ کےنزدیک ناقابل معافی جرم ہے اورجس طرح انکار خدا کی سزا جہنم کا ابدی عذاب ہے، اسی طرح پیغمبر کی تکذیب کی سزا بھی اللہ نے یہی مقرر کی ہے ، ایسے لوگ کبھی جنت کی ہوا بھی نہ پاسکیں گے۔ جنت صرف ان ہی کیلئے ہے جو انبیاء علیھم السلام پر ایمان لائیں اور انکی تعلیم و ہدایت کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو سنواریں ۔۔ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے اسی فیصلہ کا اعلان ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں کیا ہے:

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۰ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْہِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۴۸؁ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّہُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (الانعام: ۴۸تا ۴۹)

ترجمہ: ہم پیغمبروں کوصرف اسی لئے بھیجتے ہیں کہ وہ ثواب کی خوشخبری سنائیں اور عذاب سے ڈرائیں۔ پس جولوگ انکی دعوت کوقبول کرکے ایمان

لائیں اور انکی تعلیم وہدایت کے مطابق اپنے کو درست کرلیں تو ان کو کوئی اندیشہ اور کوئی غم نہیں ،اسکے برخلاف جولوگ ہماری آیات کی تکذیب کریں گے ، وہ اپنی بدکاری اور نافرمانی کی وجہ سے ضرور عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اس اعلان اور انتباہ کے علاوہ قرآن مجید اپنے مخاطبین کو یہ بھی بتلاتاہے کہ پچھلے زمانوں میں جن قوموں اور قوموں کےجن سرداروں نے اللہ کے پیغمبر وں کی مخالفت اور تکذیب کی، ان کو کبھی معاف نہیں کیا گیا۔چنانچہ سورۂ صٓ میں قوم عاد، قوم ثمود، قوم شعیب اورفرعون کانام بنام ذکر کرکے ا ن کے جرم اور اس کی سزا کاذکران الفاظ میں کیا گیاہے:

اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ (ص: ۱۴)

ترجمہ: ان سب نے یہی کیا کہ میرے پیغمبروں کی تکذیب اوران کا انکار کیا ، اس لئے میرا عذاب ان پر واقع ہوا۔

اسی طرح سورۂ الحاقہمیں فرعون اور اس سے پہلے کے بعض منکرینِ انبیاء کے متعلق فرمایاگیا :

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّہِمْ فَاَخَذَہُمْ اَخْذَۃً رَّابِيَۃً (الحاقہ: ۱۰)

ترجمہ :انہوں نےکہنا نہ مانا اپنے رب کے رسول کا ، تو اللہ نےلے لیا ان کو سخت گرفت میں ۔

الغرض پیغمبروں کےحق میں سب سے بڑی تفریط اوربے ادبی ان کی تکذیب اوران کی اطاعت سے انکار ہے اور قرآن مجید نے جابجا واضح کردیا ہےکہ یہ قطعی کفر اورناقابل معافی جرم ہے۔

پھر اس سےکم درجہ کی تفریط اورناقدر شناسی یہ ہے کہ انکے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کی جائے ، قرآن مجید بتلاتاہےکہ یہ بھی ایسا جرم ہےکہ اسکے کرنے والوں کو اللہ کےدردناک عذاب اوراسکی سخت پکڑسے ڈرنا چاہئے ۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور: ۶۳)

ترجمہ: جولوگ رسولِ خداکے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ان کو اس سے ڈرناچاہئے کہ کوئی آفت ان پر آن پڑے یا دردناک عذاب ان پر نازل ہوجائے ۔

اسی لئے قرآن مجید میں جابجا اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے حکم کے ساتھ رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کاحکم بھی ویسے ہی زور کےساتھ دیاگیا ہے، بہت سے مقامات پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰہَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۰

"اللہ کی اطاعت کرواور اسکے رسو ل کی اطاعت کرو"

کہیں فرمایا گیاہے کہ ہدایت ، رسول کی اطاعت وفرمانبرداری سے ہی وابستہ ہے، چنانچہ سورہ نور میں اللہ کی اطاعت کےبعد رسول کی اطاعت کا تاکید ی حکم دینے کے بعد فرمایاگیا :

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (النور: ۵۴)

ترجمہ: اگر تم رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کروگے تو ہدایت پاؤگے۔

گویا اس آیت میں قرآن مجید نے اعلان کردیا کہ جولوگ رسول کی اطاعت وپیروی نہ کریں گے،وہی اللہ کی ہدایت سے محروم اور راہِ حق سے بھٹکے ہوئے رہیں گے ایک دوسرے موقع پر اس حقیقت کا اعلان قرآن مجید نے ان الفاظ میں بھی فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (النور: ۳۶)

ترجمہ: اورجو نافرمانی کریں اللہ کی اوراس کےرسول کی تو وہ بڑی کھلی گمراہی میں جاپڑے۔

ایک دوسرے موقع پر قرآن مجید نے اعلان فرمایاہے کہ ہمارے پیغمبر ؐکی بے چوں وچرا

اطاعت اورانکے ہر حکم اورفیصلے کوخوش دلی سے قبول کرنا،ایمان کے شرائط میں سے ہے، جس کا یہ حال نہ ہو،اس کو ایمان کا مقام ہرگز حاصل نہیں.، سورۂ نساء میں ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا(النساء: ۶۵)

ترجمہ: (اے ہمارے پیغمبر!) قسم تمہارے پروردگار کی کہ یہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے (اورایمان کےمقام پر نہیں پہنچ سکتے) جب تک کہ یہ بات نہ ہوکہ حکم بنائیں تم کو اپنے نزاعی معاملات میں پھر (جب تم اپنا فیصلہ دے دوتو) کوئی تنگی اور ناگواری نہ پائیں اپنے دلوں میں تمہارے فیصلے سے اورتسلیم کرلیں اس کو پوری طرح مان کر

اورسورۂ حشر میں تاکید کےساتھ حکم دیا گیا کہ ہمارے پیغمبر تمہارے حق میں جو مثبت یا منفی فیصلے کریں اور جو حکم دیں، اس کو مانو اور بجالاؤ ،اگر اسکے خلاف راستہ اختیار کیا گیا تو یاد رکھو کہ اللہ کاعذاب سخت ہے۔

وَمَآ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰىکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۰ وَاتَّقُوا اللہَ ۰ اِنَّ اللہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (الحشر: ۷)

ترجمہ: ہمارے رسول جو تم کو دیں، اس کو لے لو اورجن سے منع کریں ،اس سے رک جاؤ اور اس بارے میں اللہ (کی پکڑ) سے ڈرو ، اللہ کا عذاب بڑاسخت ہے۔

اور سورۂ احزاب میں پیغمبر کا حق اورمرتبہ یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اپنے اوپر جتنا حق اورجتنا اختیار اپنی ذات کا ہوتا ہے، اس سے زیادہ حق اور اختیار ایمان والوں پر پیغمبر کا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر اللہ کے پیغمبر کسی کو ایسا حکم دیں جس میں اسکی جان جاتی ہوتو اس کا فرض ہے کہ بے دریغ جان دےکر اس حکم کی تعمیل کرے ارشاد ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّہٰتُہُمْ۰ (الاحزاب: ۶)

ترجمہ: پیغمبر کا زیادہ حق ہے اہل ایمان پر خود انکی ذاتوں سے اورپیغمبرکی بیویاں کل اہل ایمان کی مائیں ہیں ۔

اصلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق اور مالک ہے، اسکو ہم پر ہر طرح کا حق اور اختیار ہے، یہاں تک کہ جن تصرفات اور جن فیصلوں کا اپنی جان اوراپنی ذات کےبارے میں خود ہم کوبھی حق نہیں ، اللہ کو ان

تمام تصرفات اور فیصلوں کابھی حق ہے اور
پیغمبر اس دنیا میں چونکہ اسکے نائب اور
نمائندے ہیں اور وہ ہی اللہ کےاحکام لانے
والے اوران کو نافذ کرنےوالے ہیں، اس لئے
عملاً ضروری ہےکہ ا ن کا حق واختیار بھی
ایسا ہی مانا جائے ۔آگے فرمایا کہ : ‘‘ انکی
بیویاں تمام اہل ایمان کی ماؤں کی جگہ ہیں
’’۔ اس لئے ان کا ادب واحترام اپنی ماؤں کی
طرح کیا جائے ۔

قرآن مجید انبیا ء علیہم السلام پر ایمان
لانے اورانکے احکام کی اطاعت کرنے اوران کا
حق اورمرتبہ پہچاننے پر زور دینے کے علاوہ
اسکی بھی تاکید کرتا ہےکہ انکے حضور میں
بلند آواز سے اور بیباکی سے بولا بھی نہ
جائے ، بلکہ جب کسی کو انکے سامنے کچھ
عرض کرنا ہوتو پورے ادب سے اور دبی آواز
سے عرض کیا جائے۔ قرآن مجید آگاہی دیتا ہے
کہ اگر اس بارے میں کوتاہی ہوئی تو تمہارے
سارے اعمال اکارت ہوجانے کا خطرہ ہے۔
سورہ حجرات میں ارشادہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ
وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ
اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ٢ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ
اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ
لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (الحجرات: ٢تا٣)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور اس طرح کھل کر بھی بات نہ کیا کرو جیسے کہ آپس میں ایک دوسرے سے کھل کرباتیں کرتے ہو، مبادا تمہارے سارے اعمال (ادب کی اس کوتاہی سے) اکارت ہوجائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، بیشک جولوگ اللہ کے رسول کے حضور میں اپنی آوازیں نیچی کرکے باتیں کرتے ہیں، وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کےلئے خاص کرلیا ہے، ان کیلئے ہی اللہ کی بخشش اور بڑا اجر ہے۔

انبیاء علیہم السلام کےبارے میں تفریط وناقدرشناسی اور بے ادبی کی گمراہی سےبچانے کیلئے تو قرآن مجید نے یہ ہدایات دیں (جومذکورہوئیں)۔ اب اسکے بعد وہ ہدایات بھی سنئے جو افراط اور غلوکے فتنے سے بچانےکے لئے قرآن مجید نے دی ہیں۔

افراط اور غلو کا فتنہ

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جس غلو اور افراط میں بہت سی قومیں مبتلا ہوئی ہیں ،وہ یہ ہےکہ انہوں نے سمجھاکہ نبی انسان نہیں ہوسکتا ، بلکہ اسکو انسانوں سے بالا تر کسی جنس سے ہونا چاہئے اور انسانی ضرورتیں اورانسانیت کے لوازم بھی

نے ہونے چاہئیں ۔ چنانچہ بہت سی قوموں نے اسی گمراہی کی بناپر اپنے زمانے کے پیغمبروں کا انکار کیا ۔ قرآن کا بیان ہےکہ اللہ کے پیغمبر نوح علیہ السلام کا انکار کرتے ہوئے انکی قوم نےکہا تھا:

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۰ (مومنون: ۳۳)

ترجمہ:یہ تمہاری طرح کے ایک انسان ہیں(پھر یہ خدا کےرسول کیسے ہوسکتے ہیں؟)

اور نوح علیہ السلام کے بعد جب دنیا میں پھر گمراہی پھیلی اور اللہ نے اپنے ایک اور نبی کو بھیجا تو انکی قوم نے بھی یہی کہہ کے ان کا انکار کیا کہ:

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۰ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ (المومنون: ۳۳)

ترجمہ : یہ تمہاری طرح ایک انسان ہیں ، جو تم کھاتے ہووہی چیز یں یہ بھی کھاتے ہیں اورجو تم پیتے ہو وہی یہ بھی پیتے ہیں(پھر بھلایہ کس طرح رسول ہوسکتے ہیں؟)

اور سورۂ تغابن میں زمانۂ قدیم کی منکرقوموں کے متعلق بیان فرمایا گیا ہےکہ انکے کفر وانکار کا باعث یہی ہواکہ یہ بات تسلیم کرنے کیلئے وہ تیار نہیں ہوئیں کہ انسان بھی نبی ہوسکتا ہے۔ ارشاد ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۚ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا (التغابن: ۶)

ترجمہ: ان کے اس کفر کا سبب یہی ہواکہ انکے پاس انکے پیغمبرروشن دلائل اور واضح احکام لےکر آئے ، تو ان کمبختوں نےکہا کیا انسان ہم کو ہدایت دیں گے ؟ پس (اسی بنیاد پر) انہوں نے ان رسولوں کا انکار کردیا ، ا ن سے روگردانی اختیار کی ۔

اور دوسری جگہ فرمایا گیا :

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل : ۹۴)

ترجمہ: جب لوگوں کے پاس ہماری ہدایت پہنچی تو ایمان لانے سے ان کوصرف یہی چیز مانع ہوئی کہ انہوں نے کہا کیا آدمی کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (یہ بات تو ہم نہیں مان سکتے)

اور خود قرآن کےلانے والے خدا کے آخری رسول ۖ کےبارے میں ان کے منکروں نے کہا کہ:

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ۔ (الفرقان :۷)

ترجمہ: یہ کیسے رسول ہیں کہ کھاتے پیتے ہیں اور (اپنے کاموں سے) بازار وں

میں بھی جاتے ہیں ؟

مطلب یہ تھاکہ خدا کا رسول تو وہی ہوسکتا ہے جو ان انسانی لوازم وخصوصیات سے مبرا اور بالاترہو۔ الغرض پیغمبروں کے بارے میں بہت سی قومیں اسی گمراہی میں مبتلا رہی ہیں کہ وہ انسان نہیں ہوسکتے بلکہ ان کو کسی بالاتر جنس سے ہونا چاہئے اور انسانی عادات وخصوصیات بھی ان میں بالکل نہ ہونی چاہیئں ۔ مگر قرآن مجید نے اس گمراہی کی پوری صراحت وصفائی سے بیخ کنی کی ہے، رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرکے ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (یوسف: ۱۰۹)

ترجمہ: اورہم نے آپ سے پہلے بھی آدمیوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا ، ہم ان ہی کی طرف اپنے احکام کی وحی کرتے تھے۔

اور سورۂ فرقان میں فرمایا گیا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ۰ (الفرقان: ۲۰)

ترجمہ: اور آپ سے پہلے جتنے رسول بھی ہم نے بھیجے، وہ سب کھانا کھاتے تھے اور (اپنی ضرورتوں سے) بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

اور خود رسول اللہ ﷺ کو بار بار حکم دیاگیا کہ اپنے بارے میں صاف صاف ان لوگوں سے کہہ دیجئے اور اعلان کردیجئے کہ:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (حٰم سجدہ:۶)

ترجمہ: میں تو بس تمہاری ہی طرح ایک انسان ہوں ۔

اور پیغمبروں کےبارے میں غلو اور افراط ہی کہ سلسلہ کی ایک گمراہی یہ تھی کہ ان کیلئے ضروری سمجھا جاتا تھا کہ ساری کائنات پر ان کا تصرف اور اختیار ہو اور وہ سب کچھ کرسکتے ہوں ، اسی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے منکرین نے آپ سے کہا تھا، قرآن کا بیان ہے:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا ۹۰ۙ اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْہٰرَ خِلٰلَہَا تَفْجِیْرًا ۹۱ۙ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَاۗءَ کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللہِ وَالْمَلٰۗئِکَۃِ قَبِیْلًا ۹۲ۙ اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَاۗءِ۰ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُہٗ۰ (بنی اسرائیل : ۹۰تا ۹۳)

ترجمہ: یہ منکرین کہتے ہیں کہ ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لاوینگے جب تک کہ تم ایسے خارق عادت کا م کرکے نہ دکھا دو، (مثلًا یہ کہ) تم حکم کرو اور زمین سے چشمہ پھوٹ نکلے ، یا تمہارے لئے

کھجور اور انگور کا ایک باغ لگ جائے اورپھر تم اس میں پانی کی بہت سی نہریں جاری کرکے دکھاؤ ، یا جیسے کہ تم کہا کرتے ہوآسمان کے ٹکڑے ہم پر گراؤ ، یا اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ، یا تمہارے لئے ایک سونے کا گھر بن جائے ، یا تم پرواز کرتے ہوئے آسمان میں چڑھ جاؤ اورہم تمہارے اس چڑھ جانے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک ایسا نہ ہو کہ تم آسمان سے ایک لکھی لکھائی کتاب ہمارے پاس اتارلاؤ جس کو ہم پڑھ سکیں ۔

مگر قرآن مجید میں ان سب مطالبوں کےجواب میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیاگیا کہ :

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ ہَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل : ۹۳)

ترجمہ: آپ ان سے کہہ دیجئے کہ سبحان اللہ! (میں کوئی خدا ہوں !) میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک آدمی ہوں خدا کا پیغام پہنچانے والا ۔

اس مختصر آسمانی جواب کا مطلب یہی ہے کہ اے منکرو ! تمہاری یہ بنیادی غلطی ہےکہ تم سمجھتے ہوکہ نبی ورسول وہ ہوتا ہےجس کے اختیار اور قبضہ میں سب کچھ ہو اورزمین وآسمان پر اس کا ‘‘ کن فیکون ’’ تصر ف ہو، حالانکہ یہ شان خدا کی ہے،

بیشک وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ، اس کی قدرت میں سب کچھ ہے ۔ لیکن میری حیثیت تو صرف یہ ہے کہ میں تم میں کا اورتمہاری جنس کا ایک انسان ہوں، جس کو اللہ نے رسالت وپیغمبر کاکام اورمنصب عطافرمادیاہے، میں اس سے زیادہ کسی چیز کا مدعی نہیں ۔

اسی طرح سورۂ عنکبوت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے منکرین نے آپ سے کہا کہ جو معجزے اور جو نشانیاں ہم چاہتے ہیں، وہ آپ کیوں نہیں دکھاتے ؟تو اس کا جواب بھی آپ سے یہی دلوایا گیاکہ:

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللِّٰ۔ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (العنکبوت: ۵۰)

ترجمہ: آپ ان سے کہہ دیجئے کہ معجزے اورنشانیاں تو اللہ کے اختیار میں ہیں (ان پر میرا اختیار نہیں)۔ میں تو بس صاف صاف آگاہی دینے والا اور ہوشیار کرنے والا اللہ کا پیغمبر ہوں ۔

اوراسی غلو اور افراط کی بیخ کنی کےلئے ایک دوسری جگہ آپ کو حکم دیا گیا کہ :

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَاۗىِٕنُ اللِّٰ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ۔(الانعام: ۵۰)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ اللہ کے خزانے میرے اختیار

میں ہیں اورنہ (میں یہ کہتا ہوں کہ)
مجھے علم غیب ہے اورنہ میں کہتا ہوں
کہ میں فرشتہ ہوں (میرا حال تویہ
ہےکہ) جو وحی اللہ کی طرف سے مجھ
پر کی جاتی ہے اور جو حکم مجھے دیا
جاتاہے، میں تو بس اس کا اتباع
کرتاہوں ۔

اوراسی مقصد کےلئے آپ ؐ سے اعلان کرایا گیا :

قُلْ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۲۱ قُلْ اِنِّىْ لَنْ يُّجِيْرَنِىْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۰ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (الجن: ۲۱تا۲۲)

ترجمہ: آپ صاف کہہ دیجئے کہ اے لوگو!
میں نہیں مالک ہوں تمہارے نقصان کا
اورنہ تمہاری بھلائی کا (یعنی تمہارا بنا
ؤ بگاڑ میرے اختیار میں نہیں ، بلکہ سب
کچھ اللہ کےاختیار میں ہے) آپ کہہ
دیجئے (کہ خود میرا معاملہ یہ ہے) کہ
مجھے بھی نہیں بچا سکتا اللہ کے ہاتھ
سے کوئی اور، میں نہیں پاسکتا اس کے
سوا کوئی جائے پناہ اور کوئی ٹھکانا ۔

اور سورۂ اعراف میں فرمایا گیا :

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۰ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ ۰ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (الاعراف: ۱۸۸)

ترجمہ: آپ اعلان فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات کے نفع ونقصان کا بھی مالک ومختار نہیں ہوں ، مگر جواللہ چاہے وہی ہوتاہے۔ (سب کچھ اسی کی مشیت اور اسی کے فیصلے پر موقوف ہے) اور اگر میں غیب کی بات جا ن لیا کرتا تو بہت کچھ منافع حاصل کرلیتا اور کبھی کوئی ناگواری اور خلاف مرضی بات مجھے پیش نہ آتی ، میں بس انجام کےخطرے سے ہوشیار کرنے والا اور انعاماتِ الٰہیہ کی خوشخبری سنانے والا ہوں ایمان ویقین والوں کو۔

ان سب آیتوں میں اسی غلو اور افراط کی بیخ کنی کی گئی ہےجو انبیاء علیہم السلام کےبارے میں بہت سی قوموں اور اُمتوں میں مختلف زمانوں میں رہاہے اور آج بھی موجو د ہے، حتیٰ کہ خود قرآن کے ماننے والے بہت سے مسلمان جہالت اور نا واقفی کی وجہ سے اس میں مبتلا ہیں ، وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے خزانوں پر رسول کا پورا پورا اختیار اور تصرف ہونا چاہئے اورانکو علم غیب بھی ہونا چاہئے اوردین ودنیا اور آخرت کےبارے میں ان کو مختار مطلق ہونا چاہئے ، حالانکہ معلوم ہوچکا کہ قرآن مجید نے ان تمام گمراہانہ خیالات وخرافات کی پوری صراحت اور صفائی سے تردید کی ہے۔ اسی

سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ چند آیتیں اوربھی پڑھ لیجئے :

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ۰ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓى اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (الاحقاف:۹)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی نیانرالا نہیں ہوں رسولوں میں سے (جس طرح مجھ سے پہلے اللہ کے بہت سے رسول آئے اسی طرح میں بھی اس کا ایک رسول ہوں) اور (میرا حال یہ ہے کہ) جو کچھ مستقبل میں میرے ساتھ پیش آئے گا اور جو تمہارے ساتھ کیا جائے گا،میں اس کو جانتا بھی نہیں ، میں تو بس اس کی پیروی کرتا ہوں جو اللہ کی طرف سے بذیعہ وحی مجھے بتلایا جاتا ہے اور میں تو بس صاف صاف آگاہی دینے والا ہوں ۔

اور سورۂ یونس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے کافر ومنکر جب آپ کی زبان سے قرآن مجید سنتے تھے(جس کی تعلیم ان کے کافرانہ ومشرکانہ خیالات واعمال کے خلاف تھی) تو کہتے تھے کہ قرآن کو توہم نہیں مان سکتے ، لٰہذا یا تواس کی جگہ کوئی دوسرا قرآن لاؤیا اس کی تعلیم اور اس کے مضامین کو بدل دو اس کے جواب میں آپ کو حکم دیاگیا:

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِىْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِىْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (یونس: ۱۵)

ترجمہ: آپ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھے بالکل یہ حق نہیں ہےکہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی ردو بدل کرسکوں ، میں خود انہی احکام کی تابعداری کرتاہوں جو کہ خدا کی طرف سے میری طرف وحی کئے جاتے ہیں ، اگر میں اپنے اس مالک کےحکم کی خلاف ورزی کروں تو بڑے دن کے عذاب کا مجھے بھی ڈرہے۔

الغرض پیغمبر وں کے بارے میں غلو اور افراط کےسلسلے کی جن جن گمراہیوں میں لوگ کبھی مبتلاہوئے ہیں یا مبتلا ہونے کے زیادہ امکانات اورخطرات ہیں ، قرآن مجید نے ان سب ہی کی پوری پوری بیخ کنی اورآئندہ کیلئے ناکہ بندی کردی ہےاورانبیاء علیهم السلام کی جو واقعی حیثیت اوران کا جو حقیقی مقام ہے، اسکو اس طرح واضح اور متعین کردیا ہے کہ قرآن کو سمجھنے اورماننے والوں کیلئے کسی غلط فہمی اور گمراہی کی گنجائش قطعًا نہیں رہی ہے۔

خدا وندی ہدایت کی اطاعت وپیروی

اگر چہ یہ حقیقت ہے کہ خدا کی خدائی کو جان لینے اور بندوں کی ہدایت کے لئے اس کے قائم کئے ہوئے سلسلۂ رسالت کو مان لینے اور اس پر ایمان لے آنے کے بعد خود بخود بندے کے لئے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے متعلق یہ اصولی فیصلہ کر لے کہ اس دنیا میں مجھے اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی نازل کی ہوئی ہدایت کا مطیع اور تابع رہ کر ہی زندگی گزارنا ہے، لیکن قرآن مجید صرف اس لزوم پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ مستقل طور سے بھی اس کی دعوت دیتا ہے اور پوری تاکید کے ساتھ جا بجا اس کا مطالبہ کرتا ہے کہ انسانوں کو چاہیے کہ وہ خدا کی ہدایت اور اس کے احکام (جو پیغمبر وقت کے ذریعہ اس کی طرف سے آئیں ان) کی پیروی کو زندگی کا اصول بنائیں، نجات و فلاح کی یہی راہ ہے اور اس کے سوا ہر راستہ ہلاکت کا راستہ ہے ۔

سورۂ انعام میں فرمایا گیا ہے :

قُلْ اِنَّ ہُدَى اللّٰہِ ہُوَ الْہُدٰی ؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ

الْعٰلَمِیْنَ (الانعام ۷۱)

ترجمہ:اے پیغمبر!آپ میرے بندو ں کو بتا ئـیے کہ اللہ تعـالیٰ کی اتـا ری ہوئی ہدا یت ہی زنــدگی کی صــحیح راہ ہے اور ہم سب کـو حکم ہے کہ پـرو رد گـا ر عـا لم کی حکم برداری کریں۔

اور سورۂ اعراف کے با لکل شروع میں فـر مایا گیا :

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ (الاعراف ۳)

ترجمہ:اس ہدا یت کی پـیرو ی کـرو جـو اتا ری گـئی ہے تمہا رے پـر ور دگـا ر کی طرف سے اور اس کے سوااور آقاؤں کی پـــیرو ی نہ کـــرو (کیـــو نکہ حقیقی آقاوررب صرف وہی ہے ۔)

اور سورۂ زمر میں ارشاد ہوا :

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝۵۴ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۵۵ (الزمر: ۵۴ تا

تـرجمہ:اور رجـوع ہو جـا ؤاپـنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو قبل اسکے کہ آ جـائے تم پـر اس کـا عـذاب اور پھر کوئی تمہا ری مدد نہ کـر سـکے اور اتبا ع کرو اس بہتر ین ہدا یت کا جو اتــا ری گـــئی ہے تمہار ے پـــر ور دگـــار کی

طرف سے قبل اس کہ کہ آ جا ئے تم پر اچانک عذاب اور تم کو خبر بھی نہ ہو ۔

یہ تو خدا و ند ی ہد ایت کہ اتبا ع کی تا کید تھی نیز قرآن مجید میں ان آ یا ت کے علا وہ ‘‘اطیعوااللّٰہ وا طیعوا الرسول’’یا اس کے ہم معنی الفاظ میں بھی جا بجا اس کا مطالبہ کیا گیا ہے ۔

اب ما ننے والو ں کا انجا م بھی قرآ ن ہی کی زبا ن سے سنئے !

سورۂ فتح میں ارشا د ہے :

وَ مَن یُّطِعِ اللہَ وَ رَسُولَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِی مِن تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ ۚ وَ مَن یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْہُ عَذَابًا اَلِیْمًا (الفتح ١٧)

جو لو گ حکم برداری کریں گے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسو ل کی اور چلیں گے ان کی ہدایت ،پر ان کو پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اُن بہشتی با غات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو نہ ما نیں گے اور حق کی اس راہ سے مڑ کر چلیں گے ،ان کو اللہ تعالیٰ اس جر م کی در دنا ک سزا دے گا ۔

اور دو سری جگہ ما ننے والو ں کے متعلق سورۂ احزاب میں فر ما یا گیا :

وَمَن يُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُولَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیۡمًا (الاحزاب ۷۱)

اور جو لوگ تا بعدار ی کریں اللہ اور اس کے رسو ل کی تو انہو ں نے بڑ ی کا میا بی حاصل کی۔

اور سورۂ نساءمیں اس بڑی کا میا بی (فو ز عظیم) کی تفسیر وتشریح اس طرح فرما ئی گئی :

وَمَن يُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُولَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡهِم مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ۶۹؀ ذٰلِکَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیۡمًا ؀۷۰ (النسآء: ۶۹ تا ۷۰)

ترجمہ:اور جو بندے فر ما نبر داری کریں اللہ اور اس کے رسو ل کی تو وہ اللہ کے ان خا ص بندوں کے سا تھ ہوں گے جن پر اس کا خصو صی انعا م ہے، یعنی انبیاءوصدیقین اور شہداء وصالحین اور کیا اچھے ہیں یہ رفیق! یہ ان پر فضل ہو گااللہ کی طرف سے ، اللہ کافی ہے جا ننے والا ۔

اور ان ہی خوش نصیب بند وں کے متعلق جنہوں نے ہر طرف سے رخ موڑ کے اور دنیا کے سارے طریقو ں کو چھوڑ کے اللہ کی ہدایت کی پیرو ی ہی کو اپنا اصو ل زند گی بنا لیا

ہے، سورۂ مؤ من میں ذکر فر ما یا گیا ہے کہ اللہ کے وہ خا ص خا ص مقر ب فرشتے (حاملین عرش ومن حولہ) جنہیں بارگاہ خدا وندی میں ہمہ وقت حا ضر ی نصیب رہتی ہے ،وہ اللہ کی حمدو تسبیح کے ساتھ ان بند گا ن خدا کے لئے بلکہ ان کے طفیل میں ان کے آبا ءوا جدا د، بیوی بچو ں کے لئے بھی ہر دم دعا ئے خیر کرتے رہتے ہیں ۔

قرآ ن مجید میں ان کی اس دعا ءکے الفاظ بھی نقل کیے گئے ہیں پڑ ھئے اور با ر بار پڑھئے !!

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۸﴾ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ (المؤمن :۷ تا ۹)

ترجمہ:اے پر ور دگار !تیرا علم اور تیر ی رحمت ہر چیز کو محیط ہے پس تو اپنے ان بندو ں کی مغفرت فر ما دے جو تیری طرف رجوع ہو ئے اور انہو ں نے تیری ہد ایت کی پیروی کی اور تیری بتا ئی ہو ئی راہ پر چلے اور دوزخ کے عذاب سے ان کو بچا لے ! اے پر ور دگار !اور ان غیر فا نی جنتو ں میں ان کو پہنچا دے جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان

کے ما ں باپ اور ان کے بیوی بچوں میں سے جو بھی اچھے ہیں ان کو بھی ان کے سا تھ جنت میں رکھا تو زبردست حکمت والا ہے ۔ اور تکلیفوں اور برا ئیوں سے ان کو بچا اور قیا مت کے دن جن کو تو نے تکلیفو ں سے بچایا تو ان پر تیری رحمت ہو ئی اور یہ ان کی بڑی کا میا بی ہے ۔

گو یا اللہ کے یہ بلند مر تبت مقرب فر شتے ما مور ہیں کہ اللہ کی بند گی اور اس کی حکم برداری والی زندگی گزارنے والے بندوں کے حق میں یہ دعا ئے خیر اللہ کے حضور میں کر تے رہیں ۔ اور ظا ہر ہے کہ جس اللہ نے انہیں اس دعا پر مامور فرمایا ہے اور اپنی حمد و تسبیح کے ساتھ اس دعائے خیر کو ان کا وظیفہ بنایا ہے، وہ ان کی اس دعا کو کیو ں نہ قبو ل فرما ئے گا، بلکہ قرآ ن مجید میں یہ دعا اسی لئے ذکر کی گئی ہے کہ لو گو ں کو معلو م ہو کہ اللہ کے جو بندے اللہ کی بند گی والی زندگی گزارتے ہیں اور اس دنیا میں اس کی ہدا یت کے پا بند ہو کر رہتے ہیں، اللہ کے نزدیک ان کا مر تبہ اور مقا م یہ ہے کہ اس نے اپنے مقر ب تر ین فر شتو ں کو ان کا دعا گو بنا دیا ہے اور ان کے لئے دعائے خیر کر نا اپنی حمدو تسبیح کی طرح ان کا وظیفہ مقرر فر ما دیا ہے ۔

اور اس کے برعکس جو بد نصیب انسا ن

اللہ تعالیٰ کی ہدا یت اور اس کی نا زل کی ہو ئی شر یعت کے بجا ئے اپنی خوا ہشا ت نفس کی پیرو ی کر تے ہیں ،ان کی محرو می اور بر با دی کا اعلان قرآ ن مجید میں ان الفا ظ میں فر مایا گیا :

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (القصص:۵۰)

ترجمہ:اور ان سے زیا دہ گمرا ہ اور بھٹکا ہوا کون ہے جو اللہ کی ہد ایت سے ہٹ کر اپنی خواہشات کی پیرو ی کریں ، اللہ ایسے ظالمو ں کو ہد ایت نہیں دیتا ۔

اور سورۂ فرقا ن میں فر مایا گیا:

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ (الفرقان :۴۳ تا ۴۴)

ذرا ان بد نصیبو ں کو دیکھو جو (خداکی بند گی اور اس کی ہدا یت کی پیرو ی چھوڑ کر) اپنی خوا ہشا ت نفس کے پر ستار ہو گئے ہیں، کیا تم ان کو سنبھا لنے کا ذمہ لے سکتے ہو؟ (وہ ہرگز درست نہ ہو ں گے!)کیا تمہارا خیا ل ہے کہ ان میں سے بہت سے کچھ سنتے اور سمجھتے ہیں؟نہیں وہ تو بس لایعقل جا نور وں کی طرح

ہیں بلکہ وہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں۔

عمل صالح

اسی اتبا ع ہدیٰ اور اطـا عت رسـو ل خـدا وررسو ل والی زنـد گی کی ایـک تعبـیر عمـل صا لح والی زندگی بھی ہے ، قرآن مجیـد میں بے شما ر مقا مات پر ایمـا ن کے سـا تھ عمـل صالح کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ گـو یـا ان دونو ں سے مل کر وہ زند گی بنتی ہے جو ہما رے پیدا کـر نے وا لے کـو مطلـو ب اور محبـو ب ہے اور جو ہم کو اس کا محبو ب بنــد ہ بنـا نے والی ہے ۔ قرآ ن پا ک میں بلا مبـالغہ سـیکڑو ں مقامـات پـر عمـل صـا لح والی زنـد گی پـر ایسی کیف آ ور بشـا رتیں سـنا ئی گـئی ہیں جن میں ایمــا ن وا لی روحــوں کے لـئے لــذ ت وسروراور نشاط ومستی کا یقینًا اس سے زیا دہ سا ما ن ہے جتنا کہ شـرا ب کے متـوا لـو ں کو شراب سے حا صل ہو تا ہو گا ۔ چند آ یتیں یہاں بھی سن لیجئے ۔

سـورۂ حج میں رسـو ل اللہ ﷺ کـو حکم ہے کہ آپ پو ری انسا نی دنیا کو ہمارا پیغا م سنا دیجئے! ارشاد ہے :

قُـــــــــــــــــــــــــــــــــــــلْ يٰۤاَيُّ
ـــهَا النَّاسُ اِ نَّمَاۤ اَنَــا لَكُمْ نَــذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُـوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ مَّغۡفِـرَةٌ وَّ رِزۡقٌ كَـــرِيۡمٌ ﴿۵۰﴾ وَ الَّذِيۡنَ سَـــعَوۡا فِىۡۤ اٰيٰتِنَـــــــــــــا مُعٰجِـــــــــــــــزِيۡنَ

اُولٰ

ٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۵۱﴾ (الحج: ۴۹ تا ۵۱)

ترجمہ:اے پیغمبر ! آپ اعلان کر دیجئے اور سب کو سنا دیجئے کہ اے انسانو! میں اللہ کی طرف سے تم کو صرف خبردار کر نے والا اور اس کا پیغام کھول کھول کر سنانے والا ہوں، پس جو لوگ ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی اختیار کریں ان کے لئے ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے اور جو لوگ ہمارے احکام و فرامین کے مقابلہ میں زور آزمائی کریں وہ دوزخ میں جانے والے ہیں ۔

اور سورۂ طٰہ میں فرمایا :

وَ اِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اہۡتَدٰی (طٰہٰ:۸۲)

ترجمہ:اور میری بڑی بخشش ہے ان کے لئے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں اور ٹھیک ٹھیک چلتے رہیں ۔

اور سورۂ عنکبوت میں فرمایا :

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُکَفِّرَنَّ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَلَنَجۡزِیَنَّہُمۡ اَحۡسَنَ الَّذِیۡ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ (العنکبوت: ۷)

ترجمہ:اور جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں ہم ان کی خطائیں معاف اور ان کی برائیاں دور کر دیں گے اور ان کو ان کے اعمال کے استحقاق سے بہت زیادہ اچھا بدلہ دیں گے ۔

اور سورۂ نساءمیں فرمایا :

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا (النساء:۱۲۲)

اور جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں، ہم ضروران کو ان بہشتی باغات میں بسائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا بالکل سچا اور کس کی بات ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی ؟

اور سورۂ شوریٰ میں ارشاد فرمایا :

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (الشوریٰ: ۲۲ تا ۲۳)

ترجمہ:اور جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں وہ

جنت کے باغیچوں میں رہیں گے ،ان بہشتی با غو ں میں جس چیز کی وہ خواہش کر یں گے اپنے پر و دگار کے پاس وہ ان کو ملے گی، یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا انعا م ہے ، اللہ تعا لیٰ خو ش انجا می کی بشارت اپنے ان بندوں کو سناتا ہے جو ایما ن لا ئیں اور عمل صا لح وا لی زند گی گزا ریں ۔

اور سورۂ کہف میں فر مایا :

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتۡ لَہُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا لَا یَبۡغُوۡنَ عَنۡہَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ (الکہف ۱۰۷ تا ۱۰۸)

ترجمہ:بیشک جو بندے ایما ن لا ئیں اور عمل صا لح وا لی زند گی گزاریں ان کے پرورد گار کی طرف سے ان کی مہما نی کے لئے فردوس یعنی جنت کے باغات ہیں ،وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے(نہ ان کو وہا ں سے کبھی نکالا جائے گا اور) نہ وہ خو د وہاں سے کہیں اور جا نا چاہیں گے ۔

اور سورۂ طٰہٰ میں ارشاد فر مایا :

وَ مَنۡ یَّاۡتِہٖ مُؤۡمِنًا قَدۡ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِکَ

ۗئِکَ لَہُمُ الــدَّرَجٰتُ الْعُلٰی ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَــدْنٍ تَجْـرِیۡ مِنۡ تَحْتِہَـا الۡاَنۡہٰــرُ خٰلِـدِیۡنَ فِیۡہَـا ؕ وَ ذٰلِــــــــــــــکَ جَزٰٓؤُا مَنۡ تَــــــــــــــــــــــزَکّٰی ﴿۷۶﴾ (طٰہٰ: ۷۵ تا ۷۶)

اور جـو بنـدے اپـنے پـر ورد گـار کے حضـور میں مؤ من ہو کــر حــا ضــر ہو ں گے اور عمل صـالح والی زنـد گی انہو ں نے گــزا ری ہو گی، ان کے لـئے وہا ں نہایت بلنــد درجے ہیں، کبھی نہ فنــــــا ہو نے والے بہشتی با غات جن کے نیچے نہریں جـا ری ہیں ، ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ صــلہ ملے گــا ان کــو جــو(کفــر ونافرمانی کی گندگی سے) پاک ہوں۔

ان سب آ یتو ںمیں ایما ن اور عمل صا لح وا لی زنــد گی گــزار نے والــو ں کے لئے آخــرت میں اللہ تعـا لیٰ کی رحمت و مغفــرت اور اس کے فضل وبخشش اور جنت ونعمــا ئے جنت کی بشا رتیں ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اللہ تعا لیٰ نے اپنے جن بندو ں کو آ خـرت پـر ایما ن ویقین نصـیب فرمایـا ہے ان کے لـئے اس سے بـڑ ھ کـر کـو ئی بشـارت اور کـوئی نعمت نہیں ہو ســـکتی کہ آخـــــرت کی حقیقی اور کبھی نہ ختم ہو نے والی زنــد گی میں ان کــو اللہ تعا لیٰ کی رضا و مغفرت اور جنت نصــیب ہو جائے ۔

با لفر ض اگر ایما ن وعمل صا لح کے صلے میں اس فا نی دنیا میں کچھ بھی نہ ملے اور صرف آخرت ہی میں وہ مل جائے جس کا وعدہ ان آ یتو ں میں کیا گیا ہے تو بھی یقینًا نفع ہی نفع ہے اور ہر مؤمن بند ہ اس سودے پر دل وجا ن سے را ضی ہو کر اپنے رب کریم کا شکر گزار ہی ہو گا ۔لیکن واقعہ یہ ہے کہ عمل صا لح اور ایما ن کے صلے میں آ خرت میں مغفرت اور جنت کے علاوہ اس دنیا میں بھی کچھ عطا فر ما نے کا وعدہ قرآن مجید میں کیا گیا ہے، وہ اس دنیا کی بھی سب سے بڑی نعمت ہے ۔

مثلاً سورۂ مر یم میں فر مایا :

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ (مریم: ۹۶)

ترجمہ:بلا شبہ جو بندے ایمان لا ئیں اور عمل صا لح والی زندگی گزاریں، بڑ ی رحمت والا پروردگار ان کو ضرور محبت سے نواز ے گا ۔

یعنی اس دنیا کی زند گی میں ان کو اللہ کی محبت و محبو بیت کا مقا م نصیب ہو گااور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے دلو ں میں بھی ان کی محبت پیدا فرما دے گا ۔

سوچئے !کسی بند ہ کے لئے اس دنیا میں اس سے بڑ ی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے دل کو اللہ سے محبت وتعلق کی دو

لت نصیب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی محبت کے لئے چن لے اور عـا مہ مخلـوق کے دل میں بھی اس کی محبت و مقبو لیت پیـدا کـر دی جائے ۔

صـرف مـا دی لـذ تـو ں اور بـرا ئیـوں سـے دلچسپی رکھنے والے جو انسا ن اپنی انسا نیت کھو کر حیوانیت کی سطح پر آچکـتے ہیں، غـا لباً ان کے نز دیک تو اس دنیا کی بڑ ی نعمتیں صـرف روپیـوں کے ڈھـیر،اینٹـو ں اور پتھـروں سے بنے ہوئے عالیشا ن محلات ،انواع واقسـا م کے لذ یذ مرغن کھـا نے، بیش قیمت کـپڑ ے اور قیمـــــتی ســـــواریا ں ہی ہوں گی، لیکن جـوواقعی انسـا ن ہیں انہیں اس میں قطعـاً کـوئی شـک نہیں ہو سـکتا کہ اللہ کی محبت ومحبوبیت اور عا م خلائق کی نگا ہ میں مقبو لیت کا ایک لمحہ اس پوری عمر سے زیا دہ لـذ یـــذ اور قیمـــتی ہے، جس میں مـــذکورہ بـــا لا ساری مادّی نعمتیں تـو میسـر ہو ں لیکن اللہ کی محبت ومحبـو بیت اور مقبـو لیت کی اس نعمت سے محرو می ہو ۔

اللہ تعا لیٰ اس دنیا میں اپنے جس بنـدے کـو اپـــنی محبت و محبـــو بیت اور مقبـــو لیت کـــا کوئی حصہ نصیب فرما ئے بس وہی جا نتـا ہے، کہ اس کـو کتـنی بـڑی دو لت اور زنـد گی کـا کیسا لطف حا صل ہے۔ اسی کـو قـرآن مجیـد

میں ایک دوسری جگہ ''حیوٰۃ طیبہ ''فر ما یا گیا ہے۔ سورۂ النحل میں ارشاد ہے :

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل: ٩٧)

ترجمہ:جو بندہ عمل صا لح والی زند گی گزار ے خوا ہ مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو تو ضرور اس کو ''حیات طیبہ ''(نہایت اچھی پر لطف زند گی) دیں گے اور آخر ت میں ان کے اعما ل حسنہ کا ان کے استحقا ق سے بہت زیا دہ اچھا صلہ ان کو عطا فرما دیں گے ۔

اس آیت میں عمل صا لح والی زندگی پر جس''حیوٰ ۃ طیبہ '' کا وعدہ کیا گیا ہے اس کا تعلق اس دنیا سے ہے اور وہ اللہ کی محبت و محبو بیت، سکینت وطما نیت اور خلق اللہ میں مقبو لیت کی وہی زندگی ہے جس کا ابھی اُوپر ذکر کیا گیا اور بلا شبہ وہ اس دنیا کی سب سے بڑی دو لت ونعمت اور سب سے بڑی لذ ت ہے ۔

دنیا میں یہ ''حیوٰۃ طیبہ ''ملنا تو ایما ن اور عمل صا لح والی زند گی کا وہ صلہ ہے جس سے ہر وہ فرد نوا ز ا جاتا ہے جو ایما ن

وعمل صالح کی شرط کو پورا کرے خواہ مرد ہو یا عورت ۔اس کے علاوہ ایک اور بہت بڑا انعام اور صلہ اس دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی زندگی رکھنے والوں کو یہ بھی دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک کا انتظام ان کے سپرد کر دیتا ہے اور نظم و نسق ان کے ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے۔ جس کے بعد وہ اللہ کی زمین کا انتظام اللہ کی مرضی کے مطابق کرتے ہیں اور انتظام میں وہ اللہ کے نائب اور خلیفہ ہوتے ہیں، لیکن یہ انعام اور صلہ انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہے یعنی ہر فرد کو اس کے ایمان اور عمل صالح پر یہ صلہ نہیں دیا جاتا بلکہ اگر کوئی قوم اور جماعت ایمان اور عمل صالح والی زندگی کو اختیار کر لے تو اللہ تعالیٰ اس قوم اور جماعت کو اس نعمت سے نوازتے ہیں ۔

ایمان اور عمل صالح کے اسی انعام کا وعدہ سورۂ نور میں ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ (النور: ۵۵)

ترجمہ:اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی اختیار کریں کہ ان کو ضرور منتظم اور خلیفہ بنائے گا

زمین کا ، جیسا کہ ان سے پہلے گزشتہ امتو ں کے مؤ منین صالحین کو خلیفہ بنایا تھا ۔

اس آیت سے معلو م ہو ا کہ یہ اللہ تعا لیٰ کی سنت قد یمہ اور اس کا ازلی قا نون ہے کہ اگر دنیا میں ایما ن اور عمل صا لح کی زند گی رکھنے والی امت مو جو د ہو تو اللہ تعا لیٰ زمین کے انتظا م حکومت کے لئے اسی کاانتخا ب کرتا ہے اور اسی کو اپنی خلافت ونیا بت دیتا ہے۔ یہ آیت بتا تی ہے کہ نزو ل قرآ ن سے پہلے زمانوںمیں بھی یہی ہوا اور نزو ل قرآ ن کے بعد کے دور کے لئے بھی یہی وعدۂ الٰہی اور منشور خدا وندی ہے۔

سورۂ انبیا ءکے آ خر ی رکوع میں اسی خدا وندی دستو ر کا بیا ن ان الفا ظ میں فر مایا گیا :

وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (الانبیاء ۱۰۵)

ترجمہ:اور ہم لکھ چکے زبور میں نصیحت کے بعدکہ زمین کے وارث ہو ں گے اور اس کا انتظام کریں گے میرے صا لح بند ے ۔

ضروری انتباہ

ان آ یتو ں سے یہ سمجھنا کہ دنیا میں حکو مت صرف صالحین کو ملتی ہے اور کسی

گروہ کے ہاتھ میں حکومت کا ہونا اس کے صالح ہونے کی نشانی ہے ، بڑی گھٹیا درجے کی غلط فہمی ہے ۔ ان آیات کا مفاد جیسا کہ ہم نے بتلایا صرف یہ ہے کہ جب دنیا میں ایمان اور عملِ صالح والی کوئی امت اور جماعت موجود ہوگی تو اللہ تعالیٰ اپنی خاص نصرت اور مدد سے زمین کا اقتدار وانتظام اس کے سپرد کر دے گا اور یہ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کا انعام اور مزید ترقیات کا باعث ہوگا ۔

تقویٰ

اللہ یو م آ خرت اور سلسلۂ نبو ت پر ایما ن کے بعد جن چیزو ں کی دعوت قرآ ن مجید نے زیادہ اہمیت کے سا تھ دی ہے اور جن کو گو یا انسا ن کی فلا ح وسعادت کا مدار بتلا یا ہے ،ان میں سے ایک‘‘تقویٰ’’ بھی ہے۔

تقویٰ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ اور یو م آخرت پر یقین رکھتے ہو ئے، پھر اللہ کی ناراضی اور اس کی پکڑ اور آ خرت کے عذاب اور مو اخذے سے ڈرتے ہوئے فکر اور احتیاط کے ساتھ زندگی گزارے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحا بی حضرت ابیّ بن کعب ضللہعنہ جو علم قرآ ن میں خصو صی امتیاز اور مہا رت رکھتے تھے اور خو د رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی اس خاص علمی حیثیت کی تو ثیق فر ما ئی تھی۔ ایک دن ان سے امیر المؤ منین حضرت عمر رضی اللہ تعا لیٰ عنہ نے در یا فت کیا کہ تقویٰ کی حقیقت کیا ہے ؟ حضرت ابیّ بن کعب ضللہعنہ نے فر مایاکہ: ‘‘کبھی کانٹوں بھرے کسی راستے پر چلنے کا اتفاق تو آپ کو

ضـرور ہوا ہوگـا؟’’ حضـرت عمر ضـللہعنہ نے جواب دیا:‘‘کیـوں نہیں ! بارہا ایسـے راسـتوں پــر چلــنے کــا اتفــاق ہوا ہے۔’’ حضــرت اُبَیَّ ضـللہعنہ نے فرمایـا کہ: ‘‘اس وقت آپ نے کیـا کیا’’؟حضرت عمـر ضـللہعنہ نے فرمایـا:‘‘ میں نے اپنے جسم اور کپڑوں کـو سـنبھا لا اور خـو ب کو شش کی کہ اپنے جسـم اور کـپڑوں کـو کانٹو ں سے بچا کر صحیح سالم نکـل جاؤں’’۔ حضرت ابی ؓ نے فر مایا‘‘فذالک التقویٰ❶’’(بس یہی تقویٰ کی حقیقت ہے)۔

وا قعہ یہ ہے کہ تقـویٰ کی کـوئی تشـریح اس سے بہتر اور بلیغ تر نہیں کی جا سکتی ۔

قــرآ ن مجیــد کی جن آ یتــو ں میں تقــویٰ اختیا ر کر نے کی تلقین اور تا کیـد فـر مـا ئی گـئی ہے ان سـب کـا شـمار بھی مشـکل ہے ، صرف چنـد آیـتیں اس سلسـلے کی یہاں پـڑ ھ لیجئے :

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ

ترجمہ:اے ایما ن والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کـا حـق ہے اور (آخـر ی دم تک اس تقویٰ پر قــائم رہتے ہوئے دل

---

❶ابن کثیر جلد اوّل ص ۴۰

وجان سے اپنے اس مالک کی فرمانبرداری کرتے رہو یہاں تک کہ (تم کو اسی فرمانبرداری کی حالت میں موت آ جائے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو سب کا پیدا کرنے والا اور پرورش کرنے والا ہے اور جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت کا نظام ہے اور بے انتہا بخشش ورحمت کے ساتھ جس کے قہروجلال کی بھی کوئی حد نہیں ایسے مالک سے بندے کو جیسا ڈرنا چاہئے ، ایمان والے اس سے ویسا ہی ڈریں اور زندگی کی آخری سانس تک اس کی فرمانبرداری کرتے رہیں ۔

اور سورۂ تغابن میں اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے :

فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا (التغابن: ۱۶)

ترجمہ:اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو جس قدر بھی تم سے ہو سکے اور دل وجان سے اس کے سارے حکم سنو اور مانو ۔

اور سورۂ حشر میں فرمایا گیا :

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (الحشر: ۱۸)

اے ایمـــا ن والو! اللہ ســـے ڈرو اور ہر متنفس کــو ضــرور دیکھنــا اور(ســو چنا(چاہئے کہ اس نے کـل کے لئے (یعـنی آخــرت کے لئے)کیــا ســا مــا ن کیــاہے اور(تم کـو مکـر ر تاکیـد کی جـاتی ہے کہ) اللہ ســـے ڈر تے رہو! یہ بـــا لکـــل قطعی اور یقیـنی بـات ہے کہ اللہ تمہا رے اگلے پچھلے اعمال سے پوری طرح بـا خـبر ہے، (تمہا را کـوئی عمـل بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔)

اور سورۂ مائدہ میں ارشا د ہے :

یٰۤاَیُّهَـــا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُـــوا اللّٰہَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِـــیۡلَۃَ وَجَاہِـــدُوۡا فِیۡ سَـــبِیۡلِہٖ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (المائدہ: ٣٥)

تـرجمہ:اے ایمـا ن والو! اللہ سـے ڈرو اور اس کے قــر ب کــا ذریعہ تلا ش کــرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرتے رہو تا کہ تم کو فلا ح نصیب ہو ۔

ان چاروں آ یتوں میں تقویٰ کی تاکید ہی پر اکتفانہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے سا تھ اس کے لوازم اور مقتضیات اختیار کر نے پر بھی پورا زو ر دیاگیا ہے ۔ چنا نچہ پہلی آیت میں
‘‘اِتّ
َقُو اللہ
حَقّ
ِ

تُقَاتِہٖ’’کے ذریعے تقویٰ کے حکم کے بعد فر مایا گیا ہے کہ :‘‘ زند گی کے آخر ی سا نس تک اپنے پروردگار کی پوری پوری فر ما نبر داری کرتے رہو’’اور دوسری آیت میں اسی مضمو ن کو ‘‘وَاسْمَعُوْ وَاَطِیْعُوْا’’کے الفاظ سے ادا کیا گیا ہے اور تیسر ی آیت میں ‘‘وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ لِغَدٍ’’کے الفاظ سے ہر شخص کواپنے اعما ل کا محا سبہ کرتے رہنے اور سفر آخر ت کے لئے اعما ل صالحہ کا توشہ تیار کر نے کی تاکیدفرمائی گئی ہے اور چو تھی آ یت میں ‘‘ وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاہِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ’’ کا مطلب بھی یہی ہے کہ جن اعما ل صالحہ اور جن طا عات ومجاہدات کے ذ ریعے اللہ تعا لیٰ کا قر ب اور اس کی رضا حاصل ہو سکتی ہے ان کو اختیار کیا جائے اور اس راہ میں پوری پوری جدوجہد کی جائے اورآخر میں‘‘لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ’’فر ما کر اہل تقویٰ کو فلاح و کا میا بی کی بشا رت بھی سنائی گئی ہے جو دنیا اور آخرت دو نوں کی فلا ح کو شا مل ہے ۔

پھر قرآ ن مجیدکی سیکڑو ں آیتو ں میں اس فلا ح و کا میا بی کی تفصیل کی گئی ہے ،جو تقویٰ کی روش اختیا ر کر نے کی بدو لت

اللہ کے متقی بندو ں کو دنیا اور آخرت میں حا صل ہونے والی ہے۔
چند آ یتیں اس سلسلے کی بھی پڑھ لیجئے!
پہلے صرف دو تین وہ آیتیں پڑ ھئے جن میں اہل تقویٰ کو جنت کی خو شخبری سنائی گئی ہے ۔

سورۂ آل عمرا ن میں ارشاد ہے :

لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ (آل عمران: ۱۵)

ترجمہ:جو لوگ تقویٰ کی روش اختیا ر کریں ان کے لئے ان کے رب کے پا س بہشتی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ،وہ ہمیشہ ان ہی باغا ت میں رہیں گے اور پا ک وصاف بیویاں وہاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے، اللہ اپنے سب بندو ں(کے ظاہری و باطنی احوا ل) پر گہر ی نظر رکھتا ہے ،(اس لئے کسی کا متقی یا غیر متقی ہو نااس سے مخفی نہیں رہ سکتا)۔

اس آیت میں تقویٰ کو جنت اور اس کی نعمتو ں کے علا وہ اللہ کی رضا کا بھی مژدہ سنا یا گیا ہے ، جو یقیناً دنیا اور آخرت کی ساری نعمتو ں سے بلند تر ہے۔ خو د قرآ ن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے :

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ (التوبہ:۷۲)

اور سورۂ نحل میں ارشا د فر مایا گیا ہے:

وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۰﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَہَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ لَہُمْ فِیْہَا مَا یَشَاۗءُوْنَ ۭ کَذٰلِکَ یَجْزِی اللّٰہُ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۱﴾ (النحل: ۳۰ تا ۳۱)

ترجمہ:اور متقیو ں کا ٹھکا نا کیا ہی اچھا ٹھکا نا ہے غیر فا نی اور سدا بہا ر بہشت کے با غا ت میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں بہتی رہی ہیں، وہاں ان کے لئے وہ سب کچھ مہیا ہوگا جو وہ چاہیں گے، اسی طرح اللہ متقیو ں کو ان کے تقویٰ کا بد لہ دے گا ۔

اور سورۂ قمر میں ارشاد فر مایا گیا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَہَرٍ ﴿۵۴﴾ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ (القمر: ۵۴تا۵۵)

ترجمہ:جن بندو ں نے دنیا میں تقویٰ کا رو یہ اختیا ر کیا وہ (آخرت میں) باغات اور نہرو ں میں رہیں گے، ایک عمدہ مقا م میں کا مل ا قتدار رکھنے والے کا ئنا ت کے حقیقی بادشاہ کے قرب میں ۔ اللہ اللہ !کیا نصیب ان بندو ں کے جن کو

جنت میں ہر قسم کی دوسری نعمتو ں کے ساتھ اپنے مالک کا قرب خصوصی بھی حا صل ہو گا ۔

ان آیتو ں میں تو اہل تقویٰ کو صرف ان انعا مات کی خو شخبر ی سنائی ہے جن سے وہ مرنے کے بعد عالم آخرت میں نواز ے جائیں گے۔ اب چند آ یتیں وہ بھی پڑ ھ لیجئے جن میں ان متقی بندو ں کو آخرت کی جنت و مغفرت کے علا وہ اس سے پہلے اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل خاص کی بشارت سنائی گئی ہے ۔

سورۂ انفا ل میں ار شا د فر مایا گیا ہے :

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (الانفال :۲۹)

ترجمہ:اے ایما ن والو!اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تم کواپنے خا ص فضل سے ایک امتیازی قوت اور امتیا زی شا ن بخشے گا اور تم سے تمہا ری برائیا ں دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بڑا فضل کر نے والا ہے۔

اس آیت میں جو ‘‘فرقا ن’’ کا لفظ ہے (جس کا مطلب ہم نے یہا ں امتیا زی قوت اور امتیازی شان کے الفاظ سے ادا کر نا چاہا ہے) دراصل اس کے مفہو م میں بڑی وسعت ہے۔ تقویٰ کا رویہ اختیار کرنے والے بندو ں کے

قلو ب کو اللہ تعا لیٰ کی طرف سے حق و با طل کی معرفت کی جو ایک خاص صلا حیت عطا ہو تی ہے اور ان کی زند گی میں جو ایک نمایا ں امتیا ز ہوتا ہے ،جس کی وجہ سے ان کی ہیبت وعظمت قلو ب میں پیدا ہوتی ہے اورپھر اللہ تعالیٰ کی خاص مدد جو ان کے سا تھ ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے بلند مقاصد میں معجزا نہ قسم کی کامیابی حاصل کرتے ہیں، فرقان کے مفہو م میں در اصل یہ سب کچھ دا خل ہے اور اس آیت میں اللہ تعا لیٰ نے اپنے متقی بندو ں کویہ سب ہی کچھ اس دنیا میں عطا فر ما نے کا وعد ہ فر مایا ہے اور اسی کے ساتھ گناہو ں کی معافی اور بخشش کا بھی ،جس کا تعلق عالم آخرت سے ہے ۔

اور سورۂ اعراف میں ارشاد فر مایا گیا ہے :

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الاعراف: ۹۶)

ترجمہ:اور اگر ان بستیو ں کے رہنے والے ایما ن لاتے اور تقویٰ کا رویہ اختیا ر کرتے تو ہم زمین و آ سما ن سے ان پر بر کتو ں کے در واز ے کھو ل دیتے ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اس سنت اور اس قا نون کا اعلا ن فر مایا گیا ہےکہ اگر کسی ملک اور کسی علا قہ کے لوگ ایما ن

اور تقویٰ والی زند گی اختیا ر کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر برکتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، پھر جن نعمتو ں کا تعلق آ سما ن سے ہے وہ ان پر آسمان سے برستی ہیں اور جن کا تعلق زمین سے ہے وہ زمین سے ان کے لئے ابلتی ہیں۔

اور سورۂ طلا ق میں اہل تقویٰ کے سا تھ اللہ تعالیٰ کے اسی خا ص فضل وکر م کو ان الفاظ میں بیان فر مایا گیا ہے:

وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ﴿۲﴾ وَّ یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (الطلاق:۳)

ترجمہ:اور جو لو گ تقویٰ کا رویہ اختیا ر کر یں ، ان کے واسطے اللہ تعا لیٰ مشکلات اور سختیو ں سے نجا ت کی راہ پیدا کردیتا ہے اور ان کو ان طریقو ں سے رزق دیتا ہے جن کا ان کو گما ن بھی نہیں ہوتا ۔

اور سورۂ یو نس میں اہل تقویٰ کو اللہ کے دوست قرار دے کر ان کو دنیا اور آخرت میں سرفرازی کی بشارت سنا ئی گئی ہے۔ ارشاد ہے :

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿ۚۖ۶۲﴾ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ

ۚ
۶۳۝ لَہُمُ الْبُشْــــرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الــــدُّنْیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ (یونس :۶۲ تا ۶۴)

ترجمہ:یا د رکھو کہ جو اللہ کہ دوست ہیں انہیں کو ئی خو ف و غم نہ ہو گا، وہ لو گ وہ ہیں جو ایمان لا ئے اور تقویٰ کا رویہ انہو ں نہ اختیا ر کیا، ان کہ لئہ خا ص خو شخبر ی ہہ دنیا کی زند گانی میں بھی اور آ خرت میں بھی ۔

اس آیت میں اہل تقویٰ کو اولیاء اللہ (اللہ کہ دوست)کہا گیا ہہ جو یقیناً ان کا بہت ہی بڑا اکرام و اعزاز ہہ۔ لیکن اس سہ بھی بڑ ااعزاز ان کا یہ ہہ کہ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نہ خو د اپنی ذات پا ک کو ان کا دوست بتلا یا ہہ۔

سو رۂ جا ثیہ میں ارشاد ہہ:

وَ اللہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیۡنَ (الجاثیہ ۱۹)

ترجمہ:اور اللہ دوست ہہ تقویٰ والو ں کا ۔

اسی طرح سورۂ نحل کی آ خر ی آیت میں اللہ تعالیٰ نہ اپنی پا ک ذات کو متقیو ں کا رفیق اور ساتھی بتلایا ہہ۔ ارشاد ہہ :

اِنَّ اللہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ہُمۡ

مُّحْسِنُونَ (النحل: ۱۲۸)

ترجمہ:اللہ اپنے ان بندو ں کے ساتھ ہے(اور ان کا رفیق ہے) جو متقی اور نیکو کار ہیں ۔

بلا شبہ کسی بندے کے لئے اس سے بڑا کوئی اعزا ز نہیں ہو سکتا کہ اس کا ما لک ومولا اس کے بارے میں فرمائے کہ ہم اس کے دوست ،اس کے رفیق اور اس کے سا تھ ہیں ۔

کیا نصیب اللہ اکبر
لوٹنے کی جائے ہے

تقویٰ ہی اصل نیکی اور عمل صا لح کی روح ہے

قرآن مجید تقویٰ ہی کونیکی کی اصل واسا س اور سارے اعما ل کی رو ح قرار دیتا ہے ۔

سورۂ بقررہ میں ارشاد ہے:

وَلٰـكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى (البقرہ: ۱۸۹)

ترجمہ:لیکن نیکی کی حقیقت تو بس یہ ہے کہ کوئی اللہ سے ڈر ے اور تقویٰ اختیا ر کرے ۔

اور سورۂ حج میں قربا نی کا حکم دینے کے بعد ارشا د فر مایا کہ: تمہا ری قر با نیو ں کا گو شت اور خون اللہ کو مطلوب نہیں اور نہ وہ اس کے پاس پہنچتا ہے بلکہ دل کا جو جذ بہ اوراس کی وہ کیفیت جوقر با نی کے حکم

کی تعمیـل کـرا تی ہے، یعـنی تقـویٰ ،بس وہ مطلو ب ہے اور وہی خدا کے پا س پہنچتی ہے اور قبو ل ہونی ہے اور وہی گو یـا عمـل کی رو ح ہے ۔

لَن یَّنَالَ اللہَ لُحُومُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِن یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنکُمْ (الحج: ۳۷)

ترجمہ:تمہا ری قر با نیو ں کـا گـو شـت اور خـو ن اللہ کـو نہیں پہنچتا، اس کے حضور جو کچھ پہنچتا ہے وہ تمہا رے دلو ں کا ‘‘تقویٰ’’ہے ۔

اسی لئے ایک اور مو قع پر فر ما یـا گیـا ہے کہ اللہ اسی عمل کو قبـو ل کرتـا ہے جس کے کر نے والے میں تقـویٰ ہو اور اس نے وہ عمـل تقویٰ کی صفت کے سا تھ کیا ہو ، یعـنی اللہ کی رضا جو ئی اور آ خرت کی فکر اس عمـل کی محر ک ہو ، ارشاد ہے :

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللہُ مِنَ الْمُتَّقِینَ (المائدہ ۲۷)

اللہ تقویٰ والو ں ہی کے عمل کو قبو ل کرتاہے ۔

قرآ ن مجیـد میں تقـویٰ کی تعلیم ودعـوت تر غیبی انداز میں بھی دی گئی اور تـر ہیـبی انداز میں بھی،یعنی بہت سے مقامـات پـر تـو مغفـر ت ورحمت اور جنت ور ضـا ئے الٰہی کی

جیسی خو شخبریاں سناکر تقویٰ پر ابھا را گیا ہے اور بہت سی آیتو ں میں اسی طرح قیا مت اور آخرت کے ہو لنا ک مناظر کا ذکر کر کے انسان کے دل میں تقویٰ اور خو ف خدا پیدا کر نے کی کو شش کی گئی ہے۔ پہلے چند تر ہیبی آیتیں پڑ ھئے!

سورۂ حج میں ارشا د ہے :

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱﴾ یَوۡمَ تَرَوۡنَہَا تَذۡہَلُ کُلُّ مُرۡضِعَۃٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَ تَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَہَا وَ تَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا ہُمۡ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیۡدٌ ﴿۲﴾ (الحج :۱ تا ۲)

ترجمہ:اے آ دم کے فر ز ندو! اپنے پر وردگار سے ڈرو! یقین کرو کہ قیا مت کا بھو نچال بڑا ہی سخت حادثہ ہو گا، جس دن وہ قیامت تمہارے سامنے آجائے گی اور تم (اس کے ہیبت نا ک منا ظر دیکھو گے) تو حالت یہ ہوگی کہ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہے گا یہاں تک کہ ننھے بچے کو دودھ پلا نے والی ما ں اپنے اس بچے کو بھو ل جائے گی اور حمل والیو ں کے حمل ساقط ہو جا ئیں گے اور تم دیکھو گے سب لو گو ں کو نشے کی سی حا لت میں بے ہو ش اور وہ کسی نشے سے بےہو ش نہ ہو ں گے مگر اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے، (یعنی

اس ہو لنا کی اور دہشت سے ان کا یہ حال ہو گا ۔)

سورۂ لقما ن کے آ خر میں ارشاد ہے :

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (لقمان: ۳۳)

ترجمہ:اے لو گو ! اپنے پر ور دگار سے ڈرو اوراس دن سے ڈرو جس دن کو ئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا نہیں کر سکےگا اور نہ کوئی بیٹا اپنے ماں باپ کی طرف سے کسی مطا لبہ کی ادائیگی کرے گا (بلکہ ہر ایک کو اپنی ہی فکر ہو گی) یقین کرو کہ اللہ کا وعدہ بالکل حق اور اٹل ہے ،پس یہ دنیو ی زند گانی تم کو دھو کے میں نہ ڈالے اور اسی طرح دھو کہ باز شیطا ن اللہ کی طرف سے تم کو کسی فریب میں مبتلا نہ کر دے ۔

ان دو نوں آیتو ں میں تو تقویٰ اور خوف خدا دلوں میں پیدا کرنے کے لئے قیامت اور آخرت کے شدائد اور ہو لنا ک منا ظر کا بیا ن

کیا گیا ہے (اور بلا شبہ یہ ایسا بیان ہے کہ اگر کسی دل میں اس کو سن کر بھی خدا کا خوف اور آخرت کی فکر پیدا نہ ہو تو بلا شبہ وہ دل پتھر کا ہے) اور بہت سی دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے قہر وعذاب کا ذکر کر کے بھی دلوں میں تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مثلاً سورہ بقرۃ ہی میں ارشاد ہے :

وَاتَّقُوا اللہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (البقرہ: ۱۹۶)

ترجمہ:اور ڈرو اللہ سے اور یقین جانو کہ (مجرموں کو) اللہ بڑی سخت سزا دینے والا ہے ۔

اسی طرح سورۂ مائدہ کے پہلے ہی رکوع میں فرمایا گیا :

وَاتَّقُوا اللہَ ؕ اِنَّ اللہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (المائدہ: ۲)

ترجمہ:اور ڈرو اللہ سے، یقیناً اللہ(مجرموں) کو سخت عذاب دینے والا ہے ۔

اور چند آیتوں کے بعد فرمایا گیا ہے :

وَاتَّقُوا اللہَ ؕ اِنَّ اللہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (المائدہ ۷)

اور ڈرو اللہ سے اور یقیناً اللہ سینوں کے چھپے ہوئے راز بھی جانتا ہے۔

اور اس سے اگلی ہی آیت میں پھر فرمایا گیا ہے :

وَاتَّقُوا اللہَ ؕ اِنَّ اللہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

(المائدہ: ۸)

ترجمہ:اوراللہ سے ڈرو ،یقیناً وہ تمہا رے تما م اعما ل سے با خبر ہے ۔

بعض مقامات پر تقویٰ کی تعلیم وتلقین کے لئے یہ عنوا ن بھی اختیا ر فر ما یا گیا ہے کہ: اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو ،تم کو اس کے حضور حا ضر ہو نا ہے۔

مثلاً سورۂ بقرہ میں ارشا د ہے:

وَاتَّقُوا اللہَ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (البقرہ: ۲۰۳)

ترجمہ:اور ڈرو اللہ سےاور یقین جا نو کہ تم سب اس کے سا منے جمع کئے جاؤ گے ۔

پھر دور کو ع کے بعد ا سی سورۂ البقرہ میں فر مایا گیا ہے :

وَ اتَّقُوا اللہَ وَاعْلَمُوْ ا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ (البقرہ: ۲۲۳)

ترجمہ:اور اللہ سے ڈرو اور یقین جا نو کہ تم سب اس کے سا منے حا ضر ہو نے والے ہو ۔

ان سب آیتو ں میں تو تر ہیبی انداز میں تقویٰ کی تعلیم اور تلقین فر مائی گئی ہے۔ اب چند آیتیں وہ بھی پڑ ھ لیجئے جن میں تر غیبی انداز یعنی مغفر ت ورحمت اور جنت ورضا ئے الٰہی کی خوشخبر یا ں سنا سنا کر تقویٰ پر ابھا راگیا ہے ۔سورۂ نسا ءمیں ایک موقع پر ارشاد فر ما یا گیا ہے:

وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللہَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

(النسآء: ۱۲۹)

ترجمہ:اور اگر تم اصلا ح اور تقویٰ کا رویہ اختیا ر کر و تو اللہ بہت بخشنے وا لا اور نہا یت ہی مہربا ن ہے، (وہ تمہا رے سا تھ مغفر ت اور رحمت ہی سے پیش آ ئے گا ۔)

اور سورۂ حجرات میں فر ما یا :

وَاتَّقُوا اللہَ ۭ اِنَّ اللہَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (الحجرات: ۱۲)

ترجمہ:اوراللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیا ر کرو ،اللہ بہت عنا یت فر ما نے والا اور نہایت مہر با ن ہے ۔

اور اسی سورہ میں فر مایا:

وَ اتَّقُوا اللہَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الحجرات: ۱۰)

ترجمہ:اور اللہ سے ڈرو اور تقویٰ کی رو ش اختیا ر کرو ، تا کہ تم پر تمہا رے ما لک کی رحمت ہو ۔

دوسری جگہ اللہ تعا لیٰ نے اہل تقویٰ کے لئے مغفرت ور حمت کے علا وہ اپنی محبت اور اپنے پیار کا بھی وعدہ فرمایا ہے۔سورۂ آل عمرا ن میں ارشا د ہے :

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللہَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (آل عمران: ۷۶)

ترجمہ:ہا ں جو پورا کر یں عہد اور تقو یٰ کا رو یہ اختیا ر کریں تواللہ تعا لیٰ ان متقی بند و ں سے محبت اور پیار کر

تا ہے۔

اسی طرح توبہ میں ارشاد ہے :

اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ (التوبہ: ۴)

ترجمہ:یقیناً اللہ کا پیار ہے اپنے متقی بندوں پر ۔

ان آیتوں میں اہل تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جس محبت اور رحمت کی خبر دی گئی ہے اس کا اصل ظہور تو عالم آخرت ہی میں ہو گا جو دراصل جزا کا عالم ہے، لیکن قرآن مجید ہی نے بتلایا ہے کہ کسی درجہ میں اس کا ظہور اس دنیا میں بھی ہوتا ہے۔ اس مضمون کی چند آیتیں چند ہی ورق پہلے ناظرین کرام پڑھ چکے ہیں۔ ایک آیت یہاں اور پڑھ لی جائے ۔

سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے :

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ (آل عمران: ۱۲۰)

ترجمہ:اور اگر تم صبرو استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو تمہارے ان دشمنوں کی چالوں (اور ان کے خفیہ واروں) سے تم کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا، (کیونکہ پھر اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ اور مدد گار ہو گا) اور وہ دشمن جو کچھ کرتے ہیں (تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے جو خفیہ چالیں چلتے ہیں)

اللہ تعالیٰ ان سب کو جا نتا ہے اور سب اس کے بس میں ہے ۔

گو یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے کہ اللہ کے جو بندے صبر اور تقویٰ کی روش اختیار کریں گے ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ ان کا حامی اور مددگار ہو گا اور ان کی بد خواہیوں اور بداندیشیوں سے ان کی حفاظت فرمائے گا ۔

اہل تقویٰ کو ایک خوشخبری قرآن مجید یہ بھی سناتا ہے کہ موت کے وقت ان کی روح خوش وخرم ہوتی ہے اور قبض روح کے لئے جو فرشتے ان کے پاس آتے ہیں وہ ان کو پہلے سلام کرکے جنت کی خوشخبری سناتے ہیں ۔

سورۂ نحل میں اہل تقویٰ کو آخرت میں جنت اور اس کی نعمتوں اور لذتوں کی خوشخبری سنانے کے بعد فرمایا گیا ہے :

كَذٰلِكَ يَجْزِى اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣١﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٢﴾ (النحل:٣١ تا ٣٢)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ ایسی ہی جزا دے گا

متقیوں کو، وہ متقی بندے جن کی روح قبض کرتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں، کہتے ہیں: تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے سلامتی ہے (اور اس کا تمہارے لئے فرمان اور فیصلہ ہے کہ) پہنچ جاؤ اس کی تیار کی ہوئی جنت میں اپنے اعمال کے سبب سے۔

نیز قرآن مجید ہی کا بیان ہے کہ اسی طرح آخرت میں جنت کے داخلے کے وقت بھی وہ فرشتے جو جنت کے نگران مقرر ہیں، اہل تقویٰ کا استقبال بڑے اکرام اور اعزاز سے کریں گے اور ان کو سلام کر کے اور مبارکباد دے کر اللہ کے انعامات کی بشارتوں سے ان کو شاد کریں گے۔

پڑھئے سورۂ زمر کے آخری رکوع کی یہ آیت :

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ (الزمر: ۷۳)

ترجمہ: اور لے جائے جائیں گے متقی بندے جنت کی طرف گروہ در گروہ، یہاں تک کہ جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے: سلام ہو تم پر، تم لوگ پاکیزہ ہو، پس داخل ہو جاؤ اس میں سدا رہنے کے لئے۔

فرشتو ں کی طرف سے یہ سلا می اور مبا رکبا د لیتے ہو ئے اللہ کے یہ متقی بندے اس جنت میں داخل ہوں گے جو اللہ نے انہی کے لئے سجا ئی اور بنائی ہے (اُعدّت للمتقین) اور اس وقت ان کی زبانوں پر اپنے مالک کی حمد و ثنا کا یہ ترا نہ ہو گا:

وَقَالُو الْحَمْدُ لِلّٰ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ نَشَآءُ (الزمر: ۷۴)

ترجمہ:تما م تر تعریف ہے اس خدا کے واسطے جس نے پورا کیا ہم سے اپنا وعدہ اور وارث بنایا ہم کو اس زمین کا کہ ہم ٹھکا نہ بنا تے ہیں جنت میں جہا ں چا ہیں ۔

پھر جنت میں اللہ تعالیٰ کے ان متقی بندو ں کو جو نعتیں اور جو راحتیں اور لذتیں عطافرمائی جائیں گی، حق تویہ ہے کہ اس دنیامیں ان کا صحیح علم بھی کسی کو نہیں ہو سکتا، تاہم ہم نے چند صفحے پہلے جو دو چار آیتیں اس مضمو ں کی در ج کی ہیں ان سے جو کچھ اجما لی اندازہ ہو سکتا، ہے اہل ایمان میں جنت کا شوق اور اس کی طلب و تڑپ پیدا کرنے کے لئے بلاشبہ وہ بھی کافی ہے۔

اس سلسلے میں سورۂ صٓ کی یہ آ یت پڑھ کر بھی اپنی ایما نی رو ح کوتا زہ کر لیا جائے:

وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَۃً لَّہُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّکِیِٕیْنَ

فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْـرَةٍ وَّ شَـرَابٍ ﴿٥١﴾ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هٰذَا مَا تُوْعَـدُوْنَ لِيَـوْمِ الْحِسَـابِ ﴿٥٣﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾ (ص: ۴۹ تـا ۵۴)

تـرجمہ:اور یقیناً متقیـو ں کے لـئے اچھـا ٹھکا نا ، بـا غ ہیں غـیر فـا نی ، کھلے ہو ئے ہیں ان کے لــئے دروازے، بیٹھے ہیں ان میں تکیے لگـــا ئے ،منگـــا تے ہیں میـــوے اورشر بت اور ان کے پاس عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیا ں، سـب ایـک عمـر کی۔ یہ ہے وہ (انعا م)جس کـا وعـدہ کیـا جـا رہا ہے تم سے رو ز حساب کے لئے، بیشک یہ ہے ہمارا رزق جس کـو کبھی نـبڑ نـا نہیں۔

قـرآ ن مجیـد نے تقـویٰ کی تعلیم وتـر غیب اور اس کے فضائل وبر کـا ت اور اس پـر دنیـا اور عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سـے انعـا مات اور بشـا رتیں سـنانے کے سـا تھ ایـک نہا یت اہم اعلا ن تقـــویٰ کے بـــارے میں یہ بھی فرمایـا ہے کہ:بنـدو ں کی چھـو ٹـا ئی بـڑا ئی اور ان کی پستی اور بلند ی کـا معیـار اللہ کے نزدیک بس تقویٰ ہی ہے، پس جـو تقـویٰ میں جتنا اونچا اور جس قدر ممتـاز ہے اللہ تعـا لیٰ کی نگاہ اور اس کی سر کا ر میں وہ اتنـا ہی او نچا اور اتنـا ہی ممتـاز ہے ، اور جـو تقـویٰ

میں جتنا نا قص ، جتنا ہیٹا اور جتنا گھٹیا ہے وہ اللہ کی نگاہ اور اس کی سر کار میں اتنا ہی نا قص اور گھٹیا اور بے قیمت ہے۔ سورۂ حجرات میں ارشاد ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: اللہ کے یہاں تم میں زیادہ با عزت وہ ہے جو تقویٰ میں بڑا ہے ۔

اور اس کی وجہ ظاہر ہے، کیونکہ تقویٰ ہی بندے کی وہ صفت ہے جو اس کو ان معاصی اور منکرات سے روکتی ہے جن سے رکنے ہی میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، وہی ان اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کو پیدا کرتی ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا وابستہ ہے ۔

اللّٰهم آتِ نفوسنا تقواها و زكها أنت خير من زكّٰها، انت وليها ومولا ها ۔

تقویٰ کی نشانیاں اور اہل تقویٰ کے اوصاف

جیسا کہ پہلے تفصیل سے بتایا جا چکا ہے، تقویٰ در اصل دل کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے پھر اس کیفیت کے دل میں ہونے سے آدمی احتیاط اور پرہیز گاری کی جو زندگی گزارتا ہے، اس کو بھی تقویٰ کہہ دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ انسان کی

عملی زندگی پر تقویٰ کے کیا اثرات ہو تے ہیں اور اہل تقویٰ کی خا ص علا مات اور نشا نیــا ں کیا ہیں؟ چند آیتیں اس سلسلے کی بھی پڑ ھ لیجئے ۔ سورۂ بقرہ کے با لکــل شــروع ہی میں ارشا د ہے :

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ٢ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ ٣ (البقرہ: ٢ تا ٣)

ترجمہ: یہ کتا ب (قـرآ ن مجیـد) ہدا یت ہے متقی بند و ں کے واســطے (وہی اس سے نفـع اٹھـائیں گے، یہ متقی بنـد ے وہ ہیں جن کـــا حـــا ل یہ ہے کہ) وہ بن دیکھی باتو ں پر ایما ن لاتے ہیں اور خـو ب اچھی طـر ح نمـا زادا کــرتے ہیں اور ہم نے ان کــو جــو کچھ دیــا ہے اس میں سے (ہما ری را ہ میں بھی) خر چ کــرتے ہیں ۔

یہا ں اہل تقــویٰ کی مــو ٹی مــو ٹی علا متیں بیا ن کی گـئیں ہیں۔ایـک اللہ کے رسـو ل کی بتلا ئی ہوئی ان غیـبی حقیقتـوں کـو دل سے ما ننا اور ان پر ایما ن لا نـا جن کـو آ دمی بطور خو د نہیں جا ن سکتا۔ (مثلاً اللہ تعا لیٰ کی ذات وصفات، قیـامت وآخـرت اور جنت ودز خ وغیرہ) دوسرے نما ز اچھی طــر ح ادا کر نا اور تیسرے اللہ کے دیئے ہو ئے مال میں سے اس کے حکم کے مطا بق اس کی راہ میں خر چ کر نا۔

پس جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہ پائی جائے، سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا دل تقویٰ سے خالی ہے۔ پھر اسی سورۂ بقرہ میں آگے ایک موقع پر فرمایا گیا ہے:

وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَ الْکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ والضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرہ:۱۷۷)

ترجمہ:اصل نیکی کرنے والے (جن کی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں قدر و قیمت ہے) وہ بندے ہیں ایمان لائے سچے دل سے اللہ پر اور یوم آخرت پر اور ملائکہ پر اور اللہ کی کتابوں پر اور نبیوں پر اور اپنا محبوب مال انہوں نے اللہ کی محبت میں (اس کے حکم کے مطابق) دیا اپنے (صاحب حاجت) اہل قرابت کو اور عام یتیموں، مسکینوں کو اور

(ضرورتمند)مسا فرو ں اور سائلو ں کو
اور (خرچ کیا) غلا مو ں کی رہا ئی
میں اور اچھی طرح قائم کی انہو ں نے
نماز اور ادا کی زکوٰۃ اور پورا کر نے
والے اپنے عہد کو جبکہ کسی سے کوئی
عہد کریں اور صبر کر نے والے تنگی اور
تکلیف ومصیبت کے وقت اور حق و با
طل کی جنگ میں ، یہی ہیں راست با
زاور متقی بند ے ۔

اس آیت میں بتا یا گیاہے کہ راست با ز اورمتقی وہ لو گ ہیں جن میں تقویٰ کے یہ آثار اور یہ نشانیاں پا ئی جائیں، وہ ایما ن رکھتے ہوں اللہ پر اور یو م آ خرت پر اور اللہ کے فرشتو ں اور اللہ کی کتابوں پر اور نبوت کے پو رے سلسلے پر اور مال کی محبت اور چاہت کے با وجو د اللہ کی رضا حا صل کر نے کے لئے وہ اس کو بے دریغ خر چ کرتے ہو ں اپنے حا جت مند قر ابت داروں پر ،عا م مسکینوں ،یتیمو ں پر، ضرورت مندمسا فرو ں اور سائلوں پر اور اللہ کے بندو ں کو قیدِ غلا می سے آزاد کر ا نے پر ہنیز وہ پوری فکر کے سا تھ نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے و ا لے ہوں ،زبا ن کے سچے اور وعدے کے پکے ہو ں اور اللہ کے حکم کے مطا بق اور اس کی راہ میں تنگیا ں اور سختیاں جھیلنے والے اور حق پر مضبو طی سے قائم رہنے والے ہو ں ۔

اورسورۂ آل عمـرا ن میں ارشـا د فـر مایـا گیا ہے :

وَسَــــارِعُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِـــــرَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَجَنَّۃٍ عَرۡضُہَا السَّـمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ اُعِـدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّـرَّآءِ وَالضَّـرَّآءِ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَـافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِـنِیۡنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِیۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَۃً اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ ذَکَـــرُوا اللّٰہَ فَاسۡـــــــتَغۡفَرُوۡا لِـــــــذُنُوۡبِہِمۡ وَمَنۡ یَّغۡفِـــــــــــــرُ الـــــــــــــذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰہُ ۟ وَلَمۡ یُصِـــــرُّوۡا عَلٰی مَـــــا فَعَلُوۡا وَہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۵﴾ (آل عمران: ۱۳۳ تا ۱۳۵)

ترجمہ:لوگو! تیز ی سے بڑ ھو اور دوڑو اپنے پر ورد گار کی بخشش اور وسیع جنت کی طرف جس کی وسعت آ سما ن اور زمین جیسی ہے، وہ ان متقی بندو ں کے لئے تیار کی گئی ہے(جن کی سیرت یہ ہے کہ)وہ ر اہ خدا میں خر چ کرتے ہیں، خوشحالی میں بھی اور تنگی اور تکلیف میں بھی اور جو آپس میں اختلافات ونزاعات میں غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسرے لوگو ں کے قصور معا ف کر دیتے ہیں اور اللہ ایسے نیکو کا ربندو ں سے محبت کرتا ہے ۔ اور (وہ بندے بھی متقیوں ہی میں شامل ہیں

اور جنت کے وہ بھی مستحق ہیں)جن کا
حال یہ ہے کہ اگر کبھی اتفا ق سے
کوئی شر منا ک بات ان سے سرزد ہو
جاتی ہے یا کسی گنا ہ کا ار تکا ب کر
کے وہ اپنے او پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو
معاً اللہ انہیں یاد آجاتا ہے پھر وہ اس
سے اپنے گنا ہو ں اور قصوروں کی
معافی چاہتے ہیں اور کون ہے سوااللہ
کے جو بخشے گناہوں کو ؟(اور پھر وہ
اس گنا ہ سے باز رہتے ہیں) اور دیدہ و
دا نستہ اس پر اصرار نہیں کرتے
(اوراس کواپنی عادت نہیں بناتے)۔

اس آیت میں اہل تقویٰ کی علا ما ت اور صفا ت یہ بیا ن کی گئی ہیں کہ وہ خو شی اور را حت اور تکلیف و مصیبت دو نوں حا لتو ں میں خدا کو یا د رکھتے اور اس کے احکا م کے مطا بق اس کی راہ میں اپنا کما یا ہوا رو پیہ خر چ کرتے ہیں اور اپنے ذاتی معا ملا ت میں غصے کو پی جا نے والے اور قصور واروں کو معاف کر دینے والے ہوتے ہیں۔ آ گے فرمایا گیا ہےکہ اور جن لوگو ں کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی شیطا ن کے دھو کے یا نفس کے فریب میں آکر ان سے کوئی نا شا ئستہ حرکت یا کو ئی معصیت سر زد ہو جا تی ہے تو انہیں اللہ اور اس کا عذاب یا دآ جا تا ہے اور پھر وہ سچے دل سے اس سے معا فی مانگتے ہیں اور گنا ہ کو وہ عادت نہیں بنا تے ،وہ بھی متقیو

ں میں شما ر ہیں اور یہی آخر ی بات سورۂ اعـراف میں ان الفـا ظ میں بیـا ن فـر مـا ئی گئی ہے :

اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا اِذَا مَسَّہُمۡ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیۡطٰنِ تَذَکَّرُوۡا فَاِذَا ہُمۡ مُّبۡصِرُوۡنَ (الاعراف:۲۰۱)

ترجمہ:جن بنـدوں کے دلـو ں میں تقـویٰ ہوتـاہے ان کـا حـا ل یہ ہوتـا ہے کہ جب کبھی شیطان کی طرف سے کـو ئی چـو کے ان کـو لگتـا ہے (اور وہ خـبیث ان پـر کمنڈالتا ہے) تو فوراً ہی ان میں چو نک پیـــدا ہوجاتی ہے اور ان کی ایمـــا نی بصـیرت بیـدار ہو جـا تی ہے (اور پھروہ اس کے جال سے نکل جاتے ہیں)۔

اور سورۂ حج میں تقویٰ کا ایـک خـاص اثـر یہ بتلا یا گیا ہے کہ جس دل میں تقـویٰ ہو گـا وہ اللہ سے تعلق رکھنے والی تما م چیزو ں کا بہت ادب اور ان کی بہت تعظیم کـــــر یگا، جیسے اللہ کی کتـاب، اللہ کے رسـول ،اللہ کی مسجدیں خاص کر خانہ کعبہ، اسـی طـرح اللہ کے نـام اور اللہ والـوں کـا ادب کریگا۔الغـرض اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والی تمـام چـیزوں کی علیٰ فـر ق مـراتب تعظیم اور ان کـا ادب کر نا بھی تقویٰ کے خا ص آثار وعلا ما ت میں

سے ہے ۔ ارشاد ہے :

وَ مَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ (الحج :۳۲)

ترجمہ:اور جو بندے تعظیم کریں اللہ کے شعائر کی (یعنی اس سے خا ص نسبت رکھنے والی چیزوں کی)تو ان کا یہ ادب وتعظیم کا رویہ ان کے دلو ں کے تقویٰ کا نتیجہ ہے ۔

اور اسی بنا پر سورۂ حجرات میں بار گاہ نبوی ﷺ کا ادب کر نے والو ں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا :

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ (الحجرات: ۳)

ترجمہ:جو لو گ رسو ل اللہ ﷺ کے حضور میں(ازراہ اد ب)دبی آ واز سے بولتے ہیں، وہی وہ ہیں جن کے دلو ں کو اللہ نے جا نچ کر انتخا ب کر لیا ہے تقویٰ کے لئے،ان کے لئے اللہ کی معافی ہے اور ثواب عظیم ہے ۔

الغر ض ان آیتو ں سے معلو م ہو ا کہ اللہ کے رسو ل ﷺ کا ادب اور اسی طرح اللہ تعالیٰ سے خا ص تعلق ونسبت رکھنے والی ہر چیز کی تعظیم، تقویٰ کے لا ز می اثرا ت

میں سے ہیں جو بے ادب اور بیبا ک اس سے محروم ہیں ان کے دلوں کو تقویٰ کا کوئی ذرہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ تقویٰ کے آثار اور اہل تقویٰ کے اوصاف کے سلسلے میں اب صرف ایک آیت اور پڑھ لیجئے! سورۂ ذاریٰت میں اہل تقویٰ کو جنت اورنعمائے جنت کی خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِیْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

(الذاریت: ۱۵ تا ۱۹)

ترجمہ:یقیناً ہمارے متقی بندے بہشتی باغات میں اور خوش منظر رواں چشموں میں رہیں گے، ان کا پروردگار جو خاص نعمتیں ان کو دے گا، وہ ان کو (اپنے ہاتھوں سے) وہاں لیں گے، یہ بندے پہلے سے تھے اچھے کام کرنے والے، راتوں کو یہ تھوڑا سوتے تھے (اور زیادہ وقت نماز اور ذکر و دعا وغیرہ عبادات میں گزارتے تھے)اور سحر کے وقتوں میں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش کی دعائیں مانگتے تھے اور ان کے مالوں میں حصہ تھا ضرورت مند

سائلوں اور مارے ہوئے آفت رسیدوں کا ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تقویٰ کے خاص آثار میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی رات کو کم سوئے اور اس کی راتوں کا زیادہ حصہ اللہ کی یاد، اس کی عبادت اور دعا واستغفار میں گزرے اور اس کے بعد بھی وہ مطمئن اور بے فکر نہ ہو بلکہ رات اس طرح گزارنے کے باوجود اپنے کو خطاکار اور قصوروار سمجھتے ہوئے سحر کے وقت اپنے اللہ سے معافی اور بخشش کا سوال کرے اور اپنی دن کی کمائی میں ضرورت مند سائلوں اور ایسے بے دست وپا بندوں کو حصہ دار بنائے جو کسی مرض یا کسی اور آفت کی وجہ سے ضروریات کے محتاج ہو گئے ہوں ۔

ان سب آیتوں کو جمع کرنے سے تقویٰ والی زندگی کی ایک مکمل تصویر تیار ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو تقویٰ کے نور سے منور فرمائے اور ہماری زندگیوں کو متقیوں والی زندگی بنائے اور ہمارے ساتھ چلنے والوں اور ہماری آئندہ نسلوں کو بھی تقویٰ نصیب فرمائے ۔

وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (الفرقان:۷۴)

خدا کی عبا دت

تما م ادیا ن ومـذا ہب کـا جن چنـد بنیـا دی باتوں پر اتفا ق ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کـو خـدا کی عبـادت کـرنی چاہئے ۔ عبا دت سے مـراد خـا ص وہ اعمـا ل ہوتے ہیں جن کو بند ہ اللہ کے حضـور میں اس کی رضـا اور رحمت کـا طـالب بن کـر اپـنی بنـدگی اور سر افگندگی ظاہر کر نے کے لئے اوراپنے عمــل سے اس کی معبـو دیت اور عظمت وکبریـا ئی کی شہا دت ادا کر نے کے لئے کر تا ہے۔ جیســے اســـلا م میں نمـــا ز، روزے ، حج زکـــوٰۃ ، صــدقات ، ذکــر،دعــا ، تلا وت اور قــر بــا نی وغیرہ ۔ یہ سارے عبا دتی اعما ل بنـدے صـرف اس لـئے کرتـا ہے کہ ا س کـا معبـو د اس سـے راضـی ہو، اس پــر رحمت فرمــا ئے اور ان کے ذریعے اس کی رو ح کو پا کـیزگی اور خـد اکـا تقرب حا صل ہو ۔

انسا ن کے اچھے اعما ل میں صرف عبا دات ہی کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا تعلق بــراہ راست صرف اللہ سے ہوتـا ہے، یعـنی عبـا دت صرف اس کی رضا ور حمت حا صل کر نے اور اس کے ســا مــنے اپــنی بنــدگی کے اظہا ر اور

رشتۂ عبو دیت کو استوار کر نے ہی کے لئے کی جا تی ہے اور مٹی سے بننے والے اور گند ے پا نی کے ناپا ک قطرے سے پیدا ہو نے والے انسا ن کو اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا وہ تقرب ،وہ را بطہ اور وہ حضوری حا صل ہو تی ہے جو در اصل سا کنین ملا ءاعلیٰ کا حصہ ہے۔ اسی لئے تما م ادیا ن نے اپنے ما ننے والو ں سے خداکی عبا دت کا مطا لبہ کیا ہےاور اس کو انسان کا مقدس تر ین عمل قرار دیا ہے ۔

عبا دت کی تین قسمیں کی جا سکتی ہیں :

خا لص جسما نی ، خالص مالی ،یا دونوں سے مرکب۔

خالص جسمانی وہ عبادات ہیں جن میں روپیہ خرچ نہیں ہوتا بلکہ ان کا تعلق صرف انسا ن کے جسم سے ہو تا ہے، جیسے اللہ کے حضور میں سجدہ کرنا، نمازپڑھنا، روزہ رکھنا، اللہ کے گھر کا طواف کر نا۔

اور خا لص مالی سے مراد وہ عبا دات ہیں جو اللہ کی راہ میں صرف مال خرچ کر کے ادا کی جاتی ہیں اور ان میں کوئی خاص جسمانی عمل نہیں کر نا پڑتا ، جیسے صدقہ وخیرات کر نا، اللہ کے لئے کوئی نذر ما ن کر اس کو ادا کر نا،قر با نی کرناوغیرہ وغیرہ

ہ

اور مر کب وہ عبا دات ہیں جن کی ادئیگی میں جسم اور ما ل دو نوں کا استعما ل ہوتـا ہے۔ جیسے حج اور عمر ہ ۔

اللہ تعـالیٰ کی طـرف سـے دنیـا میں جتـنے پیغمبر مختلف زمانو ں میں آئے اور جتنی کتـا بیں بھی نـازل ہوئیں ان سـب کے ذریعے بنـد وں کو ان عبا دات کا حکم دیا گیا ہے۔ زمـا نے کے حالات اور امتـوں کے احـوا ل کے مطـا بـق اگـرچہ عبـادات کے نظـام اور ان کی مقـرر شکلو ں میں کچھ اختلا ف رہا ہے، لیکن قـرآ ن مجید سے معلو م ہوتا ہے کہ اصل عبا دات کـا حکم اور مطـا لبہ ہمیشـہ رہا ہے، خصوصیت سے نماز اور زکوٰۃ (یعـنی اللہ کی راہ میں صد قہ وخیرات) ہر شر یعت کے اہم اجزا رہے ہیں ۔

سورۂ انبیـا ءمیں بہت سـے اگلے نـبیو ں کـا ذکر فرما نے کے بعد ارشا دفرمایا گیا ہے :

وَ جَعَلْنٰہُمْ اَئِمَّۃً یَّہْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْہِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ ۚ وَکَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ (الانبیاء: ۷۴)

تـرجمہ:اور ہم نے بنایـا ان کـو رہبر ،وہ رہنما ئی کـرتے تھے (اپـنی امتـو ں کی) ہما رے حکم سے اور ہم نے پیغا م دیـا ان

کو نیکیو ں کی کر نے کا اور (خاص کر)نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کر نے کا، وہ سب ہمارے عبا دت گزار بندے تھے ۔

اور سورۂ ما ئدہ میں بنی اسرا ئیل کے عہد کا ذکر فر ما نے کے بعد فر ما یا گیا ہے :

وَقَالَ اللّٰہُ اِنِّیۡ مَعَکُمۡ ؕ لَئِنۡ اَقَمۡتُمُ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیۡتُمُ الزَّکٰوۃَ وَاٰمَنۡتُمۡ بِرُسُلِیۡ وَعَزَّرۡتُمُوۡہُمۡ وَ اَقۡرَضۡتُمُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا لَّاُکَفِّرَنَّ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ (المائدہ: ۱۲)

ترجمہ:اور فرما یا اللہ تعالیٰ نے (ان سے)کہ میں تمہا رے سا تھ ہو ں، اگر تم نے قائم رکھی نماز اور دیتے رہے زکوٰۃ اور ایما ن لا تے رہے تم میرے رسو لو ں پر (جو بعد میں میری طرف سے آ ئیں گے)اور (ان کی دینی جد و جہد میں) تم ان کی مدد کرتے رہے اور خدا کی راہ میں اپنی دو لت اچھی طرح صرف کر تے ر ہے تو (تمہارے ان نیک اعما ل کی وجہ سے)ضرور بالضرور مٹا دو ں گا تمہارے گناہو ں کو (یعنی وہ معاف کر دیئے جا ئیں گے)اور بساؤں گا تمہیں ان جنتو ں میں جن کے نیچے

نہریں بہتی ہیں۔

اور سورۂ بینہ میں اہل کتاب کے اختلاف وانکار کا ذکر کر کے فرمایا گیا ہے:

وَ مَا اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (البینہ: ۵)

ترجمہ: اور ان کو صرف یہی حکم تو دیا گیا تھا کہ وہ عبادت اور بندگی کریں اللہ کی پورے اخلاص کے ساتھ صرف اسی کے بندے ہو کر اور قائم کریں نماز اورادا کریں زکوٰۃ اور (وہ بھی جانتے ہیں کہ) یہی دین قیم ہے (جس کی دعوت اللہ کے سب پیغمبروں نے دی ہے)

بہر حال قرآن مجید نے جا بجا یہ بتایا ہے کہ عبادت دین کا اہم رکن ہے اور پیغمبروں کے ذریعے ہر امت سے اس کا مطالبہ کیا گیا ہے ۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ اللہ کو ہماری عبادت کی کوئی ضرورت ہے یا اس کی شان میں ہماری عبادت سے کوئی اضافہ ہوتا ہے یا ہمارے رکوع وسجد ہ اور ہمارے صدقہ وخیرات سے اس کو کوئی نفع پہونچتا ہے ، بلکہ صرف اس لئے بندوں کو عبادت کا حکم دیا گیا ہےکہ عبادت ہی کے ذریعے ہمارے روحو

ں کو پا کیز گی حا صل ہو تی ہے اور اپنے ما لک ومعبو د سے ہما را رابطہ قائم ہو تا ہے ۔

سورۂ احزا ب میں رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازوا ج مطہرا ت کو مخا طب کر کے چند باتوں کی خاص نصیحت اور تا کید فرما ئی گئی ہے اور اس نصیحت کو ان لفظو ں پر ختم کیا گیا ہے :

وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ:اور (اے نبی کی گھر والیو!)اچھی طرح ادا کرتی رہو نماز اور دیتی رہو زکوٰۃ اور فرمانبردا ری کر تی رہو اللہ ورسو ل کے سب احکا م کی۔ (اس نصیحت اور ان احکام سے) اللہ تعالیٰ کا مقصداس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے ہر قسم کی آلائش اور گند گی دو ر ہواور تم کو کا مل طور سے پا ک کر دیا جائے ۔

الغر ض عبا دت کا حکم اگلی امتوں کو بھی اس لئے دیا گیا تھا اور ہم کو بھی اسی لئے دیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ بندو ں کی روحو ں کو پا کیزگی حا صل ہو اور وہ اللہ

تعالیٰ کی رضا اور قرب کا مقام حا صل کرنے کے قا بل بنیں۔ اس تمہید کے بعد قرآن مجید کی چند وہ آیتیں پڑھئے جن میں ہم کو عبا دت کا حکم دیا گیا ہے ۔

سورۂ حج میں ارشا د ہے :

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ارۡکَعُوۡا وَاعۡبُدُوۡا رَبَّکُمۡ وَافۡعَلُوا الۡخَیۡرَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (الحج۔ ۷۷)

ترجمہ:اے ایما ن والو !اللہ کے لئے رکو ع کرواور سجد ہ کر و (یعنی نماز پڑھو)اور اپنے پروردگار کی عبا دت کرو تا کہ تمہا را بھلا ہو ۔

اس آیت میں یہ بات بھی وا ضح کر دی گئی ہے کہ عبا دت کا حکم صرف بند وں کی بھلائی کے لئے دیا گیا ہے، خدا کو ان کی عبا دت کی کو ئی ضرورت نہیں ہے ۔ اور سورۂ بقر ہ میں ارشا د ہے :

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ (البقرہ:۴۳)

ترجمہ:اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کر نے والو ں کے سا تھ رکو ع کر و۔

پھر اسی سورۂ بقرہ میں ارشا دہے :

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِکُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ تَجِدُوۡہُ عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ (البقرہ: ۱۱۰)

ترجمہ:اور نماز قـائم کـرو اور زکـوٰۃ ادا کـــرو اور جـــو نیکی بھی اپـــنے لــئے آ گے بھیجو گے اس کو خدا کے پـاس پـا لـو گے، اللہ تعــالیٰ تمہا رے ســب اعمــا ل کـــو دیکھتا ہے ۔

اور سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہے :

قُــل لِّعِبَــادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُقِیۡمُــوا الصَّــلٰوۃَ وَیُنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِــــــــــــــرًّا وَّعَلَانِیَۃً مِّنۡ قَبۡــــــــــــــــــــلِ اَنۡ یَّــــــــــــــــــــاۡتِیَ یَــــــــــــــــــوۡمٌ لَّا بَیۡعٌ فِیۡہِ وَلَا خِلٰلٌ (ابراہیم:۳۱)

ترجمہ:(اے پیغمبر !)میرے بندے جو ایمـا ن لے آئے ہیں ان کوپیغا م دیجئے کہ وہ نمـاز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کـو دیـا ہے اس میں سے پو شیدہ طور سے یـا علا نیہ طور سے (جیسا مـو قـع ہو، ہمـا ری راہ میں)خر چ کریں (اور نیکی کے یہ سـا رے کـا م قیـامت کے) اس دن کے آ نے سـے پہلے کرلیں جس دن نہ خر ید و فــرو خت ہو گی نہ دوستی ۔

یعنی اس دن نیک اعما ل ہی پر نجـا ت کـا دار و مدار ہوگا اور نیک عمل اگــر بنــدے خــو د اپنے سـا تھ نہیں لے گیـا ہے تـو نہ وہا ں کہیں

سے خر ید سکے گا نہ کو ئی ایسا دوست وہا ں ہو گا جو اس کو اپنے نیک اعما ل بخش دے لٰہذا بندو ں کو چاہئے کہ جوو قت ملا ہوا ہے اس کو غنیمت سمجھیں اور نماز اور صدقہ و خیرات وغیرہ عبا دات کا ذخیر ہ جمع کر کے اپنی نجا ت کا سا ما ن کریں ۔

اس کے بعد چند وہ آ یتیں پڑ ھئے جن میں عبا دت گزار بند و ں کو بشا رتیں سنا ئی گئی ہیں او ر اللہ تعالیٰ نے پیار ومحبت سے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۂ حج میں ایک جگہ ارشا د ہے:

وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِى الصَّلٰوةِ ۙ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ (الحج: ۳۴ تا ۳۵)

ترجمہ:اور (اے پیغمبر!)بشارت دیجئے اور خو شخبر ی سنا ئیے ہما رے ان نیاز شعار اور عبادت گزار بند وں کو جن کا حا ل یہ ہے کہ جب ذکر کیا جا ئے اللہ کا تو خو فز دہ ہو جاتے ہیں ان کے دل اور جو صبر کر تے ہیں اس پر جو اُن پر پڑ تی ہے اور جو قائم کرنے والے ہیں نماز کے اور ہما ری را ہ میں خر چ کر تے ہیں اس میں سے جو ہم نے ان کو دیا ہے ۔

اور سورۂ رعد میں ارشا د ہے :

وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا

الصَّـــــلٰوۃَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِــــــرًّا وَّ
عَلَانِیَۃً وَّ
یَـــــــــــدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَـــــــــــنَۃِ
السَّــیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عُقۡبَی الــدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَــدۡنٍ یَّ
ـــــدۡخُلُوۡنَہَا وَمَنۡ صَـــــلَحَ مِنۡ اٰبَآئِہِمۡ وَاَزۡوَاجِہِمۡ وَذُرِّیّٰتِہِمۡ
وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ یَـدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ کُـلِّ بَـابٍ ﴿۲۳﴾
سَــلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ بِمَــا صَــبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَی الــدَّارِ ﴿۲۴﴾ (الرعد: ۲۲ تا ۲۴)

تــرجمہ:اور ہمــار ے جن بنــدو ں نے اپــنے نفس کــو تھــا مے رکھــا (اس کی بــری خواہشو ں سے) اپنے رب کی رضا جو ئی میں اور قائم کی انہو ں نے نما ز اور خر چ کیـا انہو ں نے اس میں سـے جـو ہم نے ان کو دیا تھـا(مـو قـع کے مطـا بـق) پـو شــــید ہ اور علا نیہ اور کــــر تے ہیں وہ بــرائی کے مقابلے میں بھلا ئی، ان بنــد و ں کے لئےآخرت کا اچھا گھر ہے، با غ ہیں ہمیشـــــہ رہنے کے جن میں رہیں گے اور

**ان کے ساتھ ان کے باپ دادوں اور ان
کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے
جو نیک ہوں گے اور فرشتے آئیں گے ان
کے پاس ہر دروازے سے اور کہیں گے
سلام ہو تم پر اے اللہ کے بندو! بدلہ اس
کا جو تم نے صبر کیا، خوب ہے اور مبا
رک ہے تمہارا آخرت کا یہ گھر ۔
اور سورۂ نور میں ارشاد ہے :**

يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۪ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ (النور:۳۶ تا ۳۸)

**ان عبادت خانوں میں (جن کا اوپر
ذکر ہوا)اس (اللہ) کی تسبیح وتقد
یس کرتے ہیں صبح وشام وہ بندے (جن
کے تعلق باللہ کا حال یہ ہے)کہ ان کو
غافل نہیں کرسکتا کوئی تجارتی
مشغلہ اور نہ کوئی خرید وفروخت کاکا
م اللہ کی یاد سے نماز قائم کرنے اور
زکوٰۃ ادا کرنے سے، وہ بندے لرزاں
وترساں رہتے ہیں اس دن کی فکر سے
جس میں کہ الٹ جائیں گے دل اور**

آنکھیں تا کہ بد لہ دے ان کو اللہ ان کے بہترین اعمال کا اور مز ید عطا فرما ئے ان کو اپنے فضل خا ص سے اور اللہ تعالیٰ دے گا جس کو چاہے گا بے حسا ب ۔

اور سورۂ تو بہ میں ایک جگہ ان بندو ں کا ذکر فرما تے ہو ئے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کا خا ص وعد ہ ہے، ان کے خا ص اوصاف یہ بیا ن فرما ئے گئے ہیں :

اَلتَّآئِبُوۡنَ الْعٰبِدُوۡنَ الْحٰمِدُوۡنَ السَّآئِحُوۡنَ الرّٰکِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ الۡاٰمِرُوۡنَ بِالْمَعْرُوۡفِ وَالنَّاہُوۡنَ عَنِ الْمُنۡکَرِ وَ الْحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللہِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیۡنَ (التوبہ:۱۱۲)

ترجمہ:وہ تو بہ کر نے والے ہیں، عبا دت گزار ہیں، اللہ کی حمد کر نے والے ہیں، روزے رکھنے والے ہیں، رکوع سجو د کرنے والے یعنی نما زیں پڑھنے والے ہیں، اچھے کا مو ں کے لئے کہنے والے اور برائیو ں سے منع کر نے والے ہیں اور اللہ کی باندھی ہو ئی حدود کی حفا ظت کر نے والے ہیں اور اے رسو ل !(ان صفا ت کے رکھنے وا لے) مؤمنین کو آپ (ہما ری رحمت اور جنت) کی خو شخبر ی سنا دیجئے۔

اور سورۂ مؤ منو ن میں ارشاد فر مایا گیا ہے :

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾ (المومنون:۱ تا ۴)

ترجمہ:یقیناً فلاح پالی ان ایمان والوں نے (اور اپنی مراد کو پہنچ کر وہ کامیاب ہو گئے) جو اپنی نمازیں خشوع کی صفت کے ساتھ ادا کرنے والے ہیں اور جو لغو وفضول باتوں اور مشغلوں سے کنارہ کش رہتے ہیں اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔

اس کے بعد ان کی پاک دامنی اور امانت داری وغیرہ بعض اخلاقی محاسن کا ذکر فرما کر آخر میں ارشاد فرمایا :

اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (المومنون:۱۰تا۱۱)

ترجمہ:یہی وراثت پانے والے ہیں جو وراثت پائیں گے جنت الفردوس کی، وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ۔

اور سورۂ فاطر میں ارشاد ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ ﴿۳۰﴾ (الفاطر: ۲۹ تا ۳۰)

ترجمہ:جن بند و ں کا حــا ل یہ ہے کہ وہ
پڑ ھتے ہیں اللہ کی کتا ب اور قائم کرتے
ہیں نماز اور خــرچ کــرتے ہیں ہمـارا دیـا
ہوا پو شید ہ اوراعلا نیہ، وہ امید رکھـتے
ہیں ایســی ســوداگری کی جس میں ہر
گز ٹوٹا نہیں، ان کا انجام یہ ہے کہ پو را
دے گــااللہ ان کــو ان کــا ثــوا ب اور مزیـد
بخش دے گا ان کو اپنے خــاص فضـل ســے
،وہ اللہ بہت بخشــــنے والا ہے اور اپـــنے
بنـدوں کی عبـا دت گـزاری اور نیـک کـر
داری کی بڑی قدر فرما نے والا ہے ۔

اورسور ۂ سجدہ میں ان ہی عبـا دت گـزار
بند و ں کے متعلق ارشا دہے :

تَتَجَافٰی جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَــدْعُونَ رَبَّهُمْ
خَوْفًــــا وَّ طَمَعًا ۞ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ ۞
١٦۞ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُم مِّنْ
قُــرَّةِ اَعْيُنٍ ۞ جَــزَآءً بِمَــا كَــانُوا يَعْمَلُونَ
(السجدہ١٦تا ١٧)

ترجمہ:ان کی کر وٹیں اپنی خــوا بگــا ہو
ں سے الگ رہتی ہیں (یعنی جب ســو نے
والے آرام سے میٹھی نیند سـو تے ہیں تـو
ہمــا رے یہ خــاص عبــا دت گــزار بنــدے
بسـتروں سـے الـگ ہمـا ری عبـادت میں
مشغول ہوتے ہیں)اس کے عذاب کے خو
ف سے اور اس کی رحمت کی طمع میں
اس سـے دعـائیں کــرتے ہیں اور ہمــارے

دیئے ہوئے میں سے ہماری راہ میں خر چ
کرتے ہیں، پس کو ئی نفس نہیں جانتا
ان کی آنکھ کی ٹھنڈک کے ان سامانوں
کو جوان بندو ں کے لئے چھپا کے رکھے
گئے ہیں بدلے میں ان کے اچھے اعما ل کے
جو وہ کرتے ہیں ۔

سورۂ ذاریٰت میں ایسے ہی بندو ں کو
جنت اور اللہ تعالیٰ کی خا ص الخا ص نعمتیں
عطا فر مائے جانے کا ذکرکر نے کے بعد ان کا
حال خو د اللہ تعالیٰ نے یہ بیا ن فرما یا ہے :

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾
وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿١٨﴾ وَ فِیْٓ
اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿١٩﴾
(الذاریت: ١٧ تا ١٩)

ترجمہ:ہمارے یہ بندے راتوں میں بہت
کم سوتے تھے (بلکہ رات کے بڑے حصے
میں عبادت کرتے تھے (اور رات اس طرح
گزارکے)سحر کے اوقات میں مغفرت
چاہتے اور معافی مانگتے تھے اور ان کے
مالوں میں ایسے لوگوں کا حق تھا جو
(ضرورت سے مجبو ر ہو کر)سوال کرتے
تھے ،یا جن پر کوئی آفت آپڑ تی تھی ۔

اس سلسلے میں ایک آیت سورۂ احزا ب
کی اور پڑ ھ لیجئے! ارشاد ہے :

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ

وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ: بلا شبہ اللہ ورسول کا حکم ماننے والے مرداور ماننے والی عورتیں اور دل سے ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور بندگی کرنے والے مر د اور بند گی کرنے والی عورتیں اور سدا سچ بولنے والے مر د اور سچ بولنے والی عورتیں اور نفس کی غلط خواہشو ں کے مقابلہ میں اللہ کے حکم پر مضبو طی سے جمے رہنے والے مرداور جمے رہنے والی عورتیں اورعاجز ی و مسکنت اختیار کرنے والے مر د اور اسی صفت کی عورتیں اور صدقہ وخیرات کر نے والے مر د اور عو رتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شر مگاہو ں کی حفاظت کرنے والے مر د اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور کثرت سے اللہ کو یا د کر نے والے مر د اور ایسے ہی اس

کو یاد کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے ان سب بندوں اور بندیوں کے لئے رکھی ہے خاص بخشش اور بڑا اجر ۔

یہ چند آیتیں اس کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہیں کہ قرآن مجید نے خدا کی عبادت پر کتنا زور دیا ہے اور عبادت کے ذریعہ بندہ کیا کچھ پا سکتا ہے۔ قرآن مجید کی بعض آیتوں میں خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے عبادت یا کثرتِ عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ ان میں سے بھی دو چار آیتیں یہاں پڑھ لیجئے ۔

سورۂ حج میں ارشاد ہے :

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ (الحج: ۹۸ تا ۹۹)

ترجمہ: آپ اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح وتقدیس میں مشغول رہئے اور اس کے حضور میں سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیے اور موت کی گھڑی تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے ۔

اور سورۂ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا گیا :

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى (طٰہٰ :

(۱۳۰

ترجمہ:یہ منکر لو گ جو تکلیف دہ با تیں کرتے رہتے ہیں ،آپ ان پر صبر کیجئے اور اپنے پروردگا ر کی حمد وتسبیح کرتے رہئے، صبح کوطلوع آفتا ب سے پہلے اور شا م کو غروب آفتاب سے پہلے اور رات کی گھڑ یو ں میں بھی خدا کی تسبیح کیجئے اور دن کے حصوں میں بھی،شاید کہ آپ را ضی ہو ں ۔

چو نکہ نماز میں خا ص عنصر اللہ کی حمد وتسبیح ہے یہاں تک کہ قیا م ،قعود ، رکو ع ، سجو د ، غرض نماز کا کوئی حصہ بھی حمدو تسبیح سے خا لی نہیں ، اس لئے قرآ ن مجید کی بعض آیات میں حمدو تسبیح ہی کے عنو ان سے نماز کا حکم دیا گیاہے، اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ اے پیغمبر ! آپ صبح وشام اور دن ورات کے مختلف حصو ں میں نماز پڑ ھنے کا اپنا طریقہ جا ری رکھئے اور امید رکھئے کہ آپ کی دن رات کی اس عبا دت گز اری کے وہ نتائج دنیا اور آخرت میں ظاہر ہو ں گے کہ آپ کا جی خو ش ہو جائے گا ۔

اور سورۂ مز مل میں ارشاد فرمایا گیاہے:

یٰۤاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَہٗۤ اَوِانۡقُصْ مِنْہُ قَلِیۡلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْزِدْ عَلَیۡہِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیۡلًا ؕ﴿۴﴾ (المزمل:۱ تا ۴)

ترجمہ:اے کمبل پو ش! کھڑے ہو ا کرو (ہما رے حضور میں) رات کو (یعنی رات کو نماز میں مشغو ل رہا کرو)سوا ئے تھوڑے سے حصے کے (یعنی رات کو بس تھوڑے سے حصے میں آ را م کر لیا کرو) آد ھی رات (نما ز میں گزاراکرو) یا اس میں سے تھوڑا کم کردو یا اس پر اضافہ کر لو اور قرآ ن کو خو ب صاف صاف پڑ ھا کرو ۔

سورۂ دہر میں فر مایا گیا :

وَ اذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ﴿۲۵﴾ ۚۖ وَ مِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَہٗ وَ سَبِّحْہُ لَیْلًا طَوِیْلًا ﴿۲۶﴾ (الدھر: ۲۵ تا ۲۶)

صبح و شا م اپنے پر ورد گا ر کا نـا م لیـا کیجئے اور اس کو یا د کیا کیجئے اور رات میں اس کے حضور سجدے کیا کیجــئے اور اس کی تسبیح کیجئے رات کے بــڑے حصـے میں ۔

ان آ یتو ں میں لفظو ں کے تھوڑ ے سے فــر ق کے ساتھ رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسـلم کــو یہی حکم دیــا گیــا ہے کہ دن میں بھی اور خصوصیت سے صبح وشا م اور رات کے اوقـات میں آپ نمــاز اور اللہ کی حمــد وتســبیح میں زیا دہ مشغول رہا کریں ۔

ان آیتو ں میں بظا ہر خطا ب اگر چہ رســو

ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے لیکن ظا ہر ہے کہ یہی حکم بالو اسطہ اور ثانوی در جہ میں آپ کی امت کو بھی ہے۔ آ خر میں سور ۃ کوثر اس سلسلہ میں اور پڑ ھ لیجئے :

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝۱
فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انْحَرْ ۝۲
اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳ (الکوثر:۱ تا ۳)

ترجمہ:ہم نے آپ کو عطا کیا کو ثر،[1] پس آ پ نما ز پڑ ھئے اپنے پر ور د گا ر کے لئے اور قربانی کیجئے، بلا شبہ آپ کے دشمن ہی بے نا م ونشا ن ہو ں گے۔

اس سورۃ میں یہ اشا رہ کھلا ہوا ہے کہ اللہ کی عبا دت (نما ز وقر با نی) دنیا میں بھی سرفرازی دلاتی ہے بشر طیکہ حقیقی نماز اورحقیقی قر با نی ہو، نما ز اور قر با نی کی صر ف صورت نہ ہو۔

---

[1] ’’کو ثر ‘‘ کے اصل معنے خیر کثیر کے ہیں، اس کے وسیع مفہو م میں دنیا اور آخرت کی وہ سا ری نعمتیں داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فر مائی ہیں، یا آپ کو عطا فر ما ئی جانے والی ہیں ہمیدا ن قیا مت کا حو ض کو ثر اور جنت کی نہر کو ثر جن کا ذکر حدیثو ں میں آیا ہے ،وہ بھی اس میں دا خل ہیں ۔

بندو ں کی خد مت اور حسنِ سُلوک

قرآ ن مجید جس طرح خدا کے متعلق صحیح عقیدے رکھنے اور اس کی اطاعت وفر ما نبر داری اور اس کی عبادت کر نے کی زوروقوت کے سا تھ دعوت وتعلیم دیتا ہے ، اسی طر ح وہ بندوں کے حقوق اداکر نے اور علیٰ قدر مراتب ان کی خد مت اور ان کے سا تھ حسن سلو ک کی بھی سخت تاکید کرتا ہے، بلکہ اس میں بہت سے مقامات پر تو ان دو نوں مطا لبو ں کو ایک ہی سلسلۂ بیا ن میں ایسے انداز سے ذکر کیا گیاہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بند و ں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلو ک کا مطا لبہ بھی گو یا تو حید اور خدا کی عبا دت کے مطا لبہ کی طرح قرا ٓن مجید کے او لین اور بنیا دی مطا لبات میں سے ہے ۔

مثلاً سورۂ نسا ءمیں ارشا د ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنْبِ وَابْنِ

السَّبِیۡلِ وَمَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ (النسآء :۳۶)

ترجمہ:اور عبا دت کر و اللہ کی اور اس کے سا تھ کسی کو شریک نہ کرو اور ما ں با پ کے ساتھ نیکی کرو اور دوسرے قرا بت داروں کے ساتھ بھی (اچھا سلوک کرو) اور (اسی طرح) یتیمو ں، مسکینو ں کے سا تھ بھی اور اپنے پڑ وسیوں کے سا تھ بھی جو اجنبی ہوں (جن سے کوئی رشتہ ناتا نہ ہو صرف پڑوس کا تعلق ہو)اور ان کے ساتھ بھی (اچھا سلوک کرو)جن کا کہیں سنگ ساتھ ہو اور مسا فرو ں پر دیسیوں کے ساتھ اور ان کے ساتھ جو تمہا رے قبضے میں اور تمہا رے زیر دست ہو ں ۔

اس آیت میں خدا کی عبا دت کے سا تھ سا تھ سب سے پہلے ما ں با پ اور پھر قرابت داروں اور ہر طرح کے پڑ وسیو ں، سنگ سا تھ والو ں اور یتیمو ں مسکینو ں اور پر دیسیو ں اور ماتحتوں کے سا تھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے ۔

اسی طرح سورۂ بنی اسرا ئیل میں ارشا د فر مایا گیاہے :

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا

اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُہُمَآ اَوْ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلْ لَّہُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْہَرْہُمَا وَقُلْ لَّہُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ﴿۲۳﴾ وَ اخْفِضْ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ﴿۲۴﴾ؕ (بنی اسرائیل: ۲۳ تا ۲۴)

ترجمہ:اور تیرے رب نے حتمی حکم دیا ہے کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت اور بندگی نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو''اف'' بھی نہ کہو اور ان سے خفگی کی بات نہ کرو اور ان سے ادب وتمییز سے بولو اور خاکساری ونیازمندی کے ساتھ ان کی اطاعت کرو اور ان کے حق میں خدا سے اس طرح دعا کرتے رہو کہ اے پروردگار! تو میرے ماں باپ پر رحمت فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں شفقت سے پالا، پرورش کی ۔

اسی سلسلۂ بیان میں ایک آیت کے بعد

ارشاد ہے :

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا (بنی اسرائیل: ۲۶)

ترجمہ:اور اپنے قرا بت داروں کا حق ادا کرو اور مسکینو ں اور پر دیسیو ں ، مسافرو ں کو بھی ان کاحق دو اور اللہ کا دیا ہوا مال فضو لیات میں مت اڑاؤ ۔

اور سورۂ رو م میں ایک جگہ ارشا دفرما یاگیا ہے:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَ الْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِکَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللہِ ؗ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الروم: ۳۸)

ترجمہ:پس ادا کرو قرا بت دارو ں کو ان کا حق اور (اسی طرح دو)مسکینو ں حا جت مندو ں کو اورپر دیسیو ں مسافرو ں کو (جو ان کاحق ہے)یہی (طریقہ) بہتر ہے ان بندوں کے لئے جو اللہ کو چاہتے ہیں (یعنی اس کی رضا مند ی کے طالب ہیں) اور یہی بندے فلاح یاب ہو نے والے ہیں۔

مذکورہ با لا آیتو ں میں ہمد ردی اور اعا نت کے مستحق کمزور طبقو ں میں سے یتیمو ں ، مسکینو ں غلامو ں ، ما تحتوں اور مسا فرو ں پر دیسیو ں کا ذکر آیاہے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کر نے اور ان کے حقوق ادا کر نے اور ان کی اعا نت وخد مت کر نے کی

ہدایت کی گئی ہے۔ بعض دوسری آیتوں میں اسیروں یعنی قیدیوں کے لئے بھی اسی قسم کی خدمت کی ترغیب دی گئی ہے۔ سورۂ دہر میں جنتیوں کے وہ اوصاف اور اعمال بیان کرتے ہوئے جن کے بدلے میں ان کو جنت اور جنت کی نعمتیں ملیں گی، ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا (الدھر: ۸)

ترجمہ: وہ بندگان خدا کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت کی بنا پر مسکینوں کو اور یتیموں کو اور قیدیوں کو۔

ان کمزور طبقوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے سلسلے میں قرآن مجید کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ جو بچے باپ کی سرپرستی سے محروم ہو کر یتیم ہو گیا ہو، اس سے شفقت کا برتاؤ کرو اور جو کوئی بیچارہ لاچاری ناداری سے مجبور ہو کر تم سے سوال کرے اس کے ساتھ رحم دلی اور نرمی کا معاملہ کرو، اس کو کبھی نہ جھڑکو۔ ارشاد ہے:

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝۹

وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰ (الضحیٰ: ۹ تا ۱۰)

ترجمہ: پس جو یتیم ہو اسے مت ڈانٹو، مت دباؤ اور بیچارے مانگنے والے کو مت

جھڑکو۔

یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ مذکورہ بالا آیتوں میں والدین اور دوسرے اعزّہ واقارب اور یتامیٰ ومساکین اور مسافرین وسائلین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اعانت وخدمت کرنے کی جو تعلیم دی گئی ہے، اس میں مسلم اور غیر مسلم کی بھی تفریق نہیں ہے۔ اگر بالفرض کسی مسلمان کے والدین یا اہل قرابت غیر مسلم ہوں یا اس کے سامنے کوئی غیر مسلم یتیم یا غیر مسلم مسکین یا غیر مسلم سائل یا غیر مسلم ضرورت مند پردیسی آئے تو قرآن مجید کا حکم اس مسلمان کو ان سب کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے کا اور اپنی استطاعت کے بقدر ان کی خدمت کرنے کا ہے۔

خاص کر والدین کے بارے میں تو قرآن مجید میں یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی کے ماں باپ بالفرض مشرک ہوں اور وہ اپنی مسلمان اولاد پر زور ڈالیں کہ وہ بھی اسلام اور توحید کو چھوڑ کر کفرو شرک اختیار کر لے تو مسلمان اولاد کا فرض ہے کہ ان کی یہ بات تو نہ مانے یعنی ان کے کہنے سے اسلام اور توحید کو تو نہ چھوڑے لیکن دنیا میں ان کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ ہی کرتا رہے۔

سورۂ لقمان میں اولاد پر والدین کا حق

بیا ن کرتے ہو ئے ارشا د فر ما گیا ہے :

وَ اِنْ جَاہَدٰکَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْہُمَا وَصَاحِبْہُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا (لقمان: ۱۵)

ترجمہ:اور اگر تمہارے ماں باپ تم پر زور ڈالیں کہ تم میرے ساتھ (یعنی اللہ کے ساتھ)کسی ایسی ہستی کو شریک کرو جس کا تمہیں علم اور پتہ نہیں ہے (بلکہ وہ بالکل بے حقیقت، محض فرضی اور وہمی ہے، جیسے مشر کو ں کے سا رے معبو دوں کا حا ل ہے) توتم انکی یہ بات تو نہ ما نو(لیکن اس کے با و جو د)تم دنیا میں ان کے سا تھ اچھا معاملہ اور برتاؤ جا ری رکھو (اور ان کی خد مت کر تے رہو)

اہل وعیال

ما ں با پ کے بعد انسا ن کا سب سے بڑا تعلق بیو ی بچوں سے ہوتا ہے اور انسانوں کی یہ فطرت ہے کہ وہ اپنے اہل وعیا ل کو آرا م ہی سے رکھنا چاہتے ہیں بلکہ اس بارے میں تو بہت سے لو گ اپنی حد سے بڑ ھ جاتے ہیں اس لئے قرآ ن مجید میں اس پر زیا دہ زور نہیں دیا گیا ہے کہ اہل وعیا ل کے ساتھ اچھا برتا ؤ کیا جائے اور ان کا حق ادا کیا جائے ۔

البتہ چونکہ بہت سے لوگوں سے اہل وعیال کی دینی اصلاح وتربیت کے بارے میں کوتاہی ہوجاتی ہے، اس لئے قرآن مجید نے اہل وعیال کے اس حق کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے کہ ان کو دیندار بنانے کی اور اللہ کی رضا کے راستے پر چلانے کی اسی طرح فکر اور کوشش کی جائے جس طرح کہ ہر صاحب ایمان کو اپنی جان دوزخ سے بچانے کی فکر کرنی چاہئے ۔ سورۂ تحریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰۤئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحریم: ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اورپتھر ہیں، اس (عذاب دینے کے لئے) وہ فرشتے مقرر ہیں جو بڑے سخت دل (بنائے گئے ہیں)اور بڑے مضبوط ہیں، اللہ نے ان کو جو حکم دیا ہو وہ (ذرا بھی)اس

کی خلا ف ورز ی نہیں کـــــــریں گےاور
جس کا م کے لئے وہ ما مور کئے گـئے ہیں
وہ اس کو پورا پورا انجا م دیں گے ۔
البتہ بیویــوں کے معــاملہ میں چــو نکہ بہت
سوں سے کوتا ہیاں ہوجا تی ہیں اس لــئے ان
کے ساتھ حسن سـلو ک اور ان کے حقـوق کی
ادا ئیگی کے با رے میں قــرآ ن مجیــد نے خــا ص
تاکید فرما ئی ہے ۔
سورۂ بقرہ ہی میں ارشا د فرما یا گیــا ہے
:
وَلَہُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْہِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ: ۲۸۸)
ترجمہ:اور عورتو ں کے مر دو ں پر اسی
طرح حقـوق ہیں جیســے کے مـر دو ں کے
حقوق عورتــوں پرہیں دســتور کے مطــا
بق ۔
اور سورۂ نسا ءمیں ارشا دفر ما یاگیا ہے :
وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النسآء:۱۹)
ترجمہ:اور ان کے سا تھ (یعنی اپنی بیــو
یو ں کے سا تھ)دستور کے مطا بق اچھے
طریقے پر گز ر بسر کر و ۔
اگر اللہ کے کسی بندے کی بیو ی بچے بد مــزا
جی یا بے دینی کی وجہ ســے اس کے خلاف اور
اســکو دکھ دیــنے والے ہو ں اور اســکو ان کی
طرف سے خطر ہو، تو قرآن مجیــد کی ہدایت
ہے کہ وہ انکے شر سے تو اپــنے کــو بچــا تــا رہے
اور ان کی طرف سے ہو شیار رہے لیکن جہاں

تک گنجائش ہو،انتقـام اور سـختی کی کـوئی کـاروائی نہ کـرے ، بلکہ معـاف کـرے اور نظـر انداز کرتا رہے ، انشاء اللہ یہ طرز عمـل انکی اصلا ح کا بھی باعث ہو گا ۔

سورۂ تغا بن میں ارشا د ہے :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (التغابن:۱۴)

تـرجمہ:اے ایمـا ن والو! تمہا ری بعض بیویـا ں اور تمہا ری بعض اولا د تمہاری دشمن ہیں پس تم ان کے شر سـے بچـتے رہو اور اگر تم معاف کر و اور درگزر کر و اور بخشو تو (تمہارے لئے بہتر اور خـو ش انجا م ہو گا)بلا شبہ اللہ تعالیٰ بـڑ ا بخشنے والا اور رحم فر ما نے والا ہے۔

عا م انسا نوں کے حقو ق اور ان کے سا تھ حسن سلو ک

بندو ں کے حقو ق کے سلسلے میں ماں باپ، اہل وعیا ل ، عز یزوں ، پڑوسیوں اور یتیموں ، مسکینو ں ، اسیر و ں وغـیرہ کمـزور طبقـو ں کے حقوق اور ان کی خدمت وحُسن سلو ک کے با رے میں قرآ ن مجید کی تعلیم وتاکید آپ پـڑھ چکے۔ اب دیکھـئے کہ عـام انسـانوں کے

حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلو ک کے بـارے میں قرآ ن مجید کی تعلیم کیا ہے ؟

اس سلسلے میں اوّلا ً تو قرآ ن مجید نے جـا بجا یہ وا ضح کر کے کہ سا رے انسان ایــک ہی مکــر م و محــترم جـوڑے (حضـرت آ دم و حــوا علیہمـــا الســـلا م) کی اولا د ہیں ، پــــو ری انسانی برادری کو اپنی اصل وفطرت کے لحــا ظ سے قابل احترا م بنا دیا ہے ، پھـر دو سـری تما م مخلو قات کے مقابلے میں انسان کو جــو خا ص علمی وعملی صلا حیتیں اور طـا قـتیں بخشی گـئی ہیں جن کے ذریعے وہ اس پــو ری کائنات کـو اسـتعما ل کررہا ہے، اس کــو بھی قرآ ن مجید میں پــوری نسـل انسـانی کے لـئے ایک خداوندی شر ف واعزاز بتایا گیا ہے، ارشا د ہے :

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ (بنی اسرائیل :۷۰)

ترجمہ:اور ہم نے بنی آ دم کو ایک شرف واعزاز بخشا اور ا س دنیاکے بحر وبر پــر اس کو قابض اور متصرف بنا دیا۔

اس فطر ی اور تکو ینی شرف واعزاز کے علا وہ قرآ ن مجید نے اپنے مـا نـنے والــو ں کــو حکم دیا کہ وہ سب انسـانوں سـے اچھی بـات کریں :

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ: ۸۳)

ترجمہ:اور سب لو گو ں سے اچھی بات کہو ۔

اسی طرح علی الا طلا ق سب کے سا تھ انصاف اور احسان کا حکم دیا گیا ، ایما ن والو ں کو سنا یا گیا کہ :

اِنَّ اللہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (النحل:۹۰)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے انصاف کر نے کااور احسان کر نے کا (سب کےساتھ)۔

دوسری جگہ فرمایا گیا :

وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (البقرہ:۱۹۵)

ترجمہ:اور اچھا سلو ک کر و (سب کے سا تھ،) اللہ اچھا سلو ک کر نے والو ں سے محبت کرتا ہے ۔

حتیٰ کہ اگر کوئی تمہا را دشمن ہو اور تمہا رے سا تھ برا ئی سے پیش آ تا ہوتو اس کے حق میں بھی قرآن مجید کا حکم ہے کہ جہاں تک ہو سکے تم اس کے سا تھ اچھا ہی معا ملہ کرو اور اس کی بد ی کا جو اب بھی نیکی ہی سے دو ۔ ارشاد فرمایا:

لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ (حم سجدہ : ۳۴)

ترجمہ:اچھا رو یہ اور بر ا رویہ برابر نہیں (بلکہ اچھا رو یہ نیکی ہے اور برا

روی بدی ، لذا تم کو چاہئے کہ)برا ئی کا جواب بھی تم نیکی ہی سے دو ۔
دوسری جگہ فرمایا گیا :

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَۃَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ (المومنون:۹۶)

ترجمہ:تم بر ائی کا جو اب بھی اچھے رو یے سے دو، ہمیں خوب معلو م ہے جو کچھ وہ (تمہارے متعلق) کہتے ہیں ۔

قرآ ن مجید میں ایک جگہ بتا یا گیاہے کہ اللہ کے جو نیک بندے بد ی کا جواب بھی نیکی سے دیں اور برا ئی کر نے والو ں کے سا تھ بھی اچھا ئی کریں وہ دو ہرے ثوا ب اور دو ہرے انعام کے مستحق ہیں۔ فر ما یا گیا :

اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَہُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ (القصص:۵۴)

ترجمہ:اللہ کے ان بندو ں کو دوہرا اجر وثواب دیا جا ئے گا ، ان کے صبر کر نے کی وجہ سے اور بد ی کا جو اب نیکی سے دینے کی وجہ سے ۔

عا م انسا نو ں کے سا تھ روا داری اور حسن سلو ک کے بارے میں قرآ نی تعلیم کی روح کو کچھ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ جو لوگ اپنی فر یب کا ریو ں اور خیا نت کا

را نے معـا ہدو ں کے ذر یعے خــو د رسـول اللہ صـلی اللہ علیہ وسـلم کـو دھـو کـا دیـا کـر تے تھے ،ان کے بـارے میں بھی رسـو ل اللہ صـلی اللہ علیہ وسلم سے فر ما یا گیا :

وَلَا تَـزَالُ تَطَّلِـعُ عَلٰی خَآئِنَۃٍ مِّنْہُمْ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنْہُمُ فَـاعْفُ عَنْہُمْ وَاصْـفَحْ ؕ اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیۡنَ (المائدہ: ۱۳)

ترجمہ:اور آپ پر برا بر ان کی خیا نتو ں کے راز فا ش ہوتے رہیں گے اور سوا چند کے ان کی دھـوکے بازیـاں آئے دن آپ کے علم میں آتی رہیں گی پھـر بھی آ پ ان کو معاف کر دیا کـریں اور ان کے قصـور سـے در گـز کیـا کـریں ، دوسـرو ں پـر احسان کرنے والے بندے اللہ کو پیا رے ہیں ۔

اور یہ تـو قـرآ ن مجیـد کـا عـا م منشـور ہے جس کـا ہر مسـلما ن مخـا طب ومکلـف ہے کہ بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ بھی پورا انصـاف کیا جائے اور کسی کی عداوت اور دشـمنی کی وجہ سے اس کا حق

ادا کر نے میں کـوئی کـو تـاہی نہ کی جـائےہے ار شا د ہے اور کس قدر زور اور تا کید کے سـا تھ ارشا د ہے :

وَلَا یَجْـرِمَنَّکُمْ شَـنَاٰنُ قَـوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا

َا تَعْدِلُوا ؕ اِعْدِلُوا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (المائدہ: ۸)

ترجمہ:اور کسی قو م کی دشمنی ہر گز تمہیں اس پر آ ما دہ نہ کرے کہ تم ا س کے ساتھ بے انصافی کر بیٹھو، تم (دشمنو ں کے سا تھ بھی) پورا پورا انصاف کرو، یہی قرین تقویٰ ہے ۔

الغر ض قرآ ن مجید میں جس طرح خدا کی عبا دت اور اپنے ماں باپ اور اعز ہ اوقارب کی خدمت اور یتیموں،مسکینو ں ، حاجت مندو ں کے سا تھ حسن سلو ک کی تعلیم دی گئی ہے۔اسی طرح عا م انسانوں حتیٰ کہ اپنے دشمنوں اور بدخوا ہو ں کے ساتھ بھی انصاف اور حسن معاملت کی تاکید کی گئی ہے ۔

اسلا می برادری کے خا ص حقوق

قرآ ن مجید نے خو ن اور نسب کے رشتو ں کی طرح ایما ن اور اسلا م کو بھی ایک اہم اور مقدس روحا نی رشتہ قرار دیا ہے۔ ا س رشتہ کی رو سے ہر مسلما ن کو دوسرے مسلما ن کا بھائی بتایا ہے ۔ ارشاد ہے :

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات: ۱۰)

ترجمہ:سارے مسلما ن تو آپس میں بھا ئی بھا ئی ہیں ۔

پھر اس رو حا نی اور ایما نی رشتہ کی

وجہ سے ہر مسلما ن پر دوسرے مسلما ن بھائی کے کچھ خاص حقوق عائد کئے گئے ہیں مثلاً یہ کہ ان میں باہم شفقت اورترحم ہو اور آپس میں ان کا معاملہ نر می اور فروتنی کا ہو، ہر ایک دوسرے کا خیر خوا ہ ، خد مت گزار اور نیا ز مند ہو۔ چنا نچہ ایک جگہ اہل ایما ن کی شا ن یہ بیا ن کی گئی ہے کہ :

رُحَمَآءُ بَینَہُمْ (الفتح: ۲۹)

ترجمہ:وہ آپس میں ترحم اور شفقت کا معاملہ کرنے والے ہیں۔

اور دوسری جگہ ان کا حال یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِینَ (المائدہ:۵۴)

ترجمہ: برادرا ن ایما نی کے سا منے وہ نیا ز منداور اپنے کو نیچا رکھنے وا لے ہیں ۔

اور جو چیزیں تعلقا ت کوخرا ب کر نے والی اور دلو ں میں کدورت پیدا کر نے والی ہوسکتی ہیں ، قرآ ن مجید نے مسلمانوں کے لئے سختی سے ان کی مما نعت فرمادی۔ مثلاً کسی کے ساتھ تمسخر کر نا ، اس کا مذاق بنانا ،ہنسی اڑانا، اس کو عیب لگا نا،کسی بر ے اور مکروہ نا م سے اس کویا د کرنا، پیٹھ پیچھے اس کی برا ئی کر نا ،یا اس کے عیوب کا تجسس کر نایا صرف قیاس وخیا ل کی بنا

پر اور اسی طرح بغیر تحقیق کے کسی افوا
ہی شہرت کی بنیاد پر کسی کے بارے میں
بدگمانی کرنااور اس کے خلاف رائے قائم کر
لینا یہ وہ چیزیں ہیں جن میں لوگ زیادہ
احتیاط نہیں کرتے۔ لیکن چونکہ ان باتوں
سے دلوں میں رنجش اورکدورت پیدا ہوتی
ہے اور تعلقات میں خرابی پڑتی ہے اس لئے
قرآن مجید میں صراحت اور تاکید کے ساتھ
حکم دیا گیا ہے کہ کوئی مسلمان کسی
دوسرے اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ہرگز
ایسا نہ کرے اور اس معاملے میں پوری احتیا
ط برتے ارشاد فرمایا گیا :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ
يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓى اَنْ
يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا
تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ
الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ
﴿١١﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ

بَّعْضُـــــــكُمْ بَعْضًـــــــا ؕ اَيُحِبُّ اَحَـــــدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًـا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُـوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢﴾ (الحجـرات:١١ تا ١٢)

ترجمہ:اے ایما ن والو !نہ تو مر دو ں کے لئے جائز ہے کہ وہ دوسرے مر دو ں کا مذاق اڑائیں ، کیا عجب ہے کہ (جن لو گو ں کا مذاق اڑا یا جا تا ہے ،اللہ کے نز دیک) وہ ان مذا ق اڑانے والو ں سے بہتر ہوں اور اسی طرح نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، کیا عجب ہے کہ ان (مذا ق اڑا نے والیو ں) سے وہی بہتر ہو ں اور تم آپس میں ایک دوسرے کو عیب بھی نہ لگاؤ ، اور نہ برے القا ب سے پکا رو ، ایما ن لانے کے بعد گنا ہ کا نا م لگنا (ہی) بُرا ہے اور جو لوگ (اس تنبیہ کے بعد بھی ان حر کتو ں سے) با ز نہ آئیں وہ بڑ ے ظا لم ہیں ۔ اے ایما ن والو !بہت سے گما نوں سے بچا کرو ، کیو نکہ بعضے گما ن با لکل گناہ ہو تے ہیں اور ایک دوسرے کے عیوب کا تجسس نہ کرو (اس کی کمزوریو ں کی ٹو ہ میں نہ لگو) اورتم میں سے کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا

ہے؟ کہ اپنے مرے ہوئے بھا ئی کا گو شت کھا ئے اور تمہیں اس سے کراہت اور گھن آئے اوراللہ سے ڈرو ، بیشک اللہ تعالیٰ بہت معاف کر نے والا اور بڑا ہی مہر با ن ہے ۔

مسلما نوں کے باہمی حقوق کے سلسلے میں قرآ ن مجید نے ایک رہنما ئی یہ بھی کی ہے کہ ہر مسلمان اپنی اچھی دعاؤں میں سب مسلما ن بھا ئیوں کو بھی شر یک کیا کر ے قرآ ن مجید کی تعلیم فرما ئی ہو ئی اکثر دعاؤں میں جمع کے صیغو ں کے استعما ل کا یہ بھی ایک سبب ہے ۔ قرآن مجید کی ایسی بیسیوں دعاؤں میں صرف دوچاردعائیں یہاں بھی پڑ ھ لیجئے :

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرہ: ۲۰۱)

ترجمہ:اے ہمارے پر وردگار! دے ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا ہمیں آخرت کے عذا ب سے ۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ(آل عمران:۸)

ترجمہ:اے ہما رے پر ور دگار! نہ پھیر ہما رے دلو ں کو بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور دے ہمیں رحمت اپنے پاس سے، بیشک تو ہی عطا فر ما نے والا ہے ۔

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَـاغْفِرْ لَنَـا ذُنُوبَنَـا وَقِنَـا عَـذَابَ النَّارِ (المومنون:۱۶)

ترجمہ:اے ہما رے پـر وردگـار! ہم ایمـا ن لے آئے پس تــو ہمــا رے گناہ بخش دےاور دوزخ کے عذاب سے ہمیں بچاے

رَبَّنَـآ اٰمَنَّا فَــاغْفِرْ لَنَــا وَارْحَمْنَــا وَاَنْتَ خَيْــرُ الرّٰحِمِيْنَ (المؤمنون:۱۰۹)

ترجمہ:اے پروردگار ہمارے ! ہم ایمـان لے آئے، پس تــو ہم کــو بخش دے اور ہم پــر رحم فرما،تو سب مہر بـا نـوں سـے بہتر اور با لاتر ہے ۔

رَبَّنَــا اغْفِــرْ لَنَــا وَ لِاِخْوَانِنَــا الَّذِيْنَ سَــبَقُونَا بِالْاِيْمَـانِ وَ لَا تَجْعَـلْ فِیْ قُلُوْبِنَـا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (الحشر:۱۰)

اے ہما رے پر ور دگا ر! ہمـاری مغفـرت فـر مـا اور ان سـب بهـا ئیـو ں کی بهی مغفرت فرما جو ہم سے آ گے گئے ایمـا ن کے سـا تھ اور نہ کـر ہمـا رے دلـوں میں کـدورت ایمـان والـوں کے سـا تھ، اے پـر ورد گار! یقیناً تو بـڑا مہر بــا ن اور بہت رحم فرما نے والا ہے ۔

اخلاقِ حَسَنہ

اخلا ق حسنہ کی دعوت وتعلیم بھی قرآ ن مجید کا خاص الخا ص مو ضو ع ہے اور یہ بات صرف عقیدت مندا نہ نہیں بلکہ خا لص علمی اور تحقیقی بات بھی ہے کہ اخلا ق کے بارے میں قرآ ن مجید کی تعلیم اتنی مکمل ,اتنی جا مع، ایسی معتد ل اور انسا نی فطرت کے اس قدر مطا بق ہے کہ اگر انسا ن اس پر عا مل ہو جائے اور اپنی زند گی کے اخلا قی پہلو کو قرآ ن مجید کی اخلا قی تعلیم وہدایت کاپا بند بنا لے تو وہ اس زمین پر انسان کی صورت میں رحمت کا ایک فر شتہ ہو گا ۔ اس کا مکمل نمو نہ خو د رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مشہور ارشاد ہے :

‘‘کان خلقہ القرآن’’ (آپ کے اخلا ق وہی تھے جو قرآ ن مجید کی تعلیم ہے ۔)

قرآ نی دعوت وتعلیم کایہ با ب اتنا وسیع ہے کہ بلا مبا لغہ ایک ضخیم کتا ب اس با ب پر لکھی جاسکتی ہے اس لئے یہاں اس کے خا ص خا ص ہی عنوانات پر مختصر کچھ لکھا جائے گا ۔

صبر

قرآن مجید نے جن اخلاق پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور مختلف عنوانوں سے اور مختلف پیرایوں میں جن کی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے، ان میں صبر کا خاص مقام ہے ۔

لیکن ہماری اُردو زبان میں صبر کے معنے بڑے محدود ہو گئے ہیں، سمجھا جاتا ہے کہ صبر کا مطلب بس یہ ہے کہ موت اور بیماری اور فقرو تنگدستی جیسی مصیبتوں کو اس طرح سہہ لیا جائے کہ شور وفغاں اورشکوہ وشکایت کا اظہار نہ ہو اور کوئی ظالم اگر ظلم کرے تو اس کا انتقام نہ لیا جائے اور نہ نالہ و فریاد کی جائے ۔مگر قرآن کی زبان میں صبر کے معنے اس سے بہت زیادہ وسیع اور عمیق ہیں۔ مختصر الفاظ میں اس کی حقیقت کو کچھ اس طرح ادا کیا جاسکتا ہے کہ :‘‘کسی عظیم اور مقدس مقصد کے لئے(مثلاًاللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے ثواب کے لئے یادنیا میں نیکی پھیلانے اور برائیوں کو مٹانے کے لئے یادوسروں کی خدمت اورراحت رسانی کے لئے) صدموں، تکلیفوں اور ناگواریوں کو برداشت کرنا اور ناموافق حالات میں بھی حق اور سچائی پر مضبوطی سے جمے رہنا اور نیکی کے راستے پر چلتے رہنا صبر ہے ۔’’

صبر کی اس حقیقت کو ذہن میں رکھ کر قرآ ن مجید کی مند رجہ ذیل آیتیں پڑ ھئے! سب سے پہلے سورۂ بقر ہ کی یہ آیت پڑ ھئے :

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ (البقرہ:۱۵۳)

ترجمہ:اے ایما ن والو!(مشکلو ں اور تکلیفو ں میں)صبراورنماز سے مدد حاصل کرو(یہ بات ناقابل شک اور بالکل یقینی ہے)کہ اللہ (اوراس کی پوری مدد)صبر کرنے والو ں کے سا تھ ہے ۔

صبر سے مدد حا صل کر نے کا مطلب سورۂ اعراف کی ان آیتو ں سے اور زیا دہ واضح ہو جاتا ہے جن میں مذکورہے کہ جب فر عون اور اس کی حکو مت نے یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرا ئیل کے سارے لڑ کے قتل کئے جائیں اور لڑ کیا ں اور عورتیں با قی رکھی جا ئیں تو مو سیٰ علیہ السلا م نے اپنی قو م بنی اسر ائیل کو تلقین فرما ئی :

اسۡتَعِیۡنُوۡا بِاللّٰہِ وَ اصۡبِرُوۡا ۚ اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰہِ ۟ۙ یُوۡرِثُہَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ ؕ (الاعراف: ۱۲۸)

ترجمہ:اللہ ہی سے مدد طلب کرو اور صبر کو اپنا شعار بناؤ(یعنی مضبو طی سے حق پر جمے رہنے کا فیصلہ کر لو اور کمر کس لو ، پھر دیکھو اللہ تعالی کیا

کر کے دکھا تاہے)ملک کا حقیقی مالک اللہ ہی ہے ،وہ اپنے بندو ں میں جس کو چاہے ملک کا وارث بنا دیتا ہے ۔

اس کے بعد سورۂ آل عمرا ن کی آ خر ی آیت پڑ ھئے جو گو یا اس عظیم سورت کے دفتر ہدایت کا حرف آخر ہے۔ ارشا د ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (آلعمران:۲۰۰)

ترجمہ:اے ایما ن والو!صبر سے کا م لو، ایک دوسرے کو صبر پر آ ما دہ کرو اور (راہ خدا میں جدوجہد کے لئے)مستعد اور کمر بستہ رہو اور اللہ سے ڈرو(یعنی تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ،)امید ہے کہ تم فلا ح پاؤ گے ۔

انسا ن کی یہ فطری کمزور ی ہے کہ حق اور نیکی کے را ستے پر چلتے ہوئے جب اس کو مسلسل مصائب اور نقصانات بر داشت کر نے پڑ تے ہیں اور اپنی قر بانیو ں کا کوئی پھل وہ نہیں دیکھتا تو اس میں مایوسی آتی ہے اور اس کی ہمت ٹو ٹنے لگتی ہے ۔ ایسے مو قعو ں کے لئے قرآن مجید میں فرمایا گیاہے :

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (هود: ۱۱۵)

ترجمہ:اورصبر کر و ،کیو نکہ اللہ تعالیٰ کا یہ دستو ر ہے کہ وہ نیکو کا روں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا (دیر سویر ان

کی نیکو کاری کا صلہ ضرور ملے گا)۔

اور سورۂ نحل میں صبر کے حکم کے سا تھ یہ بھی وا ضح فر ما دیا گیا ہے کہ صبر کی صفت وہ دولت عظمیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کی خا ص تو فیق ہی سے نصیب ہو سکتی ہے ۔ ارشاد ہے :

وَ اصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ (النحل: ۱۲۷)

ترجمہ:اور صبراختیا ر کرو اور (یا د رکھو کہ)تمہارا صبرکر نا بھی اللہ ہی کی مدد اور تو فیق سے ہوگا۔

اب رہا یہ سوا ل کہ اللہ تعالیٰ سے صبر کی تو فیق بند ہ کیسے حا صل کر ے ؟اس کا جواب قرآن مجید ہی سے یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عز م وارادہ کی جو طاقت بند ہ کی فطرت میں ودیعت رکھی ہے وہ ایک طرف تو اس سے کام لے یعنی مصیبتو ں اورتکلیفو ں کو برداشت کر نے اور اللہ تعالیٰ کی رضا جو ئی میں ثا بت قد م رہنے کا ارادہ کر ے اور اس کے لئے اپنی خداداد ہمت کو استعما ل کرے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ سے صبر اور ثابت قدمی کی دعا کرے ۔

سورۂ بقرہ میں اگلے دور کی ایک جماعت مجا ہدین کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان کا سابقہ ایک بڑے طاقتور اور جرّا ر فوج رکھنے والے

دشمن (جالو ت)سے پڑا تو کچھ کمزور دل اور کمزور ایما ن رکھنے والے تو جالوت اور اس کے لشکر وں کو دیکھتے ہی ہمت ہا ر بیٹھے اور انہوں نے کہا کہ ان سے ٹکر لینے کی ہم میں طاقت نہیں (لا طاقة لنا الیوم بجالوت وجنودہ) لیکن جن کے دلو ں میں ایمان کی طا قت تھی انہوں نے کہا کہ فتح وشکست کا تعلق صرف قلت وکثرت ہی سے نہیں بلکہ تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں کہ:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرہ: ۲۴۹)

ترجمہ:قلیل تعداد رکھنے والے کتنے ہی گروہ اپنے مقابل کے کثیر التعداد گروہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مدد سے غالب ہوئے ہیں اور اللہ اور اس کی مدد صبر کرنے والو ں کے سا تھ ہے۔

بہر حا ل قرآ ن مجید کا بیا ن ہے کہ اللہ کے ان بند وں نے اپنے دلوں کو مضبو ط کیا اور پھر اللہ تعالیٰ سے صبر وثبات اور فتح ونصرت کی دعا ما نگی اورعرض کیا:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ: ۲۵۰)

ترجمہ:اے ہمارے پر ور دگار!ہمیں صبر سے سر شار کردے اورہمارے قدم جمادے اور اس کافر گروہ پر فتح حا صل کر نے میں ہماری مدد فرما ۔

پھر اس معرکے کاانجا م قرآن مجید میں اس دعا کے بعد ہی متصلاً ان الفاظ میں بیا ن فرمایا گیاہے کہ :

فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللہِ (البقرہ: ۲۵۱)

ترجمہ:پھر یہ ہوا کہ اللہ کی مدد اور اس کے حکم سے ایما ن رکھنے والے اس قلیل التعداد گروہ نے دشمن کی کثیر التعداد فو ج کو شکست دےدی ۔

اس پو ری روداد سے معلو م ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے صبر کی تو فیق حا صل کر نے کا راستہ یہ ہے کہ بند ہ خود عزم وہمت سے کا م لے اور پورے اخلاص والحا ح کے سا تھ اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق اور اس کا فیضان ما نگے۔ جو بندہ ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ ا س کوصبر کی دولت اور طاقت عطا فرمائے گا۔

صبر والو ں کا انجا م اور مقا م

اگر چہ مند رجہ بالااکثر آیتو ں میں بھی صبر کے حکم اور اس کی تلقین کے ساتھ اس کے اجر اوراس کی خو ش انجا میوں کی طرف اشارات موجو د ہیں تاہم دوتین آیتیں خاص صبر کے اجرو انجا م ہی کے متعلق اور بھی پڑ ھ لیجئے ۔

سورۂ رعد میں ایک جگہ ان بندو ں کے خا ص اوصاف واخلا ق کا ذکر کیا گیاہے جن پر اللہ تعالیٰ کا خا ص الخاص انعا م ہو گا ،

اس سلسلے بیا ن میں ان بند وں کا ایک خا ص حال یہ بھی بیا ن فر مایا گیا ہے:

وَ الَّذِیۡنَ صَبَرُوا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِمۡ (الرعد:۲۲)

ترجمہ:وہ لو گ جنہو ں نے اللہ کی رضا طلبی میں (ہر قسم کی نا گواریو ں اورسختیوں پر) صبر کیا۔

پھر ان کا اُخر و ی انجا م بیان فر ما تے ہو ئے ار شاد فرما یا گیا ہے :

وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ کُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَی الدَّارِؕ ﴿۲۴﴾ (الرعد: ۲۳ تا ۲۴)

ترجمہ:اور وہا ں (جنت میں) ان کے گھر کے ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس ان کے اکرا م کے لئے آئیں گے اور کہیں گے کہ سلا م ہو تم پر بہ سبب ا س کے کہ تم نے دنیا میں صبر کو اپنا شعار بنا یا، کیا ہی اچھا ہے یہ عاقبت کا ٹھکا نا ۔

اور سورۂ آل عمرا ن میں جنتی بند وں کے اوصاف واخلا ق بیا ن کر تے ہوئے سب سے پہلے ان کی صفت صبر ہی کا ذکر فرما یاگیا ہے ۔ ارشا د ہے :

اَلصّٰبِرِیۡنَ وَالصّٰدِقِیۡنَ وَالۡقٰنِتِیۡنَ (آل :عمران ۱۷)

ترجمہ:صبر کر نے والے، سچ بو لنے والے، اللہ تعالیٰ کی فر ما نبر داری کر نے والے ۔

اسی طر ح سورۂ احزا ب میں جہا ں

مسلما ن مردو ں اور عورتوں کو ان کے ایمانی اوصاف واخلاق کی بنا پر مغفرت ورحمت کی بشارت سنا ئی گئی ہے وہا ں بھی صبر کی صفت کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے :

وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ:صبر کر نے والے مر د اور صبر کر نے والی عورتیں ۔

اس کے بعد اسی قسم کی ان چند اور اخلاقی صفا ت بیا ن کر نے کے بعد ارشا د فر ما یاگیا ہے:

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بند وں اور بند یو ں کے لئے مغفرت (کا فیصلہ فرمایا ہے) اور اجر عظیم تیا رکیا ہے ۔

ان ہی چند آیا ت سے سمجھا جا سکتا ہے کہ قرآنی دعوت وتعلیم میں صبر کا کیا مقام ہے اور صابرین کے لئے دنیا اور آخر ت ہی میں کیسی کیسی خو ش انجا میو ں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے ۔

سچا ئی اور راست با زی

قرآ ن مجید سے جن اخلا ق کی بہت زیا دہ اہمیت اور فضیلت معلو م ہو تی ہے ان میں سے ایک سچا ئی اور راست با زی بھی ہے۔

پھر قرآ ن مجید ۔ی س۔ ی۔ بھی معلوم ۔وتا ۔۔ ک۔ صداقت وسچائی کا مطلب صرف ی۔ی ن۔یں ۔۔ ک۔ زبا ن س۔ غلط اور خلاف واقع۔ بات ن۔ ک۔ی جائ۔ اور سچ بولا جائ۔ بلک۔ اس کا دائر ۔ ب۔ت وسیع ۔۔۔ اس میں دل کی سچا ئی اور عمل کی سچا ئی بھی شا مل ۔۔۔ دل کی سچا ئی کا مطلب ی۔ ۔۔ ک۔ اس میں کسی قسم کا نفاق اور کوئی دغاو فریب ن۔ ۔و اور عمل کی سچا ئی ی۔ ۔۔ ک۔ جو عقید۔ اور قو ل ۔و و۔ی عمل بھی ۔واور ظا۔ر وباطن میں پو ری یکسا نیت ۔و۔ جن بند وں کا ی۔ حال ۔وو۔ی قرآن مجید کی اصطلاح میں صادق ۔یں اور اگر اس صفت میں کامل ۔وں تو صدیق ۔یں اور قرآ ن مجید کی دعوت وتعلیم ی۔ ۔۔ ک۔ آ دمی کو ایسا ۔ی ۔وناچا۔ئ۔ اور ایسوں ۔ی ک۔ ساتھ ر۔نا چا ۔ئ۔ تاک۔‘‘ صحبت صالح ترا صا لح کنند’’ ک۔ فطر ی اصو ل پر ان کی ۔م رنگی نصیب ۔و ۔ سورۂ تو ب۔ میں ارشاد فرمایا گیا :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ (التوب۔: ۱۱۹)

ترجم۔:ا۔ ایما ن والو! الل۔ س۔ ڈرو اور صا دقین ک۔ سا تھ ۔و جاؤ۔

صدق اور سچا ئی ک۔ معن۔ کی اس وسعت پر

سور۔

ٔ بقرہ کی ا ن آیا ت سے بھی روشنی پڑتی ہے جن میں فر مایا گیا ہے کہ اللہ کے نیک بندے وہ ہیں اور اصلی نیکی انہی کی نیکی ہے جن کے دلو ں میں اللہ تعالیٰ اور یو م آخرت اور دوسرے ایما نی حقائق پر ایما ن ہواور اس ایمان کی وجہ سے وہ اپنا کما یا ہوا ما ل اللہ تعالیٰ کے حاجت مند بندو ں، یتیموں،مسکینو ں وغیرہ پر صرف کرتے ہوں اور عہد کے پورا کر نے والے اور حق وصداقت کی راہ میں پڑنے والی مصیبتوں اور تکلیفوں کو صبر وثابت قدمی کے ساتھ برداشت کر نے والے ہوں۔ ان بند وں کے یہ تمام اوصاف بیان فرمانے کے بعد آخر میں فر ما یا گیا ہے :

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ (البقرہ: ۱۷۷)

ترجمہ:یہی بند ے ہیں جو سچے ہیں اور یہی ہیں متقی پر ہیز گا ر ۔

اسی طر ح سورۂ حجرات میں فر ما یا گیا ہے:

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا وَ جٰہَدُوۡا بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصّٰدِقُوۡنَ (الحجرات: ۱۵)

ترجمہ:اصل مؤمن بندے تو بس وہی

ہیں جو ایما ن لائے اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر پھر کسی طرح کا شک وشبہ نہیں کیا اور اللہ کے راستے میں اپنے جا ن وما ل سے پوری جد و جہد کی، بس یہی بندے ہیں سچے ۔

اور اسی وجہ سے کہ صد ق اور سچا ئی کے معنے میں دل کی اور عمل کی سچا ئی بھی شا مل ہے۔سورۂ احزاب کی ایک آیت میں صادقین کے مقا بلے میں منا فقین کا لفظ استعما ل کیا گیاہے، ارشادہے :

لِّیجْزِیَ اللہُ الصّٰدِقِینَ بِصِدْقِہِمْ وَ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِینَ اِنْ شَآءَ (الاحزاب: ۲۴)

ترجمہ:تا کہ اللہ تعالیٰ سچو ں کو ان کی سچا ئی کا عوض اور صلہ دے اور سزادے منافقین کو اگر چاہے۔

صدق وسچا ئی کے یہ معنے اور اس کی یہ وسعت اور گہرائی معلو م ہو نے کے بعد خو دبخو د یہ بات معلو م ہو جاتی ہے کہ جن بندو ں کو ایما ن کے سا تھ صد ق و سچا ئی کی یہ صفت پوری طر ح نصیب ہو ، وہ اللہ کے کامل ترین بندے ہیں اور نبیو ں کے سوا ان سے او نچا مقام کسی کا نہیں۔ اسی لئے قرآ ن مجید میں جہا ں اہل ایما ن کے ان چا ر طبقو ں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کا خا ص قر ب اور مقبو لیت و محبو بیت کا خا ص مقا م حا صل ہے اور جن پر اللہ تعالیٰ

کا خصو صی انعا م ہے وہاں نبیو ں کے بعد دوسرے نمبر پر صد یقین ہی کا ذکر فر ما یا گیاہے۔ ارشاد ہے :

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا (النسآء: ۶۹)

ترجمہ:اور جو اللہ تعالیٰ ورسول کی اطا عت وفر ما نبر داری کریں پس وہ(جنت میں) اللہ کے ان خاص بندوں کے سا تھ ہو ں گے جن پر اللہ کی خصو صی نوازش ہے ،یعنی انبیا ء،صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ لوگ بڑ ے ہی اچھے ساتھی ہیں ۔

صداقت وصدیقیت کی صفت کی بلند مقا می کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ ؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کی تعر یف میں فر مایا گیا ہے کہ ان میں صدیقیت کی صفت موجو د تھی۔ سورۂ مریم میں ارشا دہوا ہے :

وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِبۡرٰہِیۡمَ ۬ؕ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا (مریم:۴۱)

ترجمہ:اور اس کتا ب میں ابر اہیم ؑ کا حا ل ذکر کرو ، وہ تھے صدیق، نبی۔

اسی طرح اسی سورۂ مر یم کے ا س سے

اگلے رکوع میں حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق بھی بالکل یہی الفاظ فرمائے گئے ہیں اور اسی طرح حضرت مریم علیہاالسلام کی شان میں بھی بڑے سے بڑا تعریفی کلمہ قرآن مجید یہ میں فرمایا گیا ہے: ‘‘ اُمُّہٗ صدیقۃٌ’’(حضرت مسیح ؑ کی والدہ مریم علیہمسسلم ‘‘صدیقہ’’تھیں)

نیز قرآن مجید کا بیان ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قید خانے کے اس ساتھی نے جو ان سے بہت متاثر اور ان کا بڑا معتقد ہو گیا تھا ، اُن کو صدیق ہی کی صفت سے پکارا اور کہا :

‘‘یُوْسُفُ اَیُّھَا الصِّدِّیْقُ’’ **(اے بڑے صادق وراست باز یوسف !)**

پھر اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں صدق اور سچائی کو اللہ تعالیٰ کی بھی صفت بتا یا گیا ہے بلکہ فرمایا گیا ہے کہ وہ سب سے بڑا سچا ہے :

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللہِ قِیْلًا (النسآء:۱۲۲)

ترجمہ:اور اللہ سے زیادہ کون سچا ہو سکتا ہے قول میں ؟(کوئی بھی نہیں)

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللہِ حَدِیْثًا (النسآء:۸۷)

ترجمہ:اور کون اللہ سے زیادہ سچا ہو سکتا ہے بات میں ؟ (کوئی بھی نہیں)

صدق اور سچائی کی صفت کی یہ عظمت اور اہمیت معلوم ہو جانے کے بعد خود ہی سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس صفت کا کتنا بڑا درجہ ہے اور اس کا کیساعظیم صلہ ملنے والاہے، تاہم قرآن مجید کی چند آیتیں اس سلسلہ میں بھی پڑھ لیجئے ۔

ابھی صبر کے بیان میں سورۂ آل عمران کی وہ آیت ذکر کی جا چکی ہے جس میں جنتی بندوں کے اوصاف واخلاق بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے ان کی صفت صبر اور صدق ہی کا ذکر کیا گیا ہے :

اَلصّٰبِرِیۡنَ وَالصّٰدِقِیۡنَ وَالْقٰنِتِیۡنَ (آل عمران: ۱۸)

ترجمہ:صبر کرنے والے، سچے اور راست باز اور اللہ کے فرمانبردار بندے ۔

اور سورۂ احزاب میں صاحب ایمان بندوں اور بندیوں کے لئے جن صفات پر اللہ کی خاص مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت سنائی گئی ہے ،ان میں ایمان واسلام اور اللہ کی فرمانبرداری کے بعد سب سے پہلے ان کی صفت صداقت اور سچائی ہی کا ذکر کیا گیا ہے ۔ ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِیۡنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیۡنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیۡنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیۡنَ

وَالصّٰدِقٰتِ (الاحزاب ۳۵)

ترجمہ:اسلا م وایما ن لا نے والے بندے اور بند یا ں اور اللہ کی فر ما نبر داری کر نے والے بندے اور بند یا ں اور صدق وسچا ئی کی صفت رکھنے والے بندے اور بندیا ں ۔

آ گے ان کے چند اوصاف بیا ن فر ما نے کے بعد ان کو بشارت سنائی گئی ہے کہ :

اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُم مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت (کا فیصلہ فرما یا ہے)اور اجر عظیم تیا ر کر کے رکھا ہے۔

اور سورۂ ما ئد ہ کے آخر ی رکو ع میں قیا مت کے دن کے با رے میں ار شا د ہوا ہے :

ہٰذَا یَوْمُ یَنفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُہُمْ لَہُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا اَبَدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (المائدہ:۱۱۹)

ترجمہ:یہ وہ دن ہے کہ نفع دے گا صا دقین یعنی سچو ں کو ان کا صدق اور ان کی راست با زی، ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہر یں جا ری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، ان کا اللہ ان سے را ضی اور وہ اپنے اللہ سے خوش ، یہ بڑی عظیم الشان کا میا بی

قرآ ن مجید ن□ صادقین کو مغفرت وجنت اور اجـــر عظیم اور رضــا ئ□ □الٰی کی یٰ رو ح پرور بشارتیں سنا کر دراصل ایک خا ص انداز س□ صدق وسچا ئی کی ن□ا یت مؤثر دعوت اوردلکش ترغیب دی □□ □

وفائ□ ع□د

ع□د کا پورا کرنا بھی در اصل صدق اور سچا ئی □ی کی ایک خا ص شکل □□ بلک□ قرآ ن مجید میں بعض مقا مات پر تو اس ک□ لئ□ صد ق □ی کالفظ استعما ل کیا گیا □□ □سورۂ احزا ب میں ارشاد □□ :

مِنَ الْمُؤْمِنِی□نَ رِجَالٌ صَدَقُو□ا مَا عَا□دُوا اللّٰ□ عَلَی□□ (الاحزاب: ٢٣)

ایما ن والو ں میں کچھ لو گ و□ □یں جن□و ں ن□ اللّٰ□ تعالیٰ س□ جو ع□د کیا تھا اس میں و□ سچ□ اتر□□

اس آیت میں وفائ□ ع□د کو صدق □ی ک□ لفظ س□ ادا کیا گیا □□□ ب□ر حا ل ی□ صدق □ی کی ایک خا ص قسم □□□ لیکن قرآ ن مجید میں چو نک□ ا س کا مطا لب□ وفا ئ□ ع□د اوروفا ئ□ عقد ک□ مستقل عنوا ن س□ کیا گیا □□ اس لئ□ □م ن□ بھی ی□ی منا سب سمجھا ک□ اس سلسل□ ک□ قرآ ن مجید ک□ ارشادات کو مستقل عنوا ن ک□ ذیل میں ذکر کر یں □

سورۂ ما ئدہ کی سب سے پہلی آیت جس سے یہ سورت شروع ہو تی ہے سنئے !ارشاد ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ (المائدہ:۱)

ترجمہ:اےایمان والو!تمہارے جوعہد،معاہدے اور جومعاملے ہوں ان کوپوراکرو۔

اور سورۂ بنی اسرا ئیل میں فر مایا گیا ہے :

وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا (بنی اسرائیل:۳۴)

ترجمہ:عہد کو پورا کرو ، یقیناً عہد کے بارے میں (قیا مت کے دن) پو چھ گچھ ہو گی ۔

وفا ئے عہد کی اس صریح دعوت وتعلیم اور اس طرح کے سید ھے اور برا ہ راست مطا لبے کے علا وہ اس کی تر غیب قرآن مجید میں اس طرح بھی دی گئی ہے کہ عہد کے پورا کرنے والو ں کو جابجا جنت کی اور اخر وی فوز وفلا ح کی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی بشارت سنائی گئی ہے ۔

سورۂ بقرہ کے بائیسو یں رکو ع کی اُن آیا ت کا تذکرہ ابھی اُ وپر صدق کے بیا ن میں ہو چکا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے نیک اور متقی بندو ں کے اوصاف بیا ن کئے گئے ہیں۔ وہاں ایک خا ص وصف ان کا یہ بھی بیا ن ہوا ہے:

وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا (البقرہ:

(۱۷۷)

ترجمہ:اور وہ بندے جو پورا کرنے والے ہیں اپنا عہد جب وہ عہد کریں ۔

اسی طرح سورۂ مؤ منو ن کے شروع میں جہا ں فلا ح پا نے والے اہل ایما ن کے اوصاف واخلا ق بیا ن کئے گئے ہیں وہا ں ایک خا ص وصف ان کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے :

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المومنون: ۸)

ترجمہ:اور وہ جو اپنی امانتو ں اور اپنے عہد کاپا س ولحا ظ رکھتے ہیں ۔

اور سورۂ معار ج میں جہا ں جنتی مسلما نوں کے اوصاف کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے وہا ں بھی ان کی اس صفت کو با لکل انہیں الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے ۔(المعارج:۳۲)

قرآن مجید نے وفائے عہد کی عظمت کو ایک دوسرے انداز میں اس طرح بھی ظاہر کیا ہے کہ اس کو حق تعالیٰ کی صفت بتا یا ہے۔ ارشا د ہے :

وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ (التوبہ: ۱۱۱)

ترجمہ:اور اللہ سے زیا دہ کو ن اپنے عہد کو پورا کر نے والا ہے؟

اور دوسری جگہ منفی انداز میں فرمایا:

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (الروم: ۶)

ترجمہ:اللہ کا وعدہ ہو اہے، اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ۔

اور ایک اور جگہ تا کید کے صیغے کے ساتھ فر ما یا گیا ہے :

وَلَن يُّخْلِفَ اللہُ وَعْدَہٗ (الحج: ۴۷)

ترجمہ:اور اللہ ہر گز وعدہ خلا فی نہیں کرے گا ۔

اور ایک جگہ فرما یا گیا ہے :

اِنَّ اللہَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (الرعد: ۳۱)

ترجمہ:یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا، جو اس کا وعدہ ہے ضرور پورا ہو گا ۔

ان آ یتو ں کا مفا د یہی ہے کہ وفا ئے عہد اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، وہ اپنے ہر عہد اور ہر وعدہ کا پورا کر نے والا ہے ، ظاہر ہے کہ اس میں بندو ں کے لئے اس کی کس قدر مؤثر اور دلکش تر غیب ہے کہ وہ بھی عہد کو پورا کیا کریں اور عہد شکنی سے بچیں ۔

اما نت

اما نت بھی دراصل سچا ئی اور راست با زی ہی کی ایک خاص شکل ہے ۔ اردو محاورہ

میں تو اس کا مطلب صرف اتنا ہی سمجھا جا تا ہے کہ کسی نے جو چیز کسی کے پاس رکھ دی ہو اس میں کو ئی خیانت اور کوئی بددیانتی نہ کی جائے اور اس شخص کے مطا لبے پر یایوں ہی وہ جو ں کی توں واپس کردی جائے اور یہ بھی بلا شبہ ایک اخلا قی نیکی ہے ،لیکن عر بی زبا ن اور خا ص کر قرآ نی محا ورے میں امانت کا مفہوم اس سے بہت زیادہ وسیع ہے اور تمام حقوق و فرائض کا دیانت داری کے سا تھ ادا کر نا ، ہر قا بل لحا ظ با ت کا لحاظ رکھنا اس میں دا خل ہے ۔ اما نت کے مفہو م کی اس وسعت کو ذہن میں رکھ کر اس کے متعلق قرآ ن مجید کی آیات پڑ ھئے! سورۂ نساء میں ارشا د ہوا ہے :

اِنَّ اللہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہْلِہَا (النسآء: ۵۸)

ترجمہ:بیشک اللہ تعالیٰ تم کوحکم دیتا ہے کہ (تمہا رے پا س اور تمہا رے ذمہ) جن کی امانتیں ہیں ان کو اما نتیں ادا کرو ۔

پس اس آیت کی رو سے ہر مسلما ن کا فر ض ہے کہ ا گر اس کے پا س کسی شخص کی کوئی بھی
امانت ہو یا کسی کا مالی یا غیر ما لی کوئی حق ہو تو اس کو پوری دیا نت داری کے

سا تھ ادا کرے اور اس کے اداکر نے میں کوئی کو تاہی اور خیا نت نہ کرے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی کسی معاملے میں اس سے مشورہ لے تو پوری خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دے۔ اسی طرح اگر کسی کا کوئی راز معلو م ہو جائے تو اس کو بھی اما نت ہی سمجھے اور اس کو افشا ں نہ کرے۔ الغر ض اد ائے امانت کے اس قرآنی حکم میں اس طرح کی تما م صورتیں داخل ہیں ۔

نیز قرآ ن مجید میں ادا ئے اما نت کے اس حکم کے علاوہ اس کی ترغیب اس طرح بھی دی گئی ہے۔کہ اما نتیں ٹھیک ٹھیک ادا کر نے والوں کو فلا ح یا ب اور جنتی بتلا یا گیا ہے ۔ چنا نچہ سورۂ مؤمنون اور سورۂ معارج کے پہلے رکوع میں فلا ح پا نے والو ں اور جنت میں جانے والو ں کے اوصاف ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ

(المومنون: ۸، المعارج ۳۲)

ترجمہ:اور جو اپنی اما نتو ں اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں ۔

قرآ ن مجید میں اس وصف اما نت کی عظمت کو اس طرح بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کو اللہ کے مقدس رسو لو ں اور اس کے مقر ب تر ین فر شتہ جبرائیل ؑکی خا ص صفت بتا یا گیا ہے۔ سورۂ شعراءمیں متعدد

پیغمبرو ں کے تذکر ے میں فر مایا گیا ہےکہ انہو ں نے اپنی امتو ں سے کہا:

اِنِّی لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ (الشعراء :۱۰۷ تا ۱۰۸)

ترجمہ:میں تمہارے لئے اللہ کا اما نت دار پیغمبر ہو ں،(میر اخا ص پیغا م یہ ہے کہ) اللہ سے ڈرو اور میرے لائے ہوئے احکا م کی فر ما نبر دا ری کرو ۔

اور قرآن مجید کے بارے میں اسی سورۂ شعرا ءمیں ایک جگہ فرمایاگیاہے :

نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ (الشعراء: ۱۹۳)

ترجمہ:لے کر اُترا ہے اس کوروح الا مین(یعنی اللہ کا خا ص اما نت دار فرشتہ جبرائیل ؑ)۔

پس اللہ کے جن بندو ں کی یہ چاہت اور آرزو ہو کہ اللہ کے نبیو ں اور رسو لو ں اور اس کے مقرب فرشتوں سے ان کوکوئی نسبت حا صل ہو اور ان کے پا کیز ہ او صاف اور اخلا ق میں ان کا کوئی حصہ ہو تو انہیں چاہئے کہ وہ امانت کے وصف کو اپنا ئیں اور جس کا جوحق ان کے ذمہ ہو ا ور جوان کی ڈیوٹی ہو اس کو پوری اما نت داری اور دیا نت دار ی کے سا تھ ادا کریں ۔

عد ل وانصاف

قرآن مجید کی دعوت وتعلیم میں جن اخلا

قی اور معاشرتی امور پر بہت زیا دہ زور دیا گیا ہے ، ان میں ایک عدل وانصاف بھی ہے یہ بھی درا صل سچائی اور راست با زی ہی کی ایک خا ص قسم ہے اس کا مطلب یہ ہوتاہے کہ ہر شخص کے ساتھ بلا رعایت وہ معاملہ کیا جائے اور اس کے بارے میں وہ خدا لگتی بات کہی جائے جس کا وہ واقعہ میں مستحق ہے ۔اسی عد ل وانصاف پر دنیا کا نظا م قائم ہے جس قو م اور جس سماج میں عدل وانصا ف نہ ہو وہ خدا کی رحمت سے محرو م رہے گی اور دنیا میں بھی اس کا انجا م بہت ہی برا ہو گا ۔ قرآ ن مجید نے اپنی دعوت وتعلیم میں عدل وانصاف کو جو خا ص در جہ اور مقا م دیا ہے اس کا اندازہ سورۂ حدید کی ایک آیت سے لگایا جا سکتا ہے ۔ ارشا د ہے :

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ(الحدید :۲۵)

ترجمہ:ہم نے اپنے رسو ل بھیجے کھلے کھلے احکا م دے کر اور اُتاریں ہم نے ان کے ساتھ (ہدایت کی) کتا بیں اورعدل وانصاف کا فرما ن ،تا کہ لوگ اپنے معاملات میں عدل و انصاف سے کا م لیں ۔

اس آیت میں ‘‘المیزا ن ’’ سے مراد عدل وانصاف کے احکا م وقوا نین ہیں، اس بنا پر آیت کا مفاد یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسو لو ں کے ساتھ جس طرح مختلف صحیفے اتارے اسی طرح عدل وانصاف کے فرا مین اور احکا م وقوا نین بھی اتارے تاکہ اس کے بندے ان صحیفو ں کی روشنی میں اس کی بندگی کے راستے پر چلیں اور عدل وانصاف کے فرا مین کی رہنمائی میں آپس میں عدل وانصاف کا برتاؤ کریں ۔ الغرض اس آیت میں‘‘المیزا ن’’یعنی عدل انصاف کا ذکر جس طرح ‘‘الکتا ب ’’ کے ساتھ کیا گیا ہے اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اور قرآن مجید کی دعوت وتعلیم میں عدل وانصاف کی کتنی غیر معمولی اہمیت ہے ۔

قرآ ن میں ایک دوسری جگہ بھی اللہ کی کتا ب کے ساتھ عدل وانصاف کے ایک فرمان کا ذکر اسی طرح کیا گیا ہے۔ سورۂ شوریٰ میں رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے :

وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ ؕ اَللّٰہُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ (الشوری:۱۵)

ترجمہ:(اے پیغمبر !)آپ (ان یہو دیو ں اور عیسا ئیوں سے)کہہ دیجئے کہ میں

ایما ن لایا ہوں اس مقدس کتا ب پر جو اللہ نے اتا ری ہے اور مجھے اس کا فر ما ن ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کرو ں، اللہ ہمارا بھی مالک ورب ہے اور تمہارا بھی۔

اس آیت میں بھی عد ل وانصاف کے فر ما ن کا ذکر جس طرح ایما ن بالکتا ب کے ساتھ کیا گیا ہے وہ قرآن مجید کے اشارے شنا سو ں کو یہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ قرآ نی دعوت وتعلیم میں عد ل وانصاف کی کتنی اہمیت ہے اور یہی وجہ ہے کہ سورۂ نحل میں جہاں ایما ن والوں کو بہت سے اہم اخلاقی احکا م دئیے گئے ہیں وہا ں سب سے پہلا حکم انصا ف ہی کا دیا گیا ہے۔ وہ رکو ع شروع ہی ان الفا ظ سے ہوتا ہے :

اِنَّ اللہ یَاۡمُرُ بِالْعَدْلِ وَالۡاِحْسَانِ (النحل:۹۰)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے انصاف کا اور اچھا سلو ک کر نے کا ۔

اور سورۂ انعا م میں جہا ں اللہ تعالیٰ کے اہم اوامر ونوا ہی کویکجا بیا ن کیا گیا ہے وہاں بھی عدل وانصا ف کی تا کید کرتے ہوئے فر مایا گیا ہے :

وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوۡا وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی (الانعام:۱۵۲)

ترجمہ:جب(کسی نزاعی معا ملے

میں)تمیں کچھ کنا یا فیصل دینا و تو پورا انصاف کرو ، اگرچ (فریق معامل) تمارا کوئی قرا بت دار و ۔

سورۂ نساءکی ایک آیت میں اور زیادہ وضا حت وتفصیل س فر مایا گیا ک ایمان والو ں کا فرض ک و ب لا گ انصاف کر ن وال اور خداک لئ سچی گوا ی دین وال بنیں اگرچ اس س خو د ان کو یا ان ک ماں باپ یا اور قرا بت داروں کو نقصا ن پنچ ۔ ارشا د :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (النساء:١٣٥)

ترجم:ا ایما ن والو! و جاؤ خو ب انصاف پر قائم رن وال اور انصاف ک حا می اور الل ک لئ سچی گوا ی دین وال اگر چ (و انصاف اور و گوا ی) تمار ی خلاف پڑ یا تما ر ماں با پ اوردوسر اقر باءک خلاف پڑ ، اگر فریق معامل دولت مندیں یا محتا ج (د ونو ں صورتوں میں)الل تعالیٰ تم س زیا د ان کا خیرخوا ، پس تم انصاف کر ن میں اپن نفس کی خوا ش کی پیرو ی ن کر و ، اگر تم (کسی

کی قرا بت یا امیری غریبی کے لحاظ
سے فیصلے میں یا گواہی میں) لاگ
لپیٹ یا ایچ پیچ کی بات کرو گے یا خدا
لگتی بات کہنے سے پہلو تہی کرو گے تو
یقین رکھو کہ اللہ تمہارے اعمال سے
پور ی طرح خبردار ہے ۔

عدل و انصاف کے حکم کے بارے میں یہ آیت کتنی جا مع اور کیسی محکم اور واضح ہے، فرمایا گیا ہے کہ معاملات میں عدل وانصاف کو اور سچی خدالگتی بات کہنے کو اپنا اصول اور نصب العین بنا لو اور پوری دیانت داری اور للّٰهیت کے ساتھ اس فرض کواداکرو ، خوا ہ اس سے خو د تم کو یا تمہارے اعزاء واقربا ءکوکتناہی نقصان پہنچے لیکن اللہ کے مقا بلہ میں سچا ئی اور انصاف کے معا ملہ میں کسی کی جانب داری نہ کرو ، نہ کسی امیر کی امیر ی کی وجہ سے اس کی طرف داری کرو اور نہ کسی غریب کی غربت ونا داری پر تر س کھا کر اس کی بیجا حما یت کرو ،انصاف اور سچا ئی سب سے مقد م ہے، غریبو ں کی غر بت کو بھی اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ دیکھنے والا ہے اور وہی سب کا حقیقی والی اور کا ر سا ز ہے ۔ آ خر میں یہ بھی فر مایا کہ کسی ایک فر یق کی یا دونوں فریقو ں کی ناراضگی سے بچنے کے لئے بات لگی لپٹی اور ایچ پیچ والی بھی نہ کہی جائے اور فیصلہ

اور گواہی سے پہلو تہی بھی نہ کی جائے ،یہ دونوں باتیں بھی عدل وانصاف کے خلاف اور گناہ ہیں ۔

آخر میں ایک آیت سورۂ مائدہ کی اور پڑھ لیجئے جس میں عدل وانصاف کے حکم کے ساتھ یہ بھی تاکید فرمائی گئی ہے کہ اگر کچھ لوگ تمہارے دشمن اور بدخواہ ہوں تب بھی ان کے ساتھ تم انصاف ہی کرو ۔ ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى(المائدہ:۸)

ترجمہ:اے ایمان والو ! ہو جاؤ کھڑے ہونے والے ،اللہ کے لئے کہنے والے عدل وانصاف کے ساتھ خدلگتی بات اور لوگوں کی عداوت وبد خواہی تم کو اس گناہ کے ارتکاب پر آمادہ نہ کرے (یعنی کسی کی دشمنی سے متاثر ہو کر تم ایسے نہ ہو جاؤ) کہ ان کے ساتھ بے انصافی کرنے لگو ، (تم ہر حال میں) انصاف ہی کرتے رہو، یہی طرز عمل قرین تقویٰ ہے ۔

اُوپر کی آیتوں میں یہ تاکید فرمائی گئی

تھی کہ اپنے ذاتی نفع ونقصا ن کے خیا ل سے یا رشتے اور قرابت کی وجہ سے یا کسی کی امیری کے لحا ظ سے یا کسی کی غر بت پر تر س کھا کر اسے نفع پہنچا نے کی نیت سے کوئی بے انصا فی اور جا نبد اری نہ کی جائے اور با ت سچی اور خدا لگتی کہی جائے ۔

اب سورہ ٔ مائد ہ کی اس آیت میں یہ فرما یا گیا کہ کسی کی دشمنی کی وجہ سے بھی اس کے سا تھ بے انصا فی نہ کی جا ئے بلکہ اس کی دشمنی اور بدخوا ہی کے با وجو د معا ملا ت میں اس کے ساتھ پورا انصاف کیاجا ئے اور کسی معا ملہ میں اگر وہ بر سر حق ہو تو اس کی حما یت کی جائے اور اس کے حق میں فیصلہ دیا جا ئے۔ یہ ہے قرآ ن مجید کی دعوت وتعلیم عدل وانصاف کے باب میں ۔

کا ش !اگر مسلما نو ں میں یہی ایک بات مو جو د ہو تی تو اس میں شبہ کی گنجا ئش نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا کا انتظا م آج بھی انہی کے ہا تھو ں میں دیتا اور مصیبت زدہ دنیا انہی کو سربرا ہی کے لئے منتخب کرتی ۔

سما حت وسخا وت

جن اخلا قی نیکیو ں پر قرآ ن مجید میں خا ص طو ر سے زور دیا گیا ہے ان میں سے ایک سما حت وسخا وت بھی ہے، جس کا مطلب یہ

یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو جو دولت وقوت اور جو نعمت اس دنیا میں دی ہے وہ اس سے صرف خود ہی فائدہ نہ اٹھائے بلکہ اللہ کے دوسرے بندوں پر بھی اس کو خرچ کرے اور اس سے ان کو فائدہ پہنچائے۔ اس کا دائرہ ظاہر ہے کہ بہت وسیع ہے اور بندگان خدا کی خدمت واعانت کی تمام صورتیں اس عنوان کے تحت آجاتی ہیں۔ دوسرے ضرورت مندوں پر اپنی دولت خرچ کرنا، اپنے علم وفن اور اپنی قابلیت سے ان کی کوئی خدمت کرنا خود تکلیف اٹھاکے ان کے کام کر دینا اور جس مدد کے وہ محتاج ہوں اپنے وسائل سے ان کی وہ مدد کر دینا، یہ سب شکلیں سماحت وسخاوت ہی کی شاخیں ہیں اور قرآن مجید نے اس کو بنیادی نیکی قرار دے کر مختلف عنوانوں سے اس کی ترغیب دی ہے۔ سورۂ بقرہ کے پہلے ہی رکوع میں (جس کو قرآن مجید کا تمہیدی حصہ کہنا صحیح ہے) قرآنی ہدایت سے فائدہ اٹھاکر فلاح یاب ہونے والے گروہ کے جو بنیادی اوصاف ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ: ۳)

ترجمہ: اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے (ہماری راہ میں

دوسـرے بنـد وں پـر بھی)خـر چ کـرتے ہیں ۔

مفسـر ین نے لکھـا ہے کہ مـا ل و دو لت کے علا وہ جو خـدا داد قـوت وطـاقت،قـابلیت اور محنت وغیرہاللہ کے بندو ں کی نفـع رسـا نی کے لئے خر چ کی جـائے، وہ سـب بھی اس میں دا خل ہے۔ پھر اسی سـورۂ بقـر ہ کے آخـر ی حصہ میں ایک جگہ ارشا د فر مایا گیا ہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ (البقرہ: ۲۵۴)

ترجمہ:اے ایما ن والو! ہم نے جو کچھ تم کودیـاہے اس میں سـے (ہمـاری راہ میں دو سروں پر بھی)خـر چ کرو قبـل اس کے کہ (قیـا مت کا) وہ دن آ جـائے جس میں نہ کوئی خر ید و فروخت ہو گی نہ کسـی یـا ر کی یـا ری اور نہ کسـی کی سفارش کا م آئے گی ۔

اورتین رکوع کے بعد اسی سورۂ بقـرہ میں راہ خدا میں اپنی دولت وطاقت وغـیرہ خـر چ کر نے کی تر غیب دیـتے ہوئے اس کی نـا فعیت اور اس کے اجروثوا ب کے بارے میں فرمایاگیـا :

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

يِّ
ُوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ (البقرۃ: ۱۷۲)

ترجمہ:اور جو اچھی چیز تم (اللہ کے بند وں پر) خر چ کرو گے اس کا نفع اور ثواب تم ہی کو پہنچے گا اور تمہارا خر چ کر نا بوجہ اللہ ہی ہونا چاہئے اور جو اچھی چیز تم راہ خدا میں صرف کرو گے تم کو اس کا پورا پورا صلہ ملے گا اور تمہا ری کوئی حق تلفی نہ ہوگی ۔

ایک دو آیتو ں کے بعد پھر ارشا د ہو اہے :

الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ (البقرۃ: ۲۷۴)

ترجمہ:جو بندے خر چ کر تے ہیں (اللہ کی راہ میں دوسروں پر) اپنا سر مایہ رات میں اور دن میں، خفیہ اورعلا نیہ، پس ان کے واسطے ان کے رب کے ہا ں (جنت میں)ان کا اجر ہے (جو اس کریم رب کی شا ن کے لائق ہے)اور (ان کا حا ل یہ ہو گا کہ) نہ انہیں کوئی خوف ہو گااور نہ وہ غمگین ہو ں گے ۔

راہ خدا میں اللہ کے دوسرے بند وں پر اپنی چیز یں صرف کر نے کی تر غیب کے سلسلہ میں ایک بات قرآ ن مجید نے یہ بھی کہی ہے کہ اس راہ میں خر چ کر نے والا جتنا خر چ کر ے گا اللہ کی طرف سے اس کا سیکڑو ں گنا

اس کو دیا جائے گا ۔ ا س لئے اس را ہ میں خرچ کر نا گو یا ایک انتہا ئی نفع بخش تجا رت اور ایک ایسی کھیتی ہے جس سے ایک ایک دا نے کے عو ض سیکڑو ں ہزاروں دا نے کا شتکار کو حا صل ہو تے ہیں۔ اسی سورۂ بقر ہ میں ارشاد ہوا ہے :

مَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ کُلِّ سُنۡۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (البقرہ: ۲۶۱)

ترجمہ:جو لو گ را ہ خدا میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان (کے اس ما ل) کی مثا ل اس دانے کی سی ہے جس سے سا ت بالیں اُگیں، ا ن میں سے ہربالی میں سو دا نے ہو ں اور اللہ جس کے لئے چاہے (اس سے اور زیا دہ بھی)بڑ ھا تا ہے ۔ اور اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جا ننے والا ہے ۔

را ہ خدا میں خر چ کر نے کی تر غیب کے لئے ایک نہایت مؤ ثر انداز قرآ ن مجید میں یہ بھی استعمال کیا گیاہے کہ اس مد میں خر چ کر نے کو اللہ تعالیٰ کو قر ض دینے سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ سورۂ مز مل میں ارشا د ہوا ہے :

وَ اَقۡرِضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا (المزمل:۲۰)

ترجمہ:اور اللہ کو اچھا قر ض دو (یعنی چیز بھی اچھی ہو اور نیت بھی اچھی

ہو)۔

اور اس سے بھی زیادہ دلکش انداز میں سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے :

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً (البقر:۲۴۵)

کون وہ بندہ ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے ،پھر اللہ (اس کے بدلے میں)اس کو بہت گنا بڑھا کر دے ۔

اسی طرح سورۂ حدید میں فرمایا گیا ہے :

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗٓ اَجْرٌ کَرِیْمٌ (الحدید: ۱۱)

ترجمہ:کون ایسا بندہ ہے جو اللہ کو قرض حسن دے؟ پھر اللہ اس کو اس کے واسطے بڑھا دے اور اس کے واسطے کریمانہ اجر ہے ۔

اور سورۂ تغابن میں ارشاد ہوا ہے :

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْہُ لَکُمْ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ وَ اللّٰہُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ (التغابن:۱۷)

ترجمہ:اگر تم اللہ کو قرض حسن دو گے تو اللہ اس کو تمہارے لئے خوب بڑھائے گا اور تمہیں بخش دے گا ،اور اللہ بڑا قدر دان اور صاحب حلم ہے ۔

اس نیکی کی ترغیب کے لئے یہ ‘‘قرض حسن ’’دینے کی تعبیر ظاہر ہے کہ محض بند

ہ نوازی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو ”غنی عن العٰلمین“ ہے ۔اس کی پاک ذات قرض لینے دینے اور اس قسم کے ہر معاملے اور کاروبار سے وراء الوراء ہے ۔

اس سلسلہ میں قرآن پاک کی ایک ہدایت اور تعلیم یہ بھی ہے کہ اللہ کی راہ میں اس کے بندوں پر اچھی اور مرغوب ومحبوب چیز خرچ کی جائے ، ایسا نہ ہو کہ جب کوئی چیز اپنے لئے ناقابل استعمال، ناکارہ اور بے قیمت ہو جائے تو اس کو اٹھا کر اللہ کی راہ میں دے دیا جائے ۔ سورۂ بقرہ کے آخر میں جہاں راہ خدا میں خرچ کرنے کی بار بار ترغیب دی گئی ہے وہیں یہ ہدایت بھی فرمائی گئی ہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ (البقرہ: ۲۶۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی کمائی میں سے اور زمین سے ہماری نکالی ہوئی پیداوار میں سے اچھی عمدہ چیزیں (ہماری راہ میں) خرچ کرو اور ایسا نہ ہو کہ بالقصد اور سوچ سمجھ کے ردی اور خراب چیزیں اس میں سے (اس راہ میں) خرچ کرو اور حال یہ ہے کہ (اگر تمہیں کوئی ایسی ردی چیز دے

تو)ن۔یں ۔و تم اس کـو لیـن۔ وال۔ ، الّا ی۔ ک۔ تم اس میں چشـم پوشـی سـ۔ کـا م لو ۔

اور سورۂ آل عمرا ن میں ارشا د۔وا۔۔ :

لَ ن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوْ ا مِمَّا تُحِبُّ وْنَۚ وَمَا تُنفِقُوْا مِ ن۔ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ (آل عمران: ۹۲)

ترجم۔:۔ر گز تم نیکی کو ن۔یں پـا سـکت۔ جب تک تم (را۔ خدا میں) اس میں سـ۔ خر چ ن۔ کرو جو تم کـو محبـو ب اور عـز یز ۔۔۔ اور تم جو چیزبھی (اچھی یـا بـر ی) خر چ کرو گ۔ تـو یقین رکھـو ک۔ الل۔ کو اس کا خو ب علم ۔۔ ۔

اس سلسل۔ میں ایک خا ص ۔دا یت ی۔ بھی دی گئی ۔۔ ک۔ الل۔ کی را۔ میں اس ک۔ بندوں پر جو کچھ بھی خرچ کیا جائ۔ اور ان کی جو بھی خد مت اور مدد کی جائ۔ اس کی غایت اور اس کا مقصد

بس رضا ئ ۔ الٰہی ۔ونا چاٰ ئ۔ ۔

سورۂ بقر ۃ ک۔ ۳۷ ویں رکــو ع کی و۔ آیت اُوپر نقل ۔و چکی ۔۔ جس میں ارشا د فـر مـا یا گیا ۔۔ :

وَمَا تُن۔فِقُو۔نَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْ۔ِ اللّٰہِ (البقرۃ: ۲۷۲)

تــرجم۔:اور ن۔یں خــر چ کــرت۔ ۔و تم (ا۔ ا۔ل ایمـا ن!) مگـر صـرف رضـا ئ۔ الٰی

کی طلب میں ۔

مطلب یہ ہے کہ مؤ منین کی شــان یہی ہے کہ اس طرح کے کا م وہ صرف اللہ تعـالیٰ کی رضـا طلــبی کے داعیہ ہی ســے کــریں ،اس کے سوا ان کی کـوئی غــر ض نہ ہو ۔ اور ســورۂ لیل میں فــر مایـا گیــاہے کہ اللہ کـا جـو پرہیز گـار بنـد ہ اپنـا مـال (اس کے دوســرے بنــد وں پر)صرف اس کی رضـا کے لــئے خــرچ کرتـا ہے اوررضا ئ ِ الٰہی کے سوا اس سےٰ اس کـا کــوئی مقصد نہیں ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی رضــا بھی حا صل ہو جــائے گی اور دوزخ کے عــذا ب سے بھی وہ با لکل محفــو ظ رہے گــا۔ ارشــا د ہے:

وَ سَــیُجَنَّبُہَا الۡاَتۡقَیَ ﴿۱۷﴾ الَّذِیۡ یُــؤۡتِیۡ مَــالَہٗ یَتَزَکّٰی ﴿ۚ۱۸﴾ وَ مَا لِاَحَــدٍ عِنۡدَہٗ مِنۡ نِّعۡمَۃٍ تُجۡزٰۤی ﴿ۙ۱۹﴾ اِلَّا ابۡتِغَـــــآءَ وَجۡہِ رَبِّہِ الۡاَعۡلٰی ﴿ۚ۲۰﴾ وَ لَسَوۡفَ یَرۡضٰی ﴿٪۲۱﴾ (اللیل: ۱۷ تا ۲۱)

تــرجمہ:اور اس آ تش دوزخ ســے وہ پــر ہیز گا ر بندہ دور رکھا جا ئے گا جو(اپنــا ما ل اللہ کے لئے اس کے دوســرے بنــدو ں کــو)اس لــئے دیتــا ہے کہ اس عمــل کے ذریعہ اس کو پاکیزگی حاصـل ہو اور یہ بات نہیں ہے کہ اس پر کسی کا احســان ہو جس کـا بــد لہ دیـا جــائے، بلکہ اپــنے بــزرگ وبرتــر پروردگــار کی رضـا طلــبی ہی کے لئے دیتـا ہو ۔ اور بلاشــبہ اس کـا

پر ورد گار اس سے را ضی ہو جائے گا ۔

اس سلسلے میں ایک اہم ہدا یت قرآ ن مجید میں یہ بھی دی گئی ہے کہ اللہ کے لئے جس بند ے کو کچھ دیا جائے یا اس کی کچھ خد مت اور مدد کی جائے تو اس پر اس کااحسا ن ہر گز نہ جتایا جائے ۔

اگر ایسا کیا گیا تو اس سے وہ نیکی با لکل بے کار ہو جائے گی ۔ سورہ بقر ہ ہی میں ارشا د ہوا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (البقرہ: ۲۶۴)

ترجمہ:اے ایما ن والو! اپنے صد قات کو احسا ن جتا کر اور اذیت دے کر رائگا ن نہ کرو ۔

یعنی اگر کسی نے کسی بند ۂ خدا کو کچھ دیا اور اس کی کوئی خد مت اور مدد کی اور پھر کبھی اس پر احسان دھرا ،یا طعنہ کے طو رپر تذ کرہ کر کے اس بیچا رے کا دل دکھایا تو گویا اپنی کی ہوئی نیکی کو بالکل ملیا میٹ کر دیا ۔

ایثار

سما حت اور سخاوت ہی کی ایک اعلیٰ شکل یہ ہے کہ آ دمی خو د ضرور ت مند ہو تے ہوئے اپنی چیز دوسروں پر صرف کر ے اور

دوسرو ں کی ضرورت کواپنی ضرورت پر مقدم رکھے، خود بھوکا رہے اور دوسرو ں کو کھلا ئے، خود تکلیف اٹھا ئے اور دوسروں کو آرا م پہنچا ئے ۔

قرآ ن مجید میں انصار مد ینہ کی تعر یف میں فر مایا گیا ہے :

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ (الحشر: ۹)

ترجمہ:اور وہ مقد م رکھتے ہیں (ضرورت مند مہا جرین کو) خو د اپنے پر اگرچہ خو د ان کو تکلیف اور تنگی ہو ۔

اور ایک دوسری آیت میں اللہ کے نیک اور مقبو ل جنتی بند و ں کی تعریف میں ارشا د فرما یا گیاہے :

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا (الدھر: ۸)

ترجمہ:اور اللہ کے یہ بندے کھا نے کی چاہت اوررغبت کے با وجو د کھلا دیتے ہیں وہ کھا نا کسی مسکین یا یتیم یا کسی بیچا رے قیدی کو۔

اس وصف پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بند وں کی تعریف وتحسین بلا شبہ دوسرے بندوں کو اس کی بڑی مؤثر دعوت وتر غیب ہے کہ وہ اپنے میں یہ خلق پیدا کر کے اللہ کے مقبو ل بندے بنیں ۔

بخل

سماحت اور سخاوت کی ضد یعنی اس نیکی کے مقابلے کی برائی کا نام بخل ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے جس طرح سماحت وسخاوت کی ترغیب وتعلیم دی ہے اسی طرح بخل کی ممانعت اور اس کی سخت ترین مذمت فرمائی ہے۔ ایک دو آیتیں اس سلسلے کی بھی یہیں پڑھ لی جائیں۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۱۸۰)

ترجمہ: اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل وکرم سے دیا ہے (یعنی جو لوگ اللہ کی بخشی ہوئی دولت وقوت وغیرہ دوسرے بندوں پر خرچ نہیں کرتے، وہ) یہ خیال نہ کریں کہ یہ (طرز عمل) ان کے لئے کچھ اچھا اور نفع مند ہے، (ہرگز ایسا نہیں ہے) بلکہ یہ ان کے لئے نہایت برا ہے، جو دولت ازراہ بخل وہ بچا بچا کر رکھ رہے ہیں یقیناً وہ (قیامت کے دن) اس کے گلے کا طوق بنے گی۔

یہی بات سورۂ توبہ میں اور زیادہ واضح اور مؤثر الفاظ میں اس طرح فرمائی گئی

ہے :

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾
يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾

(التوبہ: ۳۴ تا ۳۵)

ترجمہ:اور جو لوگ اپنی دولت سونا ،چاندی (وغیرہ) کو بطور ذخیرہ کے جمع کرتے اور جوڑتے رہتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ، پس اے پیغمبر!آپ ان (پرستارانِ دولت)کو دوزخ کے دردناک عذاب کی ‘‘خوشخبری’’سنا دیجئے ۔ (یہ دردناک عذاب انہیں اس دن ہو گا) جس دن کہ ان کی جمع کردہ دولت کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کے ماتھے، ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا)یہ ہے (تمہاری وہ دولت)جس کو تم نے اپنے لئے جوڑا اور ذخیرہ کیا تھا، پس مزہ چکھو تم اپنی اس دولت اندوزی کا ۔

بخل وکنجو سی کی مذمت اور بد انجا می کے بیا ن میں اگر قرآ ن مجید میں صرف یہی ایک آیت ہوتی تو کافی تھی ، اس اخلا قی اور روحا نی لعنت سے انسا نو ں کو بچا نے کے لئے اس سے زیا دہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلو ب کو ان حقائق کا اذعا ن ویقین نصیب فرما ئے ۔

استغنا ءوقنا عت

سما حت وسخاوت کی طر ح استغنا ءوقنا عت بھی انسا ن کے اعلیٰ شریفا نہ اخلا ق میں سے ہے، بلکہ کہنا چاہئے کہ یہ دو نوں نفسِ انسا نی کی ایک ہی پا کیز ہ صفت کے دو رُخ ہیں۔ استغنا ءوقنا عت کا مطلب یہ ہے کہ انسا ن کو جو کچھ اپنے جا ئز ذرائع اوراپنی محنت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے وہ اسی کواپنا حق وحصہ اور اپنے لئے کافی سمجھے اوردوسروں کی چیزو ں پر للچا ئی ہو ئی نگا ئیں نہ ڈا لے اور نہ مخلو ق میں سے کسی کے سا منے احتیا ج وطلب کا ہا تھ پھیلا ئے۔ قرآ ن مجید کی ہدایت ہے کہ ہر انسا ن اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کا رحیم وکر یم رب ہے لہٰذا اس کو چاہئے کہ اپنی حاجتو ں کے لئے ا س کے سوا کسی کے سامنے اپنا ہا تھ نہ پھیلا ئے۔ اللہ کے خزانے میں سب کچھ ہے اور اس

کی رحمت بندو ں کے لئے کافی ہے۔

اس مضمو ں کی متعدد آ یتیں تو حید کے بیا ں میں ذکر کی جا چکی ہیں، ایک آیت یہاں اور بھی پڑھ لیجئے ۔ ارشاد ہے :

اَلَیسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (الزمر: ۳۶)

ترجمہ:کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ؟ (پھر وہ کیو ں کسی دوسرے کے سامنے ہا تھ پھیلا ئے)۔

اللہ تعالیٰ نےدوسرو ں کو جو کچھ اس دنیا میں دے رکھا ہے اس کی حرص نہ کر نے اور اس کی طرف طمع کی نگا ہ سے نہ دیکھنے کا برا ہ راست حکم دیتے ہوئے ایک جگہ ارشا د فر ما یا گیا ہے :

لَا تَمُدَّنَّ عَینَیکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖ اَزْوَاجًا مِّنْہُمْ (طٰہٰ:۸۸)

ترجمہ:اور ہر گز آ نکھ اٹھا کر نہ دیکھو ان ساما نو ں کی طرف جن سے ہم نے ان میں کے مختلف لو گو ں کو متمتع کر رکھا ہے ۔

ایک دوسری جگہ یہ ایت فر مائی گئی ہے :

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ (النسآء: ۳۲)

ترجمہ:اور مت تمنا اور ہو س کرو اس چیز کی جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر بڑائی اور فو قیت دی ہے ۔

مطلب یہی ہے کہ جو چیز اللہ نے اس دنیا میں کسی کو دی اور تمہیں نہیں ،تو تم ا س کی ہو س مت کرو بلکہ اس کی طرف آ نکھ اٹھا کہ بھی نہ دیکھو، بس اسی کا نا م قناعت ہے ۔

تو کل

استغنا ءاور قنا عت کی جڑو بنیا د توکل ہے ۔ اللہ کہ جس بند ہ کو توکل یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت وربوبیت پر اعتما د اور بھرو سہ نصیب ہواور اس کا دل اس پر مطمئن ہو کہ اللہ تعالیٰ میری ہر ضرورت کہ لئے کافی ہےاور وہ میرا رحیم وکر یم پر ور دگا ر اور کا ر ساز ہے، اس میں استغناء وقناعت کی صفت کا بد ر جۂ کما ل موجو د ہو نا بالکل قدرتی بات ہے۔ علا وہ از یں تو کل بذا ت خو د اور بجا ئے خو د اعلیٰ ترین ایما نی صفت ہے۔ جس بند ہ کو تو کل نصیب ہو وہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کی قدرت، اس کے سا رے خزانوں اور لشکروں کو ہر وقت اپنے سا تھ سمجھتا اور دیکھتا ہے۔ اس لئے قرآ ن مجید اپنے ما ننے والو ں کو تو کل کی صفت اپنے اند ر پیدا کر نے کی خاص طور سے تلقین اورتاکید کرتاہے۔ ایک جگہ ارشا د ہے :

إِن يَّنصُرْكُمُ اللہُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَّخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِی يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِہٖ وَعَلَى اللہِ فَلْيَتَوَكَّلِ

الْمُؤْمِنُونَ (آل عمران: ١٦٠)

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مددفرمائے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد سے ہاتھ اٹھا لے تواس کے بعد کون تمہاری مدد کر سکتا ہے؟ اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر توکل اور بھروسہ کرنا چاہئے ۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے :

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (التغابن:١٣)

ترجمہ:اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (صرف وہی مالک ومعبود ہے) اور ایمان والوں کو بس اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے ۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے :

وَ تَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ (الفرقان: ٥٨)

ترجمہ:اور تم بھروسہ کرو اس زندہ جاویدہستی پر جس کو فنا اور موت نہیں (اور اس کے سوا سب فانی ہیں)۔

ایک جگہ ارشاد ہوا ہے :

وَ مَن
يّ
َتَوَكّ
َلْ عَلَی اللہِ فَہُوَ حَسْبُہٗ (الطلاق:۳)

ترجمہ:اور جو بند ہ تو کل کرے اللہ پر تو اللہ اس کے لئے با لکل کا فی ہے ۔

توا ضع

قرآ ن مجید نے جن اخلا ق پر خا ص طور سے زیا دہ زور د یا ہے ان میں سے ایک تو اضع بھی ہے۔ تو اضع ،تکبر کی ضد ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آ د می دوسرو ں سے اپنے کو کمتر سمجھے، اس کی روش اللہ کے عاجز بندو ں کی سی ہو اوردو سرو ں کے سا تھ معا ملت وبر تاؤ نیچا بن کے کرے۔

تو اضع کا ظہور رفتار میں بھی ہو تا ہے، گفتار میں بھی اور کردار میں بھی حتٰی کہ نشست وبرخاست میں بھی ۔

سورۂ فر قا ن میں جہا ں اللہ کے خا ص مقبو ل بندو ں کے اوصاف واطوار بیا ن فرمائے گئے ہیں وہا ں ایک صفت ان کی یہ بھی بیا ن فر ما ئی گئی ہے کہ وہ فر و تنی کی چا ل چلتے ہیں۔ ارشا د ہے :

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمْشُوۡنَ عَلَی الْاَرْضِ ہَوْنًا (الفرقان: ۶۳)

ترجمہ:اور رب رحمٰن کے (خا ص) بند ے تو

وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر نیچے بن کر ۔

اور سورۂ بنی اسرائیل میں جہاں اخلاص، توحید اور اعمال اخلاق وغیرہ کے متعلق قریبًا دو رکوع میں واضح ہدایات دی گئی ہیں وہاں آخری ہدایت یہ دی گئی ہے ۔

وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا

(بنی اسرائیل: ۳۷)

ترجمہ:اور زمین پراکڑتے اور اینٹھتے ہوئے نہ چلو ،نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتے ہو ۔

اور سورۂ لقمان میں حضرت لقمان کی زبان سے تواضع کے بارہ میں یہ جامع نصیحت نقل فرمائی گئی ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا :

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ
مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۚ
۱۸ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ
صَوْتِکَ ؕ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ؒ
۱۹ (لقمان: ۱۸ تا ۱۹)

ترجمہ:اور اپنے گال نہ پُھلا لوگوں کے لئے (یعنی ان کے ساتھ غرور کے ساتھ پیش نہ آ) اور زمین پر اتراتا ہوااور اکڑ کے نہ چل ،اللہ تعالیٰ کسی متکبر اور

مغرور کو پسند نہیں کرتا۔اور اپنی
رفتار میں اعتدا ل پیدا کراوراپنی آ
وازنیچی رکھ(یعنی متکبروں کی
طرح گر ج کر نہ بـو لا کـر ،)آوازوں میں
سب سے بری گد ھو ں کی آ واز ہے ۔
بلا شبہ ان آیتو ں میں تواضع کا نہایت ہی
جـامع اور بـڑا ہی مؤثر درس ہے۔‘‘فهـل من
مدّکر’’؟قرآن مجید میں تواضع کی تاکید رسو
ل اللہ صـلی اللہ علیہ وسـلم کی ذات خـا ص
کـو مخـاطب بنـا کے بھی کی گـئی ہے تـا کہ
سمجھ لیا جائے کہ دنیـا میں کسـی کـو خـوا ہ
کتنی ہی بڑا ئی اور عظمت حاصل ہو اس کے
لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کے سـاتھ
تو اضع اور فروتنی سے پیش آئے۔اور ان کے سا
منے اپـنی بـڑا ئی کـا مظـا ہرہ نہ کـرے ۔ دنیـا
میں فضیلت وعظمت کا سب سے بلنـد مقـا م
رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حـا صـل
ہے ۔تاہم قرآ ن مجید میں آپ کی ذات پاک کو
مخا طب کر کے فرمایا گیا ہے :
وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِینَ (الحجر: ۸۸)
ترجمہ:اوراپنے بازو نیچے کرو ایمـا ن والے
بنـدو ں کے لـئے (یعـنی ان کے سـا تھ تـو
اضع کا برتاؤ کرو)۔
دوسری جگہ ارشا د فرما یا گیا ہے :
وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِینَ
(الشعرآء: ۲۱۵)
ترجمہ:اور جھکا دو اپنے بازو ان اہل ایما

ن کے لئے جنہو ں نے آپ کی پیرو ی اختیا ر کی ہے۔

ان دو نوں آیتو ں سے یہ بھی معلو م ہوا کہ تو اضع اور فروتنی ان ہی بند وں کا حق ہے جو صاحب ایمان ہوں، ان کے علا وہ جو لو گ ایما ن سے محرو م اور کفرو شر ک کی گند گیو ں میں مبتلا ہیں ، اگر وہ ہمارے خلاف بر سر پیکار اور در پے آ زار نہیں ہیں تو ان کے سا تھ رواداری اور حسن اخلا ق او رحسب موقع احسا ن وترحم کا معا ملہ تو کیا جائے گا (جیسا کہ قرآن مجید میں اس کا حکم دیا گیا ہے)لیکن کفر و شر ک کی وجہ سے وہ تواضع کے مستحق نہیں ہیں، ان کے ساتھ تواضع سے پیش آنا غیر ت ایما نی کے خلاف ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں تواضع کا حکم صرف اہل ایما ن کے لئے دیا گیا ہے ۔

تکبر اور غرو ر

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا توا ضع کی ضد تکبر اور غرور ہے، اس لئے تو اضع اللہ تعالیٰ کو جس قدر محبو ب ہے، غرور اور تکبر اسی قدر مغضوب ہے ۔قرآ ن مجید میں جا بجا تکبر اور متکبر ین کی مغضوبیت کا اظہا ر فرمایا گیا ہے ۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے :

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ اِنَّہٗ لَایُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ (النحل: ۲۳)

ترجمہ:ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے ظاہر وباطن کو جانتا ہے، یہ یقینی بات ہے کہ وہ تکبر کر نے والو ں کو پسند نہیں کرتا ۔

دوسری جگہ ارشا د ہے :

اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (النسآء: ۳۶)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے آ دمی کوپسند نہیں کرتا جو متکبر ومغروراور اپنی بڑا ئی ظاہر کرنے والا ہو ۔

ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ جنت ان ہی بندوں کا گھر بنے گی جو دنیا میں بلند و بالا ہونے کی خواہش مند نہ ہو ں اور ان کا مزا ج تکبر پسند نہ ہو،ارشا دہے :

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُہَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا (القصص:۸۳)

ترجمہ:رہنے کا وہ آ خر ی گھر،(یعنی جنت) ہم اس کو کر دیں گے ان بند وں کے لئے جو نہیں چاہتے دنیا میں اونچا بننا اور فسا د کر نا ۔

اس آ یت کے اشارے سے معلو م ہوا اور تجر بہ بھی بتلا تا ہے کہ دنیا کے سارے فسا د بڑائی اور بالاتری کی خواہش ہی سے پیدا ہوتے ہیں، اس لئے تکبر ہی سا رے فسا د کی جڑ بنیا د ہے ۔

تکبر کی ایک بڑی نحو ست یہ بھی ہے کہ وہ حق وہدایت کے قبو ل کر نے سے بھی مانع

ہو جاتا ہے۔ قرآ ن مجیدمیں کتنے ہی پیغمبرو ں کے تذکر ے میں بتا یا گیا ہے کہ ان کی قومو ں کے متکبر ین نے صرف غرور اور تکبر کی وجہ سے ان پر ایما ن لا نے اور ان کا اتبا ع کر نے سے انکا ر کیا۔

سور ۂ نمل میں فرعو ن اور اس کی قو م کے بارے میں تو صراحت سے یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ مو سیٰ علیہ السلام ان کے پا س اللہ کی جو نشا نیا ں لے کر آئے انہیں دیکھ کر ان کے دلو ں کو اگر چہ اس کا پورا یقین ہو گیا کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہیں اور ان کے لا نے والے مو سیٰ اللہ کے نبی ہیں، لیکن اپنی متکبر ا نہ ذہنیت کی وجہ سے انہو ں نے زبا ن سے پھر بھی انکا ر کیا اور کفر ہی پر قائم رہے اور انجا م کا ر عذا ب الٰہی کا شکا ر ہو ئے ۔

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۚ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ
(النمل ۱۴)

ترجمہ:اور انہو ں نے اللہ کی ان نشا نیو ں کا انکا ر کیا حا لا نکہ ان کے دلو ں نے ان کا یقین کر لیا تھا (اس دلی یقین کے بعد بھی انہو ں نے انکا ر)صرف ظلم اور غرور وتکبر کی بناپر کیا، پھر دیکھو کیسا انجا م ہوا ان مفسدین کا ۔

اور سورۂ والصّٰفّٰت میں جہنمیو ں کے ایک طبقہ کا حا ل بیان کرتے ہوئے ان کی بد بختی

کا خاص سبب یہ بیا ن کیا گیا ہے کہ :

اِنَّہُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَہُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۙ یَسْتَکْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِکُوْٓا اٰلِہَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ (الصفت :۳۵ تا ۳۶)

ترجمہ:ان لو گو ں کا وطیرہ یہ تھا کہ جب ان کو تو حید کا پیغا م دیا جاتا اور صرف ایک خدا کی پرستش کو کہاجاتا تو وہ از راہ تکبر نا ک بھو ں چڑ ھا تے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوا نے شاعر کے کہنے سے اپنے دیو تا ؤں کو چھوڑ نے والے ہیں ۔

اور شیطا ن کی مر دو دیت کا بنیا دی سبب بھی قرآ ن مجید نے ا س غرور ہی کو بتایا ہے۔ قرآ ن پاک کا بیا ن ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو آ دم ؑ کے سا منے سجد ہ کر نے کا حکم دیا تو اس نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پو چھا کہ :

مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ (الاعراف: ۱۲)

ترجمہ:کس چیز نے تجھے سجد ہ کر نے رو کاسہ جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا ؟

اس نے کہا :

اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ (الا اعراف : ۱۲)

ترجمہ:میں اس سے بہتر ہو ں اور وہ مجھ سے گھٹیا ہے (پھر میں اس کو کیو

ں سجدہ کروں؟)۔

بہر حا ل شیطا ن کو اس کے اس غرور اور تکبر ہی نے اس سر کشی اور بغـاوت پـر آ مـا دہ کیا ۔

اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ ۔ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ: ۳۴)

ترجمہ:اس نے حکم ما ننے سے انکا ر کیا اور تکبرکا رو یہ اختیا رکیا اور ہو گیا کا فرو ں میں سے ۔

تکـبر عـزا زیـل
را خــوار کـــرد
بزنــــدان لعنت
گرفتــار کـــرد

حلم اور درگزر

حلم اور در گز ر کـا مطلب یہ ہے کہ کسـی کی ایذا رسا نی اور اشتعا ل انگیز ی کو فراخ حوصلگی اور عالی ظرفی سے برداشت کر لیا جائے اور انتقا م لینے اور سزا دیـنے کی پـو ری قـدرت رکھـنے کے بـاوجو د اس غلـط کـا ر اور قصور وار شخص سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور اس کی جہا لت اور نا سمجھی کـو لا ئـق نظر اندازی سمجھ کر اس کو معاف کر دیا جا ئے۔ بلا شبہ اخلا ق میں اس کا بڑ ا بلند مقا م ہے۔ اور قرآن مجید نے اس کی بڑ ی ترغیب دی ہے ۔

سورۂ آ ل عمر ان میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ

کی مغفرت اور جنت اور اس کی خا ص محبت کے حق دار بند و ں کے اوصاف بیا ن کرتے ہو ئے ار شا دفر مایا گیا ہے :

الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (آل عمران: ۱۳۴)

ترجمہ:وہ بندے جو راہ خدا میں خر چ کر تے ہیں خو شحا لی میں بھی اور تنگی میں بھی اور جو پی جا نے والے ہیں غصے کو اور معاف کر دینے والے ہیں لو گو ں کے قصور اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کا ر بند و ں سے محبت کرتا ہے ۔

اور سورۂ شوریٰ میں ہر ظلم وزیا دتی کا منا سب بد لہ لینے کا قا نونی جواز بیا ن فر ما نے کے بعد برداشت کر لینے اور معاف کر دینے کی تر غیب دیتے ہوئے ارشا د فرمایا گیا ہے :

وَلَمَنۡ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ (الشوری: ۴۳)

ترجمہ:اور جو بندے بر داشت کر لیں اور معاف کر دیں تو یہ بڑ ی عزیمت اور بلند ہمتی کی بات ہے ۔

اور اسی سورت کے اسی رکوع میں چند آیتیں پہلے، آخرت میں اللہ کے خا ص انعامات سے سرفراز ہو نے والے اہل ایما ن کے اوصاف

بیا ن کرتے ہوئے ،ان کا ایک خاص وصف یہ بھی بیان کیا گیا ہے :

وَ اِذَا مَا غَضِبُوۡا ہُمۡ یَغۡفِرُوۡنَ (الشوری: ۳۷)

ترجمہ:اور جب (کسی شرارت اور بد تمیزی پر) ان کو غصہ آتا ہے تو وہ (انتقام نہیں لیتے بلکہ)معاف کردیتے ہیں ۔

اور سورۂ نور میں اپنے قصور وارو ں کو معاف کر دینے کی تر غیب کس قدر مؤ ثر انداز اور کیسے دلنشیں پیرا یہ میں دی گئی ہے۔ ارشا دہے :

وَلۡیَعۡفُوۡا وَلۡیَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (الشوری:۲۲)

ترجمہ:اور ایما ن والو ں کوچاہئے کہ (جس سے ان کے حق میں کوئی زیا دتی اور قصور ہو جائے اس کو) وہ معاف اور نظر انداز کر دیا کر یں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کردے اور اللہ بخشنے والا اوربہت مہر با ن ہے ۔

مطلب یہ ہو ا کہ جو بند ہ یہ چا ہے اور اس کی تمنا اور آرزو رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ مہربانی اور بخشش کا معاملہ کریں، اسے چاہئے کہ وہ اپنے قصورواروں کے ساتھ مہربانی کامعاملہ کرے اور ان کو معاف کر دیا کر ے، اگر وہ ایسا کر ے گا تو اللہ

تعالیٰ بھی اس کے ساتھ بخشش اور رحمت کا معاملہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی یہ بخشش ورحمت اس کی عالی شان کے مطابق ہو گی ۔ پھر تر غیب کا ایک دو سرا پہلو اس آیت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو بخشنے والا اور ان پر رحم کرنے والا ہو ں، تم بھی اپنے قصور وار بھا ئیو ں کے قصور معاف کر دیا کرواور اس طرح میرا صفا تی قر ب حا صل کر کے میرے رنگ میں رنگ جا ؤ۔

قرآ ن پر اور قرآن نا زل فر ما نے والے رب رحیم پر ایما ن رکھنے والا کو ن بندہ ہو گا جو اس پیام رحمت سے متا ثر نہ ہو۔

قریب قر یب یہی مضمو ن سورۂ تغا بن میں ان الفاظ میں ارشا دفر مایاگیا ہے:

وَ اِنۡ تَعۡفُوۡا وَ تَصۡفَحُوۡا وَ تَغۡفِرُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (التغابن: ۱۴)

ترجمہ:اور اگر تم در گز ر کیا کرو اور نظر اندا ز کر دیا کرو اور معافی دے دیا کر و تو اللہ بھی بہت بخشنے والا بڑ ا مہر با ن ہے ۔

یہاں تک جو آیتیں در ج ہو ئیں وہ خطا ب عام کی قبیل سے تھیں، اب ایک آیت سورۂ اعراف کے آخر ی رکوع کی پڑھئے جس میں خاص طور سے رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فر مایا گیا ہے :

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰہِلِیْنَ (الاعراف ۱۹۹)

ترجمہ: (لو گو ں کی بیہو دہ با تو ں اور جا ہلا نہ حرکتو ں سے)آ پ در گزر کر نے اور معاف کردینے کا شیو ہ اختیا ر کیجئے اور نیک کا مو ں کے لئے کہتے رہئے اوران جاہلوں، ناسمجھوں(کی جا ہلا نہ باتوں) کا کچھ خیال نہ کیجئے اور کوئی اثر نہ لیجئے ۔

اور سورۂ قصص میں اللہ کے خا ص فضل اور انعا م کے مستحق اہل ایما ن کے اوصاف واخلاق کا بیا ن کرتے ہو ئے ان کی ایک خا ص صفت یہ بیا ن فر ما ئی گئی ہے :

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْہُ وَ قَالُوْا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ ز سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ ز لَا نَبْتَغِی الْجٰہِلِیْنَ (القصص: ۵۵)

ترجمہ:اور جب وہ سنتے ہیں (جا ہلو ں، اوبا شو ں سے) کوئی بیہو دہ با ت تو اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ بھا ئی ہمیں اپنے کیے کا بد لہ ملے گا اور تم کو تمہا ر ے کئے کا بس ہما راسلا م لو، ہم جاہلو ں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

اسی طرح سورۂ فر قا ن میں بھی اللہ کے خا ص مقبو ل بندو ں کی یہ صفت بیا ن کی گئی ہے :

وَ اِذَا خَاطَبَہُمُ الْجٰہِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:

(۶۳

ترجمہ:اور جب جاہل لو گ ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو وہ (ان سے الجھتے نہیں بلکہ) کہتے ہیں بس بھائی ! ہمارا سلا م !

اگر قرآن مجید کی اس تعلیم وتلقین پر عمل کیا جائے تو دنیا کے کتنے جھگڑ ے فسا د ختم ہو جائیں اور باغ عالم میں امن وسکو ن اور الفت ومحبت کی کیسی بہا ر آجائے !

ہا ں ایک بات یہاں قا بل لحا ظ ہے اور وہ یہ ہے کہ حلم ودرگزر کی اس قرآ نی تعلیم کا تعلق ذاتی اور نجی معا ملات وحقوق سے ہے ۔ مثلاً اگر کوئی شخص میری ذات کو دکھ پہنچا تا ہے اور میراہی قصور وار ہےتو میرے لئے بہتر یہی ہے کہ میں اس کو معاف کر دوں۔ قرآ ن مجید کی تعلیم وترغیب میرے لئے یہی ہے لیکن اگر کوئی فر دیا گروہ دنیا میں فسا د برپا کر تاہے یا گمرا ہی پھیلاتا ہے یا اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کو توڑتا ہےاور اس طرح فضا کو خرا ب کرتا ہےتو وہ ہرگز اس حلم اور در گزر کا مستحق نہیں ہےاور اس کے ساتھ نر می اور در گز ر کا برتاؤ کرنے میں اللہ کی مخلوق کی اور اللہ کے مقرر کئے ہو ئے قا نو ن کی حق تلفی ہو گی، اس لئے اس کے شروفساد کے انسداد کے لئے مناسب کا روا ئی کر نی ضروری ہو گی۔ قرآ

ن عزیز میں جہاں جہاں مختلف قسم کے مجرموں اور بدکاروں کے حق میں سختی اورشدت کے برتنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ایسے ہی مواقع
کے لئے ہے اس فرق کوہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے ۔

جر أ ت وشجا عت

قرآن کریم جس طرح تو اضع وخاکساری اوردر گزر وبُردباری کی تعلیم دیتا ہے ، اسی طرح وہ اپنے موقع پر بہادری اور جانبازی اور جرأت و اظہارقوت کی بھی تلقین کرتا ہے۔ مثلاً اگر حق وباطل کا معر کہ ہوتو قرآ ن مجید اپنے ما ننے والو ں کو حکم دیتا ہے کہ وہ فولا دی انسانوں کی طرح پوری بہا دری او ر ثا بت قد می کے سا تھ جنگ کریں ۔ ایک موقع پر ار شا د ہے :

یٰاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِیۡتُمۡ فِئَۃً فَاثۡبُتُوۡا

ترجمہ:اے ایما ن والو ! جب تمہارا مقا بلہ (دشمن کی) کسی فو ج سے ہو تو تم ثا بت قدم رہو ۔

ایک دوسرے مو قع پر ارشا د فر ما یا گیا :

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ (الصف:۴)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں میں
سے ان سے محبت کرتا ہے جو اس کی
راہ میں صف بستہ ہو کر اور ایسے جم
کر جنگ کرتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ پلا
ئی ہو ئی دیوا ر ہیں ۔

ایک اور مو قع پر رسو ل اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے اصحا ب کرا مؓ کی اس ایما
نی قوت اور شجا عت کا ذکر خا ص پیار اور
تحسین کے انداز میں کیا گیا ہے کہ جب ان کو
مر عو ب اور دہشت زدہ کر نے کے لئے یہ
خبریں پہنچا ئی گئیں کہ تمہا رے دشمنو ں نے
تمہیں ختم کر نے کے لئے بڑی تیا ریا ں کی
ہیں اور بہت سامان جنگ جمع کیا ہے تو وہ با
لکل مرعوب نہیں ہوئے،بلکہ اس سے ان کی
ایما نی قوت میں ترقی ہو ئی اور انہو ں نے
کہا کہ ہمیں ہمارا اللہ کافی ہے، ہم سب
دیکھ لیں گے ۔

سورۂ آل عمران میں ارشا د ہے :

الَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (آل عمران: ۷۳)

ترجمہ:ہما رے وہ صا حب ایما ن بندے
جن سے لو گوں نے کہا کہ (تمہارے مٹا نے
کے لئے) سارے لوگ جمع ہو ئے ہیں اور
انہو ں نے بڑا سا ما ن جمع کیا ہے، تم
کو ان سے ڈرنا چاہیے تو اس بات نے ان

کی ایمانی کیفیت میں اور اضافہ کیا اور انہو ں نے کہا ہمیں اللہ کا فی ہے اور وہ اچھا کا ر ساز ہے ۔

اسی طرح غزوۂ احزا ب میں دشمنو ں کی ٹڈی دل فو جو ں کو دیکھنے کے بعد اہل ایمان نے جس ایما نی جرأت وہمت اور شجا عت کا ثبوت دیا تھا ، اس کا ذکر بھی قرآ ن پا ک میں بڑی تحسین کے انداز میں کیا گیا ہے ۔ ارشا د ہوا ہے :

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا (الاحزاب: ۲۲)

ترجمہ:اور جب دیکھا ایما ن والو ں نے دشمن کی فو جو ں کو ، تو ان کی زبا ن سے نکلا یہ تو وہی ہے جس کی ہم کو اللہ ورسول نے پہلے سے خبردے دی تھی اور بے شک سچ فرما یا تھا اللہ و رسول نے اور اس سے ان کے ایما ن ویقین میں اور ان کی اطاعت کی صفت میں اور ترقی ہو ئی ۔

اس سلسلے میں ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ مو ت کا خوف یا کسی تکلیف یانقصان کا اندیشہ ہی وہ چیز ہے جو جرأت وشجاعت کے را ستے میں رکاوٹ بنتی ہے اور آ دمی کو بز دل بنادیتی ہے۔ قرآ ن مجید نے بز

دلی کی اس جڑ ہی کو کاٹ دیا ۔جا بجا فرمایاگیا ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے، اگر وہ وقت آ گیا تو کوئی بچا نہیں سکتا اور اگر وہ و قت ابھی نہیں آیا تو کوئی مار نہیں سکتا۔اسی طرح جا بجا فرمایا گیا ہے کہ کسی تکلیف یا نقصا ن کا پہنچنا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف ہے۔جب تک اس کا ارا دہ اور حکم نہ ہو ہمیں کوئی گزند اور نقصان کسی طرف سے نہیں پہنچ سکتااور جب اس کا حکم ہو تو کوئی ہمیں تکلیف اور نقصا ن سے بچا نہیں سکتا۔ دوتین آیتیں اس سلسلہ میں بھی پڑ ھ لیجئے ۔ سورۂ آل عمرا ن میں ارشا د فر ما یا گیاہے :

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا (آل عمران: ۱۴۵)

ترجمہ:اور کسی کو موت آ نہیں سکتی بغیر حکم خدا کے، لکھا جا چکا ہے معین وقت (موت کا)۔

ایک دو سرے موقع پر ارشا دہے :

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (یونس: ۳۴)

ترجمہ:جب آ و ے گا وقت ان کی موت کا تو نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکیں گے اور نہ آگے جا سکیں گے (ٹھیک مقرر وقت اٹھا لئے جا ئیں گے)۔

اسی طرح ایک جگہ فر ما یا گیا ہے :

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللہِ (التغابن: ۱۱)

ترجمہ:کو ئی مصیبت نہیں آسکتی بدو ن حکم خدا کے ۔

اورسورۂ تو بہ میں ارشا دہے :

قُلْ لَّنْ یُّصِیبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللہُ لَنَا ہُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَی اللہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (التوبہ: ۵۱)

ترجمہ:(اے رسو ل!) آپ فر ما دیجئے کہ ہمیں ہر گز کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی سو ا ئے اس کے جو اللہ نے ہما رے لئے مقدر کر دیا ہے، وہ ہما را ما لک ہے اور ایما ن والوں کو سب کا م اسی اللہ کے سپر د کر دینے چاہیئں۔

غور کیا جائے جس دل میں یہ تعلیم اتر جائے پھر اس میں بز دلی کے لئے کہاں گنجائش رہ سکتی ہے اور جرأت وشجاعت کی راہ میں اس کے لئے کیا کاروٹ ہو سکتی ہے ۔

وقار وخو دداری

جرا ٔت وشجا عت سے قر یبی مناسبت رکھنے والی ایک اخلا قی صفت یہ بھی ہے جسے ہم اپنی زبان میں وقار اور خود داری کہتے ہیں ۔ قرآ ن مجید اپنے ما ننے والو ں کو

اس کی بھی ہدا یت کرتا ہے کہ وہ باوقار اور خو ددار ہو کر رہیں ایسا رو یہ نہ اختیا ر کر یں کہ لوگوں کی نظرو ں میں ذلیل وخوا ر ہوں، حتٰی کہ اگر کسی وقت ناداری اور حالات کی نا ساز گاری سے نوبت فقر و فاقہ کی بھی آجا ئے تو بھی اپنے اس حال کو جہا ں تک ہو سکے دوسروں پر ظاہر نہ ہو نے دیں ۔

ایسے ہی لو گوں کے بارے میں سورۂ بقر ہ میں ایک جگہ فر ما یا گیا ہے :

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمٰهُمْ (البقرہ: ۲۷۳)

ترجمہ:نا واقف آ دمی ان کی بے سوا لی کی وجہ سے ان کو آ سو دہ حال سمجھے گا ،تم پہچا ن سکتے ہو ان کو ان کے چہر ہ کی خا ص کیفیت سے ۔

اور سورۂ فر قا ن میں جہا ں اللہ کے خا ص مقبو ل بند وں کے امتیا ز ی اخلا ق واوصاف کا ذکر کیا گیا ہے وہاں ان کا ایک وصف یہ بھی بیا ن فرمایا گیا ہے :

وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان:۷۲)

ترجمہ:اور جب ان کا گز ر ہو تا ہے لو گوں کی بیہو دہ باتو ں پر تو وہ باوقار شریفو ں کی طرح گزر جاتے ہیں۔

الغر ض اپنے ما ننے والو ں کو قرآ ن مجید کی ہدا یت ہے کہ ان کارو یہ ایسا ہی خو

دداری اور وقار کا ہو نا چاہئے ۔

حیا اور عفت

شر م وحیا اورعفت وپا کدا منی بھی ان اخلا ق میں سے ہیں جن پر قرآ ن مجید نے خاص طور سے زور دیا ہے اور اس کی ضد بے حیا ئی اور اخلا قی آلو دگی سے (جس کے لئے جا مع لفظ قرآ ن مجید میں''فاحشہ''اور ''الفحشا ء'' کا استعما ل کیا گیا ہے) بچنے کی سخت تا کید فر مائی ہے بلکہ منہیا ت ومحرمات کے بیا ن میں کئی جگہ پہلے نمبر پر اسی کا ذکر کیا گیاہے ۔ مثلاً سورۂ نحل کی اس آیت میں جو مختصر ہو نے کے با وجو د قرآن مجید کا ایک جا مع ہدا یت نا مہ ہے (اور اسی وجہ سے جمعہ وغیرہ کے خطبو ں کے آخر میں عا م طور سے اس کو پڑ ھا جاتا ہے)ارشاد فر ما یا گیاہے کہ : ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کوعد ل وانصاف اور احسا ن وغیرہ مکا ر م اخلاق کا حکم دیتا ہے''اور

وَیَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَـآءِ وَالْمُنکَـرِ وَ الْبَغْیِ ۚ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَـذَکَّرُونَ (النحل :۹۰)

ترجمہ:منع فر ماتا ہے بے حیا ئی اور عا م برائی سے اور ظلم وزیادتی کر نے سے، اللہ تعالیٰ تم کو یہ نصیحت کرتا ہے

تا کہ تم نصیحت پکڑو ۔

اسی طرح سورۂ اعرا ف میں جہا ں بنیادی محر مات کا ذکر فر مایا گیاہے وہا ں بھی سب سے پہلے نمبر پر‘‘فواحش’’ہی کا نا م لیاگیاہے ، ارشا د ہے :

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (الاعراف:۳۳)

ترجمہ:(اے رسول!) آپ لوگوں کو فر مائیے کہ میرے رب نے حرا م کر دیاہے سب بے حیائی کی باتو ں کو، جوان میں سے علا نیہ ہو ں اور جو چھپی ہو ں (یعنی بے حیائی کی یہ باتیں علا نیہ کر نا بھی حرا م ہیں اورپر دہ میں بھی)اور اسی طرح اللہ نے حرام کیا ہے گنا ہ کو اور نا حق ظلم وزیادتی کو اور اس بات کو کہ تم شریک کرو اس کے ساتھ کسی بھی ہستی کو جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ کے متعلق وہ بات کہو جس کا تمہیں (کسی صحیح ذریعہ سے)علم نہیں ہو ۔

ان دو نوں آ یتوں میں اور ان کے علا وہ بھی جن آیتوں میں بے حیا ئی کی باتوں (فحشاء یا فاحشہ یا فوا حش) کی ممانعت فر مائی گئی ہے تو یہ مما نعت دراصل نہی

کی شکل میں حیااورعفت کا امــرو حکم ہے ۔
اس کے علا وہ قــرآن مجیــد نے ان بــاتوں ســے
بھی منع فر مایا ہے جو بذات خــو د اگــر چہ بے
حیــائی کی بــا تیں نہیں ہیں لیکن ان ســے بے
حیائی اور اخلا قی آ لو د گی کے پید ا ہو نے کا
اند یشہ ہو سکتا ہے۔ اسی بناپر حکم دیــا گیــا
ہے کہ نا محــر م مــر دو ں اور عورتــوں کــاجب
سا منا ہو جا ئے تو دو نوں نگاہیں نیچے کر لیــا
کــریں، ایــک دوســرے کی طــر ف نہ دیکھیں ۔
سورۂ نور میں ارشاد فر ما یا گیاہے :

قُلْ لِّلْمُــؤْمِنِيْنَ يَغُضُّــوْا مِنْ اَبْصَــارِهِمْ وَ
يَحْفَظُوْا فُــرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِـکَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
خَبِيْــرٌ بِمَـا يَصْـنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾وَ قُلْ لِّلْمُـؤْمِنٰتِ
يَغْضُضْــنَ مِنْ اَبْصَــارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُــرُوْجَهُنَّ
(النور: ۳۰ تا ۱۳)

ترجمہ: (اے رسول !) آپ ایمــا ن والــو ں
کو حکم دیجئے کہ (جب نا محر م عورتوں
کا سامنا ہو تو) وہ اپنی نگــا ہیں نیچی
رکھیں اور اپــنی شــر مگــا ہوں کی حفــا
ظت کریں ، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیز گی
کی بــات ہے اور جــو کچھ وہ کــرتے ہیں
اور کــریں گے اللہ تعــالیٰ اس ســے پــوری
طر ح با خبر ہے ۔ اور (اسی طرح) ایمــا
ن والی ہمــا ری بنــدیو ں کــو آپ حکم
سنائیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کر
یں اور شـــر مگـــا ہوں کی حفـــاظت

کریں ۔

خو د آیت کے الفا ظ سے ظاہرہے کہ آ نکھو ں پر یہ پا بند ی حیا اور عفت وعصمت کی حفاظت ہی کے لئے لگائی گئی ہے ، بلکہ پر دے سے متعلق سارے احکا م کی اصل نوعیت یہی ہے کہ وہ حیااور عفت وعصمت کی حفاظت کے لئے دئیے گئے ہیں ۔ سورۂ احزا ب میں جہاں یہ حکم دیا گیا ہے کہ رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والیو ں سے جب کوئی چیز مانگنی ہو تو پر دے کی اوٹ سے ما نگا کرو ۔ (وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ۔ ❶)تو وہیں اس کی حکمت اور وجہ یہ بیا ن فرما دی گئی ہے :

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ (الاحزاب :۵۳)

ترجمہ:یہ طرز عمل تمہا رے اور ان کے دلو ں کو زیادہ پا ک رکھنے والا ہے ۔

نیز اسی سورۂ احز ا ب میں جن ایما نی اخلا ق واوصاف رکھنے والے مر د اورعورتو ں کو مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت سنا ئی گئی ہے ان میں سے ایک وصف یہ پا کدا منی بھی ذکر فر مایا گیا ہے۔ ارشا د ہے :

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً

---

❶ یہ آیت اگرچہ اپنے سیاق کے لحاظ سے ازواج مطہرات سےمتعلق ہے لیکن حکم عام ہے۔ ۱۲

وَّ اَجْرًا عَظِیۡمًا (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ:اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور اسی طرح کثرت سے ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لئے مغفرت کا فیصلہ فرما رکھا ہے اور اجر عظیم کا سامان تیار کیا ہے ۔

اسی طرح سورۂ مؤمنون اور سورۂ معارج میں اللہ کی رحمت اور جنت کے مستحق مؤمنین کے جن امتیازی اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے ان میں ان کی عفت اور پاکدامنی بھی ہے، دونوں جگہ الفاظ بالکل یکساں ہیں۔ ارشاد ہے :

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ (المومنون: ۵، معارج :۲۹)

ترجمہ:اور وہ بندے جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (یعنی وہ جنت کے وارث ہوں گے اور جنت میں ان کا بڑا اعزاز واکرام ہو گا)۔

بہر حال قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق حیا وعفت بھی ان خاص ایمانی اوصاف میں سے ہیں جن سے انسانوں کی نجات وفلاح کا مسئلہ وابستہ ہے ۔

طہارت وپا کیز گی

اخلا ق وآداب ہی کے سلسلے کی قرآ ن مجید کی ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ ہر قسم کی نجا ست اور گند گی سے اپنے کوپاک صاف رکھا جائے۔ سورۂ مدثر میں رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بناکر ارشاد فرما یا گیا ہے :

وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ (المدثر: ۴ تا ۵)

ترجمہ:اوراپنے کپڑے (بھی) پا ک صاف رکھو اور ہر طرح کی گند گی اور میل کچیل سے دور رہو۔

اور سورۂ تو بہ میں اصحا ب نبی ﷺ کے ایک خا ص طبقہ کی صفا ئی پسند ی اور اس کے خاص اہتما م کا ذکر فرماکر ارشاد فر مایا گیا ہے :

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (التوبہ: ۱۰۸)

ترجمہ:اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو محبو ب رکھتا ہے جو خو ب پا ک صاف رہتے ہیں اور اس کا اہتما م کرتے ہیں ۔

اور سورۂ بقرہ میں ایک جگہ ارشاد فرما یا گیا ہے :

اِنَّ اللہ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ (البقرۃ: ۲۲۲)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے توبہ کرنے والے اور پاک صاف رہنے والے بندوں سے ۔

گو یا طہارت وپاکیزگی ان اوصاف میں سے ہے جن کی وجہ سے بندہ اللہ کی محبوبیت کا مستحق ہو جاتا ہے ۔

اللّٰہم اجعلنا من التوابین واجعلنا من المتطہرین

معا ملات میں پا کبازی اور ا کل حلا ل

قرآ ن مجید نے انسا نی زند گی کو تیز کیے اور اس کی سیر ت کی تعمیر کے سلسلے میں جو ہدایات اپنے ما ننے والو ں کو دی ہیں ، ان میں سے ایک اہم ہدا یت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے لین دین کے معاملات میں پورے پا کبا ز ہو ں اور اپنی روزی صرف جائز اور پا ک ذریعوں سے حا صل کریں ، کسی نا جائز طریقے سے ایک پیسے بھی نہ کمائیں ۔

سورۂ بقرہ میں ماہ رمضا ن کے رو زو ں کی فر ضیت اور ان کے متعلق چند خا ص احکام بیا ن فرمانے کے بعد متصلاً ارشاد فر مایا گیا ہے: •

وَلَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَكُمۡ بَيۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ (البقرہ: ۱۸۸)

ترجمہ:اور تم ایک دو سرے کا ما ل آپس میں نا حق اور نا روا طریقو ں سے نہ کھاؤ (یعنی حرام وناجائز روزی سے تم ہمیشہ ہی روزے رکھو)۔

اور قر یب قر یب انہی الفاظ میں سورۂ

نسا ءمیں ارشا د فرما یا گیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (النسآء: ۲۹)

ترجمہ:اے ایما ن والو !تم ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طریقو ں سے ہضم نہ کرو، ہا ں اس میں حر ج نہیں کہ با ہمی رضامندی سے تمہارے درمیان جائز تجارتی لین دین ہو ۔

ان دو نو ں آیتو ں میں ناجا ئز کما ئی کی مما نعت کے لئے ایسا وسیع اور عا م عنو ا ن اختیا ر کیا گیا ہے کہ جس میں کما ئی کے سارے ہی نا جا ئز طریقے آ جاتے ہیں۔ اس طرح ان آیتو ں سے سو د، رشو ت،جوا ، سٹہ ، لا ٹر ی ، دھوکہ وفر یب کی تجا رت اور ان کے علا وہ بھی کما ئی کے سا رے نا جائز طریقے خوا ہ وہ پرا نے ہو ں یا نوایجاد ، ان آیتو ں کی رُو سے ممنوع اور حرام ہو گئے ۔

پھر سو د اور جو ئے وغیر ہ کی حر مت قرآن مجید میں جا بجا مستقلاً بھی بیا ن فر مائی گئی ہے ۔ مثلا ً سورۂ بقرہ کے اڑتیسو یں رکو ع میں سود خور وں کی مذ مت اور ان کے برے انجا م کے ذکر کے ساتھ ‘‘حر م الر بوا’’ کے صاف صریح الفاظ میں سود کی حر مت کا اعلا ن فر مایا گیا۔‘‘یمحق اللہ الربٰو’’ کے

الفاظ سے سو د کی نحوست اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کی مغضو بیت وملعونیت کو اور زیادہ وا ضح کیا گیا ہے،پھر جو لو گ یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی سو دی کا رو بار نہ چھوڑیں ان کو مخاطب کرکے سنایا گیا ہے :‘‘فا ذ نو ابحر ب من اللہ ورسو لہ’’ یعنی تمہیں اب خبر دار رہنا چاہئے کہ تم سے اللہ ورسول کی جنگ ہے ، تم اب اللہ و رسول کے دشمن ہو اوراللہ ورسول تمہارے دشمن ہیں۔(نعوذباللّٰہ ثمّ نعوذ باللّٰہ ثمّ نعوذ باللّٰہ)

کما ئی اور کھا نے پینے ہی کے سلسلہ میں شراب اور جوا وغیرہ جو چند ناپاکیاں عربوں کی زندگی کا گو یا جز بنی ہو ئی تھیں، ان کے بارے میں سورۂ مائدہ میں ارشا دفر مایاگیاہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدہ: ۹۰)

ترجمہ:اے ایما ن والو! یہ شراب اور جوئے بازی اور یہ استھا ن(یعنی معبو د ان با طل کے آستا نے اور ان کے چڑ ھاوے)اوریہ پانسے (یعنی پا نسوں کے ذریعہ قر عہ اندازی جو جوئے ہی کی ایک خاص شکل ہے)یہ سب گندے ناپا ک شیطا نی کام ہیں ان سے بچو ، تو تمہا

ری فلا ح کی امید ہو سکتی ہے ؟

نا پ تو ل میں کمی بیشی جو بہت پرا نی اور بہت عا م بد دیا نتی ہے، اس کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایاگیا ہے :

وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ (بنی اسرائیل:۳۵)

ترجمہ:اور جب تمہیں کوئی چیز کسی کو ناپ کر دینی ہو تو پیما نے پورا بھر کر دو ا ور (جب کسی کو تول کر کچھ دینا ہوتو) ٹھیک ترازو سے تولو (باٹ ترازو میں کوئی پھیراور بل نہ ہو)

اور سورۂ رحمٰن میں ارشا دفرمایا :

وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ (الرحمن: ۹)

ترجمہ:اور حق و انصا ف کے مطا بق ٹھیک تو لواوروزن میں کمی نہ کرو (ڈنڈی نہ مارو)۔

قرآ ن مجید نے ان وا ضح اور صر یح احکا م کے علا وہ نا پ تو ل میں بد دیا نتی کر نے والو ں کو قیامت کے عذاب سے ایسے انداز میں ڈرایا ہے کہ جس دل میں خدا کے خو ف اور ڈر کی کچھ بھی گنجا ئش ہو وہ لرز کے رہ جائے اور پھر کبھی بھول کے بھی اس سے یہ بد دیا نتی سر زد نہ ہو۔ ارشاد فرما یا گیا ہے :

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ اِذَا

اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ﴿٢﴾ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ﴿٣﴾ أَلَا يَظُنُّ أُولٰئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوثُونَ ﴿٤﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿٦﴾ (التطفیف: ۱ تا ۵)

ترجمہ: بڑی خرابی اور بہت بُرا انجام ہے ناپ تول میں بددیانتی کرنے والوں کے لئے (جن کا طرز عمل یہ ہے کہ) جب لوگوں سے وہ اپنے لئے ناپ کرلیتے ہیں تو بھرپور لیتے ہیں اور جب دوسروں کے لئے وہ کوئی چیز ناپتے یا تولتے ہیں تو کم دیتے ہیں، کیا انہیں اس کا خیال نہیں ہے کہ وہ (مرنے کے بعد حساب اور جزا کے) یوم عظیم کے لئے پھر زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے، جس دن کہ سارے انسان جلال اورجبروت والے رب العٰلمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

جو شخص سچے دل سے قرآن مجید کو خدا کی کتاب مانے وہ ان آیتوں کے سننے کے بعد ناپ تول میں بددیانتی کس طرح کر سکتا ہے؟ اگر ایمان کا دعویٰ کرنے والوں میں بھی ایسے لوگ کہیں نظر آتے ہیں تو سمجھنا

**چاہئے کہ ان کے دل حقیقتِ ایما ن سے محرو
م ہیں ۔**

**حرا م خوری کی ایک نہایت ہی لعنتی
شکل یہ ہے کہ کو ئی شخص مذ ہبی
وروحانی پیشوا ئی کا لباس پہن کر یعنی
عالم دین یا درویش بن کر حیلو ں اور
ہتھکنڈو ں سے خدا کے سادے دل بندوں سے
نذرانے چڑ ھا وے وصو ل کر ے۔ ایسے لو گوں
کا عا م طریقہ یہ ہوتا ہے کہ تحصیل وصو ل
کے اس سلسلے کو ہمیشہ باقی رکھنے اور
اپنی آ نے والی نسلو ں کے لئے بھی محفوظ
کر نے کے لئے وہ اس کی پوری کو شش کرتے
ہیں کہ ان کے یہ دام افتا دہ عوا م دین کی
صحیح تعلیم سے کبھی آشنا نہ ہو نے پائیں اور
اللہ کے مخلص بندو ں اور دین حق کے سچے
خادمو ں اورداعیوں سے ہمیشہ دور دور اور
الگ تھلگ رہیں ۔**

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زما نے
میں ایسے لوگ زیا دہ تر یہودیو ں میں تھے ۔
لیکن ہمارے اس زمانے میں بد قسمتی سے خو
د مسلما نو ں میں ایسے پیشہ ور مو لو یو ں
اور پیرو ں کا ایک پورا طبقہ موجو د ہے۔ جس
کا یہی کردار اور کارو بار ہے ۔ بہر حا ل
ایسے لوگ خوا ہ یہو دیو ں، عیسائیوں میں
ہوں یا مسلما نوں میں قرآ ن مجید میں ان
کے بار ے میں فر مایاگیاہے :**

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

اے ایمان والو! بہت سے ’’عالم مولوی‘‘اور ’’پیر فقیر‘‘بندگا ن خدا کا مال نا جائز حیلوں اور ترکیبوں سے کھا تے ہیں (اور بجائے اس کے کہ ان بیچاروں کو کوئی دینی فائدہ پہنچا تے اور خدا کاراستہ بتا تے، الٹے ان کو) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں ۔

رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زما نے میں یہو د کے مذ ہبی پیشواؤں کاایک طبقہ تھا جوپہلے آسما نی کتا بوں (تورات وغیرہ)کے ان مضامین سے خو ب واقف تھا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت اور آپ کے لائے ہوئے دین وشریعت کی تصدیق ہو تی تھی لیکن وہ اپنے عوا م کے سا منے اس حقیقت کو ظاہر نہیں کرتا تھا ، بلکہ تحریف وتا ویل کے پر دے ڈال کر اس کو چھپا نا چاہتاتھا ، تا کہ یہ بیچا رے عوام اسی طرح ان کے جا ل میں پھنسے رہیں اور نذرانو ں، چڑھاووٗں کے سلسلے میں کوئی فر ق نہ پڑے ۔ قرآن مجید میں سورۂ بقر ہ میں ان لو گو ں کو سخت وعید سنائی گئی ہے ۔فر ما یاگیا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ الۡکِتٰبِ وَیَشۡتَرُوۡنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیۡہِمۡ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ (البقرہ: ۱۷۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جو کتا بیں نا زل کیں ، جو لو گ ان کے مضا مین کو لو گو ں سے چھپاتے ہیں اور اس حق پو شی کے ذریعے تھوڑے سے پیسے (نذرانے، چڑھاوے) حاصل کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ صرف آ گ سے بھر رہے ہیں،(وہ لو گو ں کو دھو کے دینے کے لئے یہاں خدا رسیدہ اور اللہ والے بنے ہوئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بہروپیوں سے سخت نارا ض اور بیزار ہے)قیا مت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہیں کرے گا اور ان کو(بخش کر)گنا ہو ں سے پا ک بھی نہیں کرے گا اور ان کے لئے وہا ں صرف در دنا ک عذا ب ہے ۔

قرآن مجید نے ایک طر ف تو کما ئی کے نا جائز طر یقو ں اور حرا م غذ اؤں کو ممنو ع قرار دیا ہے اور ان پرسخت وعیدیں سنائیں

ہیں اور دوسری طرف اس کی بھی تر غیب دی ہےکہ اللہ نے جن چیزو ں اور جن کمائیوں کو حلا ل وطیب قرار دیاہے (جن کا دائرہ بہت وسیع ہے) ان کو اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کے حکم کے مطا بق آ زادی سے استعما ل کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے، اپنے کو خو اہ مخوا ہ تنگی میں نہ ڈا لا جا ئے۔ سورۂ بقر ہ میں ارشا د فر مایا گیا ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِلّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِيَّا

ترجمہ:اے ایما ن والو! ہم نے جو پا ک طیب چیز یں تمہیں بخشی ہیں ان کو بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی بند گی کر نے والے ہو (توتمہا را طر ز عمل یہی ہو نا چاہئے)۔

سورۂ نحل میں فرمایا گیا :

فَكُلُوۡا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ اشۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ (النحل: ۱۱۴)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ نے جو حلا ل وطیب چیزیں تم کو عطا فر ما ئی ہیں ان کو

بے تکلف کھاؤاور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اور اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو(تو تمہیں ایسا ہی کر نا چاہئے ہے)

اور سورۂ ما ئدہ میں ارشا د فرما یا گیا :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ؀٨٧؁ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ؀٨٨؁

(المائدہ: ٨٧ تا ٨٨)

ترجمہ:اے ایما ن والو! اللہ تعالیٰ نے جو پا کیزہ چیزیں تمہا رے لئے حلا ل کی ہیں ان کو اپنے لئے حرا م مت کرو اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجا وز نہ کرو ، ایسا کرنے والے اللہ کو سخت نا پسند ہیں اور اللہ نے جو حلال طیب چیز یں تمہیں عطا فر مائی ہیں ان کو بے تکلف کھا ؤپیو اور جس اللہ پر تمہار ایما ن ہے اس سے ڈرو (اور اس کے حدو د واحکا م کے پا بند رہو)۔

حق اور نیکی کو پھیلانے اور عا م کر نے کی جدوجہداور اس راہ میں جا نبازی

عقائد اور اعما ل ، اخلا ق اور معا ملا ت وغیرہ زند گی کے مختلف شعبو ں میں قرآ ن مجید نے جو ہدایا ت دی ہیں،(جو کسی قدرتفصیل سے گزشتہ اورا ق میں ذکر کی جا چکی ہیں)کوئی عقل سلیم والا اس میں شک نہیں کرسکتا کہ یہ سب حق اور نیکی کی ہدایا ت ہیں۔قرآن مجید ان ہدا یا ت پر عمل کر نے کے مطالبے کے ساتھ اپنے ما ننے والو ں سے اس کا بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس حق اور نیکی کو دو سرو ں میں پھیلا نے اور عا م کر نے کی بھی جدو جہد کریں۔ یعنی اس کی پوری کوشش کریں کہ اللہ کے زیا دہ سے زیا دہ بندے حق اور نیکی کے اس راستے کو اختیا ر کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت اور آخرت میں جنت کے حق دار بنیں ۔

حا لات کے مطا بق اس کو شش کی شکلیں اور اس کے در جے مختلف ہو تے ہیں۔ دعوت الی الخیر ،امر بالمعرو ف،نہی عن المنکر ،

جہا د فی سبیل اللہ، ان مختلف شکلو ں کے عنوانات ہیں۔ یہ ناچیز اس مو ضوع پر تفصیلی کلا م اپنی کتا ب''دین وشریعت ''میں کر چکاہے، یہاں صرف یہی بتا نا مقصود ہے کہ قرآن مجید کا مطالبہ اور اس کی دعوت وہدایت اس بارے میں کیا ہے۔ اس لئے یہاں اس سلسلہ کی صرف چند آیا ت در ج کی جا تی ہیں۔ سور ۂ آل عمرا ن میں ارشا د ہے :

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ
يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران: ۱۰۴)

ترجمہ:اور ضروری ہے کہ تم میں ایک ایسی امت ہو جو لوگو ں کو بھلا ئی کی طرف دعوت دے، نیکی کے لئے لو گو ں سے کہے اور برا ئی سے رو کے اور یہ کا م کر نے والے ہی فلاح یا ب ہو ں گے۔

اس آیت کے لفظ ''منکم''سے لو گو ں کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ اس کا م کا مطالبہ اس آیت میں قرآن کی ما ننے والی پوری امت سے نہیں کیا گیا ہے، بلکہ یہ اس کے کسی خا ص طبقہ کی ذمہ داری ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس آیت ہی کے آ خری جملہ ''واولٰئک ہم

المفلحون’’سے اس غلط فہمی کی تر دید ہو جاتی ہے کیو نکہ اس سے معلو م ہو تا ہے کہ فلا ح وسعادت کے حق دار صرف وہی لو گ ہو ں گے جو اس کا م کو انجا م دیں اور جس عمل پر فلا ح وسعادت کا حصو ل موقوف ہو ظا ہر ہے کہ اس کا مطالبہ صرف کسی خا ص طبقہ سے نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کی دعوت پوری امت کو دی جا نی ضروری ہے۔ علا وہ ازیں اس آیت سے ۴ ، ۵ آیتو ں کے بعد قرآن نے اس مطا لبہ کو پھر ان الفا ظ میں دہر ایا ہے :

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ:(اے پیروان محمّد!) تم تما م امتو ں میں بہتر ین امت ہو ، جو لو گو ں (کی اصلاح وہدایت)کے لئے ظہور میں لائی گئی ہے ، تمہا را کا م یہ ہے کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برا ئی سے رو کتے ہو اور اللہ پر ایما ن رکھتے ہو ۔

اس آیت میں اس امت کے وجو د وظہور کی غر ض وغایت ہی یہ بتا ئی گئی ہے کہ اس کو ایمان باللہ کے ساتھ امر بالمعروف ،نہی عن المنکر اور لو گو ں کی اصلا ح وہد ایت کی خد مت انجام دینی ہے ۔

الغر ض اس آیت سے یہ بات بھی با لکل صا

ف ہو جاتی ہے کہ امت کا کوئی خاص طبقہ اس کا ذمہ دار نہیں ہے بلکہ پوری امت سے اس کا مطالبہ ہے، ہاں اس کام کی خاص نوعیت ایسی ہے کہ اکثر حالات میں امت کے ہر فرد کا اس میں لگنا ضروری نہیں ہوتا، بلکہ اس کی اہلیت و صلاحیت رکھنے والے افراد اگر بقدر کفایت اس کام میں لگے رہیں اور دوسروں کا تعاون انہیں حاصل رہے تو بھی کام پورا ہوتا رہتا ہے۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ غالباً اسی طرف اشارہ کرنے کے لئے پہلی آیت میں لفظ ‘‘منکم’’ لایا گیا ہے۔ واللّٰہ اَعلم۔

اور سورۂ حٰم سجدہ میں فرمایا گیا !

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (حٰم سجدہ: ۳۳)

ترجمہ: اور کون زیادہ اچھا ہو سکتا ہے اس شخص سے بات میں جس نے بلایا اللہ کی طرف اور خود بھی نیک کردار اختیار کی اور کہا کہ میں اللہ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں؟

یعنی سب سے اچھی بات اس بندہ کی ہے جو ایمان وعمل صالح کا ذاتی سرمایہ رکھنے کے ساتھ اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی اس کی طرف بلاتا ہو اور ان کی اصلاح کی کوشش کرتا اور اس راہ میں جان کھپاتا ہو۔

اور سورۃالعصر میں فرمایا گیا :

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ (العصر: ۱تا۴)

ترجمہ:زمانے کی گردش کی قسم !سارے انسان خسارے میں ہیں، خسارے سے بچنے والے اور فلاح پانے والے صرف وہ بندگان خدا ہیں جو ایمان لائیں، نیک اعمال کریں اور راہ حق پر چلنے کی اور نفس کو بری خواہشوں سے تھامے رکھنے کی ایک دوسرے کو وصیت ونصیحت بھی کریں ۔

اس صورت میں خسارے سے بچنے اور فلاح پانے کے لئے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ ''تواصی بالحق ''اور''تو اصی بالصبر''کی بھی شرط لگائی گئی ہے۔اس ''تو اصی بالحق'' کا مطلب ظاہر ہے کہ یہی ہے کہ عقائد میں، ایمان میں ، اخلاق میں ، معاملات میں ، (خواہ وہ معاملات انفرادی ہوں یا اجتماعی ، شخصی ہوں یا قومی یا بین الاقوامی ہوں، اپنوں کے ساتھ ہوں یا غیروں کے ساتھ) غرض زندگی کے ہر معاملے اور ہر شعبے میں حق پر چلنے کے لئے لوگوں کو دعوت دی جائے ۔ اسی طرح ''تواصی بالصبر'' کا مطلب یہ ہے کہ غلط راہوں پر چلنے اور غلط کام کرنے کی جو خواہشیں مختلف محرکات کی وجہ سے نفس میں پیدا ہوتی ہیں ان سے باز رہنے اور نفس کو قابو میں

رکھ کر حق وہدایت کا پا بند رکھنے کی بھی دو سرو ں کو دعوت دی جائےاور وصیت ونصیحت کی جائے۔ بہر حا ل اس سورت میں بتا یا گیاہے کہ ایمان اور عمل صالح کی طرح یہ کام بھی ہمارے ان بنیا دی فرائض میں سے ہے جن کوادا کئے بغیر ہم فلا ح وسعادت سے ہمکنا ر نہیں ہو سکتے ۔

اس کام کا ایک جامع اور وسیع تر عنوان جیساکہ عرض کیا گیا جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے، جس کااصل مطلب ہے اللہ کے راستے میں پوری محنت اور کو شش کر نا، یعنی اللہ کے بندو ں کو اللہ کے راستے پر لگا نے اور اس کی رضا اور رحمت کا مستحق بنا نے کے لئےجس وقت جس محنت وکوشش اور جس قر با نی کی ضرورت ہو اورجو اپنے امکا ن میں ہو وہ کر گزرنا ۔ جہا د کے اصل معنے یہی ہیں ، ہا ں اس کی شکلیں جیسا کہ عر ض کیا جا چکا ہے حا لات کے لحا ظ سے مختلف ہو تی ہیں ۔مثلاً رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے بارہ تیرہ سالو ں میں جس طرح یہ کا م کرتے رہے وہ جہا د کی ایک شکل تھی، پھر مد ینہ طیبہ کے ابتدا ئی دور میں آپ نے اورآپ کی رہنما ئی میں آپ کے اصحاب کرا م ؓ نے جو دعوتی اور تبلیغی کو ششیں فرمائیں اور جو محنتیں اور مشقتیں اس سلسلہ میں اٹھائیں وہ بھی جہاد کی

ایــک شــکل تھی اور اس کے بعــد بــدر واحــد اوردوسرے غزوات میں جنگ وقتال کے جو معر کے ہوئے وہ بھی جہا د ہی کی ایک شکل تھی ۔

پس قرآ ن مجید میں جہاں جہاں اہل ایمــا ن ســے جہا د فی ســبیل اللہ کـا مطـا لبہ کیـا گیاہے اس کامطلب یہی ہے کہ اللہ کے بنــدو ں کواللہ والا بنـا نے کے لـئے اور شـیطا ن ونفس اور معبو دان باطل کی غلا می سـے نجـات دلا کر ان کوا للہ کی بندگی میں لا نے کے لــئے اور ان کی زندگی کو پا کیز ہ اور نورا نی بنـا کـر ان کو خدا کی رحمت اور جنت کا مستحق بنــا نے کے لئے جو کوشش اورقر با نی تم کرسـکتے ہو اس میں در یـغ نہ کـروہ قـرآن مجیـد میں اس کـا م کواتـنی عظمت دی گـئی ہے کہ اس کو خود اللہ کی نصرت اور اس کے کر نے والــو ں کـو انصـار اللہ یعـنی اللہ کے مـدد گـا ر کہا گیاہےاور ان کے لئے دنیاا ورآخرت کی بڑی سـے بڑی سرفرا زیوں اور سر بلند یــو ں کے وعــدے کئے گئے ہیں۔ سورۂ صف کی یہ چند آیتیں پــڑ ھئے :

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ہَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی تِجَـارَۃٍ تُنۡجِیۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤۡمِنُوۡنَ بِـاللہِ وَ رَسُـوۡلِہٖ وَ تُجَاہِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللہِ بِاَمۡوَالِکُمۡ وَ اَنۡفُسِـکُمۡ

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١﴾ يَغْفِرْ
لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ
طَيِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾
وَ اُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ
قَرِيْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ قَالَ
الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (الصف: ١٠ تا ١٣)

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسا کاروبار بتا دوں جو دردناک عذاب سے تمہیں نجات دلا دے؟ (سنو! وہ یہ ہے) ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر (اور اس ایمان کے تقاضوں کو پورا کر کے اپنے حقیقی مؤمن ہونے کا ثبوت دو) اور اپنے جان ومال سے اللہ کے راستے میں اور اس کے دین کے لئے جد و جہد کرو، اس میں تمہارے لئے سراسر بہتری ہے اگر تم کو حقیقت کا علم ہو (تم نے اگر ایسا کیا) تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو بہشت کے ان باغات میں پہنچا دے گا جن کے نیچے نہریں جاری

ہیں اور سدابہارجنتو ں کے نہا یت ہی نفیس محلوں میں تمہیں بسائے گا۔ یہی عظیم الشان کا میا بی ہے۔ (اورآخرت کی اس جنت اور کامیابی کے علاوہ اور اس سے پہلے)ایک دوسری نعمت بھی تم کو عطا کرے گا جس کی تمہیں چاہت ہے۔ (اوروہ ہے)دشمنو ں کے مقا بلے میں اللہ کی مدد اور قریبی فتح اور اے پیغمبر! آپ ایما ن والے بندو ں کو اس کی خو شخبر ی سنا دیجئے۔ اے ایما ن والو ! ہو جاؤ اللہ کے مدد گا ر جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ کو ن ہیں میری مدد کر نےو الے اللہ کے راستے میں ؟تو حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے انصار اور اس کے راستے میں آپ کے مددگارہ

اور سورۂ ما ئدہ میں فر مایا گیا ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدہ: ۳۵)

ترجمہ:اے ایما ن والو ! خدا سے ڈرو اور اس کے (قر ب ورضا) کا راستہ تلاش کرو (یعنی ایسے عمل کرو جن سے اس کی رضااور قرب حا صل ہو ، اس سلسلے کا خا ص الخاص عمل یہ ہے کہ) اس کے دین کی راہ میں (یعنی اس کے بندو ں کو اس کی راہ پر لگا نے کے

لئے)بھر پور کو شش کـرو ،تـا کہ تم فلا ح پا سکو ۔

اور سورۂ حج کے خا تمہ میں ارشـا د فرمـا یا گیا ہے:

وَ جَاہِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِہَادِہٖ ؕ ہُوَ اجْتَبٰکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰہِیْمَ ؕ ہُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۬ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ ہٰذَا لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَہِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ (الحج: ۷۸)

ترجمہ:اور جدوجہد کـرو اللہ کی راہ میں (یعـنی اس کے بنـدو ں کـو اس کے راستے پر لگا نے کے لـئے پـوری محنت اور کـو شـش کـرو) جیسـی محنت اور کـو شش کا اس کا حق ہے۔ (اے امت محمد ! اب)اللہ نے تم کو اس خد مت کے لئے چنـا ہے،تمہارے لئے دین میں کسی طرح تنگی نہیں رکھی طـریقہ ہے تمہارے بـاپ ابراہیم (علیہ السلا م) کا، اس نے تمہارا (کیسا اچھا) نا م‘‘مسلم’’رکھا ہے ، اس کتاب (قرآن مجید)میں اور اس سـے پہلے (والی کتابوں میں)توایسا ہوکہ رسـول توتمہیں بتـانے والا ہواور تم بـا قی دنیـا کے بتا نے والے بنو ۔

اور سـورۂ حجـرات میں اس جہا د فی

سبیل الل یعنی دین ک لئ محنت وقــر بــا نی کو لازمۂ ایما ن بتایا گیا اور صــاف فرمایــا گیــاک ســچ مؤ من بس وی یں جن کــو الل ورسول پر اور ان کی باتوں پــر یقین و، دل میں کسی شــک وشــب کاگزر ن واور و الل کی را میں جد وجد اور قــر بــا نی بھی کرت و ں ارشا دوا:

اِنَّمَـــــا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا بِــــاللِ وَ رَسُوْلِ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوا وَ جٰدُوا بِاَمْوَالِمْ وَ اَنْ فُسِمْ فِیْ سَـــــبِیْلِ اللِ ؕ اُولٰٓئِکَ مُ الصّٰدِقُوْنَ (الحجرات:۱۵)

**ترجم:اصــلی مؤ من تــو بس وی بنــد یں جـــو یقین لائ الل پـــر اور اس ک رسول پر پھر و کسی شــک وشــب میں گــر فتــار نیں و ئاور انو ں ن خــوب کو شش کی اور قربانی دی اپــن جــا ن ومـــا ل کی الل ک را ســـت میں، بس وی بند (ایما ن ک دعو میں)صــادق اورسچ یں **

آخر میں سور ۂ تو ب کی ایک آیت اور پــڑ ھ لی جائ جس میں بتا یــا گیــا ک ال ایمــا ن کی شان ی و نی چائ ک انیں دنیــا کی ر محبوب اور پسند ید چیز حتٰی ک اپن مــا ں بــا پ اور بیــو ی بچــوں ســ بھی زیــا د الل اور رســـول کی محبت اور الل کی را میں جـــد وجد اورجا نبا زی محبو ب و اگــر کســی کــا

یہ حال نہ ہو تو وہ خدا کی رحمت و عنا یت کا
نہیں بلکہ سزا کـا مسـتحق ہے، العیـاذ بـاللّٰہ ۔
سورۂ تو بہ میں فرمایا گیا :

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ
وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ
اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ
سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (التوبہ: ۲۴)

ترجمہ:(اے پیغمبر!)مسلما نوں سے کہئے کہ اگر تمہارے مـا ں بـاپ اور تمہا ری اولاد اور تمہارے بھا ئی بنـد اور تمہا ری بیویـا ں اور تمہارا کنبہ وقـبیلہ اورتمہاری کمـائی ہوئی دولت اور تمہاری وہ تجـا رت جس کے ٹھپ ہو جـا نے کا تمہیں خطـر ہ ہے اور تمہارے رہنے کے مکانات جـو تمہیں عزیـز ہیں (تـواگر یہ چیز یں)زیا دہ پیـاری ہیں تم کـو اللہ سـے اور اس کے رسـول سےاور اس کی راہ میں محنت وجـا نبـا زی سـے تـو منتظر رہو یہاں تـک کہ اللہ اپنـا فیصلہ کـر دے (اور تم کـواس کی سـزا مـل جائے)اور اللہ تعالیٰ کـا دسـتور یہ ہے کہ وہ نافرما نوں کو ہدا یت کی نعمت عطا نہیں فرما تا ۔

اس آیت سے معلو م ہواکہ مؤ من کی اصل

شا ن یہ ہے کہ راہ خدا میں جا نبا زی اور دین کے لئے جدو جہد اس کو دنیاکی ساری چیزو ں سے زیا دہ محبو ب ومر غو ب ہو گویا صرف یہ عمل ہی نہیں بلکہ اس عمل سے عشق ہو نا چاہئے، بیشک عشق ہی کی طا قت سے اس راستہ کی مشکلات کو عبو ر کیا جا سکتا ہے ۔

قرآنی خطبات و مواعظ

یوں تو سارا قرآن ہی نصیحت وموعظت ہے اور مختلف عنوانات کے تحت جو کئی سو آیتیں ہم نے یہاں تک اس کتاب میں درج کی ہیں وہ سب ہی کسی نہ کسی نصیحت وموعظت کی حامل ہیں، لیکن قرآن پاک میں بہت سے مقامات ایسے بھی ہیں جن کی حیثیت مستقل خطبات ومواعظ کی ہے اور گزشتہ عنوانوں میں سے کسی کے تحت ہم نے ان کو درج بھی نہیں کیا ہے اب اس عنوان کے تحت ہم ان ہی کو درج کرنا چاہتے ہیں ۔

اگرچہ قرآن مجید میں ایسے مقامات پچاسوں کیا بلکہ سینکڑوں ہیں لیکن یہاں ہم صرف دس مقامات کی چند چند آیتیں قرآن مجید کی ترتیب ہی کے لحاظ سے درج کرنے پر اکتفا کریں گے، یہی ہماری اس کتاب کاآخری عنوان اور گویا خاتمۃ الکتاب ہے ۔

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (البقرہ: ۲۱۳)

ترجمہ:آزمائشوں کے دور میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کی جائے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ

الصّٰبِرِیۡنَ ۝۱۵۳ وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ
اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ۝۱۵۴
وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ
الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ۝۱۵۵
الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ
رٰجِعُوۡنَ ۝۱۵۶ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَرَحۡمَۃٌ
وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُہۡتَدُوۡنَ ۝۱۵۷ (البقرہ ۱۵۳ تا ۱۵۷)

اے ایما ن والو!(مشکلا ت ومصائب کے مقابلے کے لئے)صبر اور نماز سے مدد لو، اللہ(کی نصرت)صبر کر نے والو ں کے سا تھ ہے (اور نماز کے ذ ریعے بندے اپنے رب سے خاص رابطے پیدا کرتا ہے اور اس کے حضور میں پہنچ جاتا ہے)اور (اے اہل ایمان!تم میں سے)جو لو گ اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے جائیں ان کے بارے میں نہ (توایسا خیال کرو اور نہ زبا ن سے)کہو کہ وہ مر دہ ہیں، (وہ مر ے نہیں ہیں) بلکہ ایک خاص حیات کے ساتھ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی اس خا ص زندگی کا شعورنہیں رکھتے ہو،اور ہم ضرورتمہیں آ زمائشوں کی بھٹی میں ڈالیں گے اور خوف وخطر اورفاقہ کشی اور جان ومال کے نقصانات اور پیداوار کی کمی میں تم کو ہم مبتلا کر ینگے (کیو نکہ حق پر چلنے والو ں اور حق کی دعوت دینے والوں کے لئے ان منزلوں سے گزرنا ضروری ہے)اوراے پیغمبر ! فلا ح وکامرا نی کی بشارت دیجئے ان صابر بندو ں

کو جن کا حال یہ ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ (دل وزبان سے)کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کے لئے ہیں اور (یہاں کی یہ چندروزہ زندگی ختم کرکے)ہمیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے ، یہ وہ بندے ہیں جن پر ان کے پروردگار کی خاص عنایتیں اور رحمتیں ہیں اور یہی ہدایت یاب ہیں ۔

مصیبتوں اور آزمائشوں کے وقت کے لئے ان آیتوں میں اہل ایمان کی تسلی اوررہنمائی کاکتنا کافی سامان ہے۔ صبر کی صفت اپنے اندر پیدا کرنا اور نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم کرنا اور اس حقیقت کااستحضار اور مراقبہ کہ ہم اور ہمارا سب کچھ اللہ ہی کاہے اور اللہ ہی کے لئے ہے اور ہم کو پلٹ کر اسی کے حضور میں جانا ہے، یہ تینوں طاقت کے وہ خزانے ہیں جن کے اپنے پاس ہوتے ہوئے کوئی صاحب ایمان اپنے کو کبھی کمزور نہیں محسوس کر سکتا ۔

بندوں کو ان کے مالک کا بلاوا جنت اور رحمت کی طرف

سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے :

وَاَطِیْعُوا اللہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا

السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾
الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ
الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ
ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا
لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڗ وَلَمْ يُصِرُّوْا
عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٥﴾ اُولٰۗىِٕكَ
جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿
١٣٦﴾ (آل عمران: ١٣٢تا ١٣٦)

ترجمہ:اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی تاکہ تم رحمت کے مستحق ہو جاؤ (اللہ ورسول کے فرمانبردار بندے ہی رحمت کے مستحق ہوتے ہیں)اور تیزی سے بڑھواپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت تمام آسمان وزمین کی وسعت کے برابرہے جوا ہل تقویٰ کے لئے تیار اور آراستہ کی گئی ہے (جن کا طریقہ یہ ہےکہ) وہ (نیکی کی راہوں میں) خرچ کرتے ہیں فراغت و خوشحالی میں بھی اور تکلیف وتنگدستی کی حالت میں بھی اور وہ پی جانے والے ہیں غصہ کو اور معاف کردینے والے ہیں لوگوں کے قصور اور اللہ محبت کرتا ہے ایسے نیکوکاروں سے اور (وہ بندے بھی مغفرت وجنت کے مستحق ہیں)جن کا

حال یہ ہے کہ جب کوئی بر ی اور بے حیائی کی حر کت ان سے سر زد ہو جاتی ہے یا کوئی گناہ کر کے وہ اپنے اُوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً اللہ ان کو یا د آ جاتا ہے، پھر وہ اپنے اس مالک سے اپنے گنا ہو ں کی معافی اور بخشش چاہتے ہیں اوراللہ کے سوا کو ن ہے جو گناہو ں کو بخش سکے ، اور وہ دید ہ ودا نستہ اپنے ان اعما ل بد پر اصرار نہیں کرتے ،یہ سب بندے وہ ہیں کہ ان کی جزا اور ان کا صلہ بخشش ہے ان کے پرورد گار کی طرف سے اور بہشتی با غا ت ہیں جن کے نیچے نہریں جا ری ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اچھا بد لہ ہے ان عمل کر نے والوں کے لئے ۔

گو یا ہما رے ما لک اور پر وردگا ر کا اعلا ن ہے کہ میر ی رحمت اور جنت کا در وازہ ان گنہگاربندوں کے لئے بھی کھلا ہوا ہے جنہیں اپنے گناہ پر اصرار نہ ہو اور وہ گنا ہ کے بعد تو بہ کرکے اوربخشش کے طالب بن کے میر ی طر ف رجو ع کریں ۔

اللّٰ
ٰهم انا نسئلک التوبة ونسئلک الجنة

دین کے بنیا دی احکا م اور نصائح

سورۂ انعا م میں ارشاد ہے :

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَـا حَـرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْـرِكُوْا بِهٖ

شَيْـًٔـا وَّ بِالْوَالِـدَيْنِ اِحْسَـانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ
اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا
ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ
اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾
وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ
اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا
اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَ
بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿
۱۵۲﴾ (الانعام: ۱۵۱ تا ۱۵۲)

ترجمہ:(اے پیغمبر !)اُن سے کہئے آؤمیں تمہیں سناؤں کہ تمہارے پروردگار نے کیا کیا تم پر حرام کیا ہے (اوراس نے کیا کیا خاص پابندیاں تم پر لگائی ہیں ۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم حکم اس کا یہ ہے) کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو،(ہر قسم کے شرک سے بچو) اور (اس کے بعد دوسرا حکم اس کا یہ ہے کہ) ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور افلاس کی وجہ سے اپنے پیدا ہونے والے بچوں کو ہلاک نہ کر ڈالو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی دیں گے ۔ اور بے شرمی اور بے حیائی کی باتوں کے پاس نہ جاؤ خواہ وہ خفیہ ہوں یا علانیہ ۔ اور کسی ایسی جان کو قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے ، مگر یہ کہ کسی حق کی بنا پر کسی کو قتل کیا جائے (جیسے مثلاً قصاص میں قاتل کو قتل کیا

جاتا ہے ۔)یہ وہ باتیں ہیں جن کا تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے شاید کہ تم سمجھ بوجھ کا رو یہ اختیار کرو اور (اس کا حکم یہ کہ) یتیموں کے مال کے قریب نہ جاؤ(اور ان کے مال کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ) الاّ(یہ کہ ان کے فائدہ کےلئے ان کے مال میں کوئی تصرف کر نا ضرور ی ہوتو) اچھے طریقہ سے کر سکتے ہو، (وہ بھی) اس وقت تک کہ یتیم اپنے سن رشد کو پہنچ جائے اور انصاف ودیانت کے ساتھ ناپ تول پورا کیا کرو ۔ ہم آ دمی پر اتنی ہی ذمہ داری ڈالتے ہیں جتنی اس کے امکا ن میں ہو۔ اور جب با ت کہو تو انصاف کی اور خدالگتی کہو ، اگرچہ فریق معا ملہ تمہارا کو ئی عز یز و قریب ہی ہو ۔ اور اللہ (کے احکام) کی پوری پوری فرمانبر داری کر کہ اس کے عہد کو پوراکرو۔ یہ وہ با تیں ہیں جن کااللہ نے تمہیں خا ص طور پر حکم دیا ہے ،امید ہے کہ تم نصیحت پکڑو گے ۔

اللہ کی بات ما ننے والو ں اور نہ ما ننے والو ں کا انجا م

سورۂ رعد کی یہ آیتیں پڑ ھئے اور فیصلہ کیجئے کہ آپ کو کس راستہ پر چلنا ہے اور مذکورہ ذیل دو فریقوں میں سے کس فریق کے ساتھ اپنے کو شا مل کر نا ہے :

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۭ وَالَّذِيْنَ لَمْ

يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ
مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓ
ءُ الْحِسَابِ ۙ۬ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٨﴾ اَفَمَنْ يَّ
عْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى اِنَّمَا يَتَذَكَّ
رُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۙ﴿١٩﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ
وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۙ﴿٢٠﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّ
وْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ؕ
﴿٢١﴾ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ
عَلَانِيَةً وَّ
يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّ

ۃِ ۔ اُولٰٓئِکَ لَہُمْ عُقْبَی الـــــدَّارِ ۔۲۲۔ جَنّٰتُ عَـــــدْنٍ
یّ
َـــــــدْخُلُونَہَا وَمَنْ صَـــــــلَحَ مِنْ اٰبَآئِہِمْ وَاَزْوَاجِہِمْ
وَذُرِّیّٰ
تِہِمْ
وَالْمَلٰٓ
ئِکَۃُ یَدْخُلُونَ عَلَیْہِمْ مِّنْ کُـلِّ بَـابٍ ۔۲۳۔ سَلٰمٌ
عَلَیْکُمْ بِمَـــــا صَـــــبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الـــــدَّارِ
۔
۲۴۔ وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُـــونَ عَہْـــدَ اللّٰہِ مِنْ بَعْـــدِ
مِیْثَـــاقِہٖ وَیَقْطَعُونَ مَـــا اَمَـــرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ
یّ
ُوْصَــلَ وَیُفْسِــدُونَ فِی الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِکَ لَہُمُ اللَّعْنَۃُ
وَلَہُمْ
سُـــــــــــــــــــــــــــــــــوْ
ٓءُ الدَّارِ ۔۲۵۔ (الرعد: ۱۸ تا ۲۵)

ترجمہ:جن بند وں نے اپنے پر ورد گا ر کی بـات ما نی اور دعوت ایما نی اور پیغا م ربا نی کـو قبول کیا ان کے لـئے بـڑی خـو ش انجـا می ہے اور جنہو ں نے قبول نہیں کیا (ان کے لـئے بـڑ ا بـرا انجـا م ہے، ان کـا حـا ل وہاں یہ ہو گـا کہ)اگـر بـالفر ض ا ن کے پـاس وہ سـب کچھ ہو جو سـاری دنیـا میں ہے اور اس کے سـا تھ اتنـا ہی اور بھی ہو تـو وہ اپـنی خلا صـی کے لئے بطو ر فد یہ کے اس سـب کـو دے ڈالیں گے،

ان کے واسطے بڑا ہی سخت حساب ہے اور دوزخ ان کا (آخری اور دائمی) ٹھکانہ ہے اور وہ بڑی بری قرار گاہ ہے۔ (اے پیغمبر!) جس (خوش نصیب بندہ) کو اس حقیقت کا علم ویقین نصیب ہے کہ جو کچھ تم پر تمہارے پر ورد گار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے، کیا وہ اس (بد بخت شخص) کی طرح اور (انجام میں) اس جیسا ہوسکتا ہے جو اس حقیقت سے اندھا ہے؟ (ظاہر ہے کہ ان دونوں کا انجام ایک نہیں ہو سکتا) نصیحت تو بس صحیح عقل وبصیرت رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں، جو بندے اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد شکنی نہیں کرتے اور جو ان روابط اور تعلقات کو جوڑتے ہیں جن کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے مالک سے ڈرتے ہیں اور حساب وانجام کی برائی کا اندیشہ رکھتے ہیں اور جو بندے اپنے مالک کی رضا جوئی میں اپنے نفسوں کو قابو میں رکھتے ہیں اور نماز اہتمام سے ادا کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے وہ (نیکی کی راہوں میں) اس میں سے پوشیدہ اورعلانیہ خرچ کرتے ہیں اور (جن کا طریقہ یہ ہے کہ) برائی کا جواب بھی وہ نیکی سے دیتے ہیں، بس یہ وہ بندے ہیں جن کے لئے دار آخرت کی خوش انجامی ہے (یعنی) سدا بہار جنتیں ہیں جن میں داخل کئے جائیں گے اور ان کے

(سا تھ ان کے) وہ ما ں با پ اور بیو ی بچے بھی جن میں کچھ صــــلا ح اور نیکی ہو گی اور ملائکہ ہر دروازے سے ان کے پاس پہنچیں گے (اور ان کو اس طرح سلامی دینگے:)''سـلا م علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدّار''(یعنی سلا م آپ لوگوں پر ہو سبب اس کے کہ آپ لو گ مضبوطی سے جمے رہے حق اور نیکی کے راستے پر) پس بہت اچھا ہے آپ لو گو ں کا اخروی انجا م اور اس کے برعکس جن لوگو ں کی سیرت یہ ہے کہ وہ اللہ کے عہد کوپکا کرنے کے بعد تو ڑ تے ہیں اور جن روابط وعلا ئق کے جوڑ نے کا حکم دیا گیا ہے ان کو تو ڑ تے ہیں اور اللہ کی زمین میں فسا د اور گمرا ہی پھیلا تے ہیں ان کے لئے اللہ کی لعنت ہے اور دار آخرت کا برا انجا م ہے۔

سرکش مجر مو ں کو سخت انتبا ہ اور قیا مت میں ان کا انجا م

سورۂ ابرا ہیم کا یہ پورا آخری رکو ع پڑ ھئے! کیسا الرزہ خیزانتبا ہ ہے ۔ اللّٰهم احفظنا۔ ارشاد ہے :

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللہَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝۴۲ۙ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَاۗءٌ

ۚ
وَ اَنۡذِرِ النَّاسَ یَوۡمَ یَاۡتِیۡہِمُ الۡعَذَابُ فَیَقُوۡلُ ۴۳ؕ
الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ۙ نُّجِبۡ
دَعۡوَتَکَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمۡ تَکُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ
قَبۡلُ مَا لَکُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ ۙ﴿۴۴﴾
وّ
سَکَنۡتُمۡ فِیۡ مَسٰکِنِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ
وَتَبَیّ
نَ لَکُمۡ کَیۡفَ فَعَلۡنَا بِہِمۡ وَضَرَبۡنَا لَکُمُ الۡاَمۡثَالَ ﴿۴۵﴾
وَقَدۡ مَکَرُوۡا مَکۡرَہُمۡ وَعِنۡدَ اللّٰہِ مَکۡرُہُمۡ ؕ وَ اِنۡ کَانَ
مَکۡرُہُمۡ ؕ لِتَزُوۡلَ مِنۡہُ الۡجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰہَ
مُخۡلِفَ وَعۡدِہٖ رُسُلَہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ ذُوانۡتِقَامٍ
ؕ
یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَ ۴۷ؕ
بَرَزُوۡا لِلّٰہِ الۡوَاحِدِ
الۡقَہّ
ارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَی الۡمُجۡرِمِیۡنَ یَوۡمَئِذٍ مُّقَرَّنِیۡنَ فِی
الۡاَصۡفَادِ ۚ﴿۴۹﴾ سَرَابِیۡلُہُمۡ مِّنۡ قَطِرَانٍ
وّ
تَغۡشٰی وُجُوۡہَہُمُ النَّارُ ۙ﴿۵۰﴾ لِیَجۡزِیَ اللّٰہُ کُلَّ نَفۡسٍ
مَّا کَسَبَتۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۵۱﴾ ہٰذَا بَلٰغٌ
لِّلنَّاسِ وَلِیُنۡذَرُوۡا بِہٖ وَ لِیَعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا ہُوَ اِلٰہٌ
وّ
احِدٌ
وّ

وَلِيَـــــــذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ (ابراہیم: ۴۲ تا ۵۲)

ترجمہ:اور ہر گز ایسا مت خیا ل کرو کہ اللہ ظالموں کی بد کر داریوں سے بے خبر ہے (ایسا نہیں ہے، اسے سب خبر ہے، ان کے سارے کر توت اس کی نظر میں ہیں، وہاں) ان کے جزا وسزا کے معا ملہ کو اس نے اس ‘‘یو م عظیم’’کے لئے مؤخر اور ملتوی کیاہے جس دن (کی ہو لناکیوں کو دیکھ کر) ان مجر موں کی آ نکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی (وہ اونٹ کی طرح) سرآسما ن کی طرف اٹھا ئے (ہا نپتے کا نپتے) دوڑے چلے جارہے ہوں گے ۔(ان کی دہشت و گھبراہٹ اور بد حواسی کا یہ عالم ہوگا کہ اُوپر ہی کی جا نب اٹھی رہیں گی ان کی)نگا ہیں خو د ان کی طرف لوٹ کے نہ آئیں گی(یعنی آنکھیں اپنے کو دیکھنا ہی بھول جائیں گی)اور ان کے دل بالکل خالی ہو ں گے (صبروقرار اور فکر وفہم کی صلا حیت سے)اور اے پیغمبر ! لوگوں کو اس دن کی آمد سے خبر دار کر دو جس دن کہ اللہ کا عذاب بالکل ان کے سامنے آ جائے گاتو جنہوں نے (کفر وشر ک کر کے)اپنے کو تبا ہ وبربا د کیا ہے وہ کہیں گے ہمارے مالک ومولا ہمیں تھوڑی سی مدت کے لئے اور مہلت دیدے (اور اپنی حالت کے درست کر نے کا ذرا موقع دیدے)ہم تیرے پیا م اور تیر

ی دعوت کو قبو ل کریں گے (یعنی ایما ن
لائیں گے)اور رسولوں کی پیروی کریں گے ۔
(انہیں جوا ب ملے گا آ ج جب عذا ب تمہارے
سا منے آگیا ہے تویہ باتیں کرتے ہو)کیا تم
ہی نے تھے کہ (قیا مت اور آخرت کی جز
اوسزا کاانکار کرتے ہوئے)تم نے اس سے قبل
قسمیں کھا کھا کر کہا تھا کہ تمہیں کبھی
کسی طرح کا زوال نہ ہو گا (اورکبھی تم
کسی عذا ب میں مبتلا نہیں کئے جاؤگے)حا لا
نکہ تم اگلے زما نے کے ان لو گو ں کی بستیو
ں ہی میں بسے تھے جنہو ں نے (پہلے شر ک
وکفر کر کے تمہا ر ی ہی طرح)اپنے نفسو ں
کو تبا ہ و برباد کیا تھا اور تم پر اچھی
طرح واضح ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ
کیا کیا ؟ (اور ان کا کیسا انجا م ہوا) اور
(اس کے علا وہ ہم نے تمہا رے لئے (اپنے
پیغمبرو ں کے ذریعے تاریخی) مثالیں بیا ن
کی تھیں (لیکن تم نے ان میں سے کسی بات
سے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھا یااورانکار
وبغاوت ہی پر قائم رہے)اور (حق کاراستہ
روکنے کے لئے) انہوں نے بڑی بڑی چالیں چلیں
اور ان کی ساری چالیں خدا کے سا منے ہیں
اور یقیناً ان کی چالیں ایسی تھیں کہ ان سے
پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں (لیکن ارادۂ
الٰہی کے مقا بلے میں ان کی کوئی چا ل بھی
کا میا ب نہیں ہو سکی) پس ایسا خیا ل نہ

کرو کہ اللہ جو وعد ہ اپنے رسو لو ں سے کر
چکا ہے ،(مثلاً یہ سرکش مجرموں کو وہ
ضرور سزا دے گا) وہ اس کے خلاف کرنے والا
ہوجائے گا۔ہر گز ایسانہیں ہو سکتا اور
باغیوں اور مجر مو ں کو سزا دینے سے کوئی
اس کو نہیں رو ک سکتا)یقیناً اللہ زبردست
اور سب پر غا لب ہے (مجرمو ں کو ان کے
اعما ل بد کی) سزا دینے والا ہے۔(یہ سب
کچھ اس دن ظہور میں آجا ئے گا) جس دن
یہ زمین بدل کر ایک دوسری ہی زمین ہو جا
ئے گی اور آ سما ن بھی بد ل جائے گا اور
سارے آ دمی اللہ واحدقہار کے سا منے پیش
ہو نگے اور تم دیکھو گے کہ اس دن (خدا
کےباغیو ں) مجر مو ں کو زنجیروںمیں جکڑ ے
ہو ئے، ان کے کُر تے قِطرا ن تیل کے ہو ں گے
(جو گندھک کی طر ح آ گ لیتا ہے اور بہت
تیزی سے جلتا ہے)اور آگ کی لپٹیں ان کے
چہرے کا نقاب ہو نگی، یہ سب اس لئے ہوگا
کہ اللہ ہر شخص کو اس کے کئے کے مطابق
بدلہ دے،اللہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے ۔
یہ خدا وندی پیغام واعلان ہے سب لوگوں کے
لئے اور مقصد یہ ہے کہ وہ اس کے ذ ریعے آگا
ہ ہوں اور انہیں معلو م ہو کہ (ان کا اور
سب کا)معبود برحق بس ایک ہی معبو د ہے
اور جو لوگ عقل وخر د سے محرو م نہیں
ہیں وہ نصیحت پکڑیں ۔

دین کی بنیا دی □دا یتیں اور خدا وندی احکا م

سور□ بنی اسرائیل میں ارشا د فر ما یا گیا□□ :

وَقَضـــــــــــــــــــــــــٰی رَبُّکَ
اَلَّ
َا تَعْبُــــــــــــــــــدُو□ا
اِلَّ
َا
اِیَّ
َا□ُ وَ بِالْوَالِدَیْ□نِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْ□دَکَ الْکِبَرَ اَحَدُ□ُمَا
اَوْ کِلٰ□ُمَـــــــــــا فَلَا تَقُلْ□ لَّ□ُ مَــــــــــــا اُفٍّ
وَّ
لَا تَنْ□َرْ□ُمَــا وَقُلْ□ لَّ□ُمَــا قَــوْلًا کَرِیْ□مًا □۲۳□ وَ اخْفِضْ
لَ□ُمَا جَنَـاحَ الـذُّلِّ مِنَ الـرَّحْمَ□ِ وَقُـل رَّبِّ ارْحَمْ□ُمَـا کَمَـا
رَبَّیٰنِی□ صَـــــــــــــــــــــغِیْ□رًا
□
۲۴□ ؕ رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَــا فِی□ نُفُو□سِــکُمْ ؕ اِن□ تَکُو□نُو□ا
صٰلِحِیْ□نَ فَاِنَّ□ٗ کَـانَ لِل□اَوَّابِیْ□نَ غَفُو□رًا □۲۵□ وَاٰتِ ذَا
الْقُــرْبٰی حَقَّ□ٗ وَالْمِسْــکِیْ□نَ وَ ابْنَ السَّــبِیْ□لِ وَلَا تُبَــذِّرْ
تَبْـــذِیْ□رًا □۲۶□ اِنَّ الْمُبَـــذِّرِیْ□نَ کَـــانُو□□ا اِخْـــوَانَ
الشَّیٰطِیْ□نِ ؕ وَکَـانَ الشَّـیْ□طٰنُ لِـرَبِّ□□ کَفُو□رًا □۲۷□ وَ
اِمَّا تُعْرِضَـــنَّ عَنْ□ُمُ ابْتِغَاۤءَ رَحْمَ□ٍ مِّن□ رَّبِّکَ تَرْجُو□□َـــا
فَقُل□ لَّ□ُمْ قَــوْلًا مَّیْ□سُــو□رًا □۲۸□ وَلَا تَجْعَــلْ یَــدَکَ
مَغْلُو□لَ□ً اِلٰی عُنُقِـکَ وَ لَا تَبْسُـطْ□ا کُـلَّ الْبَسْـطِ فَتَقْعُـدَ

مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿٢٩﴾ اِنَّ رَبَّکَ يَبْسُطُ الـرِّزْقَ لِمَن يَّ
شَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيـرًا بَصِيـرًا ﴿٣٠﴾
وَ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَـرْزُقُهُمْ وَ
اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيرًا ﴿٣١﴾ وَ لَا تَقْرَبُـوا
الـزِّنٰى اِنَّهٗ كَـانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَـآءَ سَـبِيلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا
تَقْتُلُـوا النَّفْسَ الَّتِى حَـرَّمَ اللّٰهُ اِلَّ
ا بِـالْحَقِّ ؕ وَ مَن قُتِـلَ مَظْلُومًـا فَقَـدْ جَعَلْنَـا لِوَلِيِّ
هٖ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّى الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُورًا ﴿
٣٣﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَـالَ الْيَتِيمِ اِلَّ
ا بِـالَّتِى هِىَ اَحْسَـنُ حَتّٰى يَبْلُـغَ اَشُـدَّهٗ ۪ وَ اَوْفُوْا
بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْـدَ كَـانَ مَسْـُٔولًا ﴿٣٤﴾ وَ اَوْفُـوا
الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ؕ ذٰلِكَ
خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيلًا ﴿٣٥﴾ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ
بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّـمْعَ وَ الْبَصَـرَ وَالْفُـؤَادَ كُـلُّ اُولٰ
ئِكَ كَـانَ عَنْهُ مَسْـؤُلًا ﴿٣٦﴾ وَ لَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ
مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَن تَخْـرِقَ الْاَرْضَ وَلَن تَبْلُـغَ الْجِبَـالَ
طُولًا ﴿٣٧﴾ كُـلُّ ذٰلِـكَ كَـانَ سَـيِ
ئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰى اِلَيْكَ
رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَ لَا تَجْعَـلْ مَـعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَـرَ فَتُلْقٰى
فِى جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ﴿٣٩﴾ (بنى اسرائيل: ٢٣ تـا

(۳۹

ترجمہ:اور تمہارا رب مالک کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت اور بندگی نہ کرو اور (اس توحید خالص کے حکم کے بعد دوسرا حکم اس کا یہ ہے کہ)اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو ،اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے ہوتے ہوئے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں (اور ان کا بوجھ تمہیں اٹھانا پڑے)تو بھی ان کی شان میں کوئی نامناسب اور ان کو آزردہ کرنے والا کلمہ نہ کہو بلکہ ان سے ادب واحترام والی بات ہی کہو اور دردمندی سے ان کے سامنے انکساری کے ساتھ نیچے بنے رہو اور ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہو کہ : اے پروردگار! میرے ان ماں باپ پر رحمت فرما (ان کو دنیا اور آخرت میں راحت اورعافیت دے) جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن کی حالت میں پالا (اور میری راحت و عافیت کی فکر کی) تمہارا رب تمہارے دلوں کی بات خوب جانتا ہے پس اگر تم ہو گئے لائق اور سعادتمند (اور دل سے ماں باپ کی خدمت اور ان کے ادب واحترام کا ارادہ رکھنے والے لیکن اس کے باوجود تم سے ان کے ادب اور حسن سلوک کے بارے میں کوئی قصور ہو گیا اور تم نےاس کے بعد توبہ وتلافی کی) تو تمہارا پروردگا

ر تو بہ کر نے والو ں کو بخش دینے والا ہے اور
(ما ں با پ کے علا وہ بھی)اپنے سب قرابت
داروں کا حق ادا کرو اور (قرابت کے دائرے سے
باہر بھی) عا م حاجت مندو ں اور (مدد کے
مستحق)مسافروں کو بھی دیتے رہو اور
(اللہ کے دیئے ما ل کو)بیجا نہ اڑاؤ اوربیجا اڑا
نے والے لوگ شیطانو ں کے بھا ئی بندہیں اور
شیطا ن اپنے پر وردگار کا بڑ ا نا شکرا ہے۔
(لہٰذا تم ایسے نہ بنو) اور اگر (کبھی ایسی
صورت ہو کہ تمہارا ہاتھ خالی ہواور ان کی
خدمت سے مجبوری ہو اور اس کی وجہ سے)
تمہیں ان سے روگردا نی کر نی پڑ ے اور اللہ
کے کرم اور اس کی رحمت کی تمہیں امیداور
جستجو ہوتو (معذرت کے طورپر)ان سے نرم
اور خو شگوار بات کہدو ۔ ایسی بات اس
وقت بھی نہ کہو جس سے ان کا دل دکھے ۔
اور نہ توایساکرو کہ اپنا ہاتھ (بالکل) اپنی گر
د ن سے با ند ھ لو(کہ کسی کو کچھ دینے کے
لئے ہاتھ بڑ ھ ہی نہ سکے جو بخیلوں
اورکنجو سو ں کا طریقہ ہے) اور نہ ایسا
کرو کہ (فضو ل اڑا نے والے ناعاقبت اندیشو ں
کی طرح) اپنا ہا تھ بالکل کھول ہی دو ۔
اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہو کہ تم بیٹھ جاؤ
بالکل در ما ندہ ہو کر جس کو ہر طرف سے
ملا مت کی جائے ۔(بہر حال افراط وتفریط

سے بچواور اعتدال ومیا نہ رو ی کو اپنا اصو
ل ودستور بناؤ) تمہارا پر وردگا ر جس کے
لئے چاہتا ہے روزی میں وسعت دیتاہے اور
جس کے لئے چاہتا ہے تنگی کرتا ہے، وہ اپنے
سب بندوں کی پوری خبر رکھنے والا اور سب
کو پوری طرح دیکھنے والا ہے۔(رزق کی کنجیا
ں تمہا رے یاکسی دوسری مخلو ق کے ہاتھ
میں نہیں ہیں بلکہ اس کے ہاتھ میں ہیں،
وہی سب کی روز ی کا کفیل ہے) اور تم
پیدا ہو نے والے اپنے بچو ں کو افلا س ونا دا
ری کے خطرے سے ہلاک نہ کر ڈالو، ہم ان کو
بھی روزی دیں گے اور تم کو بھی۔(اگر تم
سمجھتے ہو کہ روزی کا مسئلہ تمہارے ہاتھ
میں ہے توتمہارا یہ خیا ل نہا یت جاہلا نہ اور
با لکل کافرانہ ہے، بہرحا ل افلاس اور تنگی
کے خطر ے سے)اپنے بچو ں کو ہلاک کر ڈالنا
بہت ہی بڑا گنا ہ ہے اور دیکھو زنا کے قریب
بھی نہ جاؤ،وہ بڑی بے حیا ئی کی اور گند ی
با ت ہے اور بری راہ ہے اور مت قتل کرو
کسی ایسی جان کو جس کا ما ر نا اللہ نے
حرا م کیا ہے، مگر حق کی بنا پر(مثلاً قصا ص
میں یا کسی اور ایسے سنگین جر م کی پا دا
ش میں جس کی سزا اللہ تعالیٰ کی طر ف
سے قتل ہی مقرر ہے) اورجو کوئی نا حق
مار ڈالا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو

(قصاص میں قاتل کی جا ن لینے کا) حق دیا ہے، پس اس کو قتل کے بارے میں حد شرعی سے تجاوز نہیں کر ناچاہئے ، بے شک وہ ہمدردی اور مدد کا مستحق ہے (لیکن اس کو اس کی اجا زت ہر گز نہیں ہے کہ وہ جو ش انتقا م میں قصاص کی مقرر حد سے آ گے بڑھے) اور یتیمو ں کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ(اوران کے ما ل کوہاتھ بھی نہ لگاؤ)الّا یہ کہ(ان کے فائدے کے لئے ان کے مال میں کوئی تصرف کر نا ضروری ہو جائے تو) اچھے طریقے سے (کر سکتے ہو اور وہ بھی صرف) اس وقت تک کہ یتیم اپنے سن رشد کو پہنچ جائے ۔ اور اپنے عہد پورے کرو ، عہد کی ضرور باز پر س ہو گی ۔ اور جب کسی کوتم کوئی چیز ناپ کر دو تو پورا ناپو اور (جب کو ئی چیز تو ل کر کسی کو دینی ہوتو) ٹھیک ترازوسے تولو (لین دین میں دھو کے دھڑی کی کوئی بات نہ ہو ،)یہی تمہارے لئے بہتر ہے اور اس کا انجا م زیادہ اچھا ہے ۔ اور جس بات کا تمہیں تحقیقی علم نہ ہو اس پر نہ چلو،(یعنی توہما ت اور بے تحقیق باتو ں کی پیرو ی نہ کرو اور ان کو بنیا د کا ر نہ بنا ؤ، اللہ تعالیٰ نے علم وتحقیق کے جوذ ریعے سب انسا نوں کو دیئے ہیں یعنی)کا ن اور آنکھیں اور دل یقیناً (قیا مت کے دن)ان سب کی با

بت پو چھا جائے گا(کہ تم نے حق شنا سی کی راہ میں ان سے کتنا کا م لیا) اور زمین پر (متکبر و ں کی طرح)اتراتے اور اکڑ تے نہ چلو (اپنی حقیقت کو نہ بھولو) نہ تو تم (اپنے زور قدم سے) زمین کو چیر پھا ڑ سکتے ہو اور نہ لمبائی میں پہاڑو ں کو پہنچ سکتے ہو یہ سارے بر ے کا م تمہارے مالک کو ناپسند ہیں ۔ اے پیغمبر!یہ باتیں اس دفتر حکمت میں سے ہیں جو تمہارے رب نے تمہاری طرف وحی کیا ہے۔ اور (اے انسا نو! آ خر میں پھر مکر ر تا کید کی جاتی ہے کہ) اللہ کے سا تھ کوئی دو سرا معبو د نہ بناؤ،(شر ک و ہ گنا ہ عظیم ہے کہ اگر اس سے تم آلودہ ہوئے)توپس جہنم میں جھو نک دیئے جا ؤگے اور پھر تم پر (ہر طر ف سے) لعنت وملامت اور دھتکا ر ہو گی ۔

سبحا ن اللہ! قرآن مجید کا یہ خطبہ احکا م وہد ایا ت کو کس قدر جا مع ہے اور پھر طرز بیا ن کتنا سادہ ا ور اسی کے ساتھ کس قدر مو ٔثر ہے ۔ بلا شبہ اگر ذوق سلیم نصیب ہوتو اس کی ہر آیت پڑھ کر دل گواہی دے گا کہ بے شک یہ ما لک الملک اور احکم الحا کمین ہی کا ہد ایت نا مہ ہے ۔

امت مسلمہ کے خا ص فرائض اور اس کا نصب العین

سورۃالحج کے آخر میں ارشا دفر مایا گیاہے :

یٰۤاَیُّ
ہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ارۡکَعُوۡا وَاعۡبُدُوۡا رَبَّکُمۡ وَافۡعَلُوا الۡخَیۡرَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۷۷﴾ وَ جَاہِدُوۡا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِہَادِہٖ ؕ ہُوَ اجۡتَبٰىکُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ؕ مِلَّۃَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰہِیۡمَ ؕ ہُوَ سَمّٰىکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ۬ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَفِیۡ ہٰذَا لِیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ شَہِیۡدًا عَلَیۡکُمۡ وَتَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ۚۖ فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰہِ ؕ ہُوَ مَوۡلٰىکُمۡ ۚ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَ نِعۡمَ النَّصِیۡرُ ﴿۷۸﴾ (الحج:۷۷تا۷۸)

ترجمہ:اے وہ لوگو!جنہو ں نے دعو ت ایما نی کو قبو ل کر لیا (اب تمہارے فرائض اور تمہارے کر نے کے خا ص کا م یہ ہیں کہ اپنے پر ورد گا ر کے لئے) رکوع وسجو د کرو، اور(ہر طرح سے)اپنے رب کی عبادت وبندگی کرو اور(اس کی مخلو ق کے ساتھ) بھلائی کرو، تاکہ تم فلاح یا ب اور با مراد ہو جاؤ! اور اللہ کی راہ میں خو ب کوشش کرو ، اور جا ن لڑاؤجیسا کہ اس کی راہ میں کو شش اور جا نبا زی کا حق ہے، اس نے (اپنی خاص بند گی اور اپنی راہ کی جد وجہد کے لئے)تمہارا انتخا ب کیا ہے اور دین میں تمہارے لئے اس نے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے (بلکہ بڑی وسعت

اور کشادگی والا یہ دین ہے جو محمد رسو ل اللہ کے ذریعے تم کو عطا کیا گیا ہے)وہی طریقہ تمہارے با پ ابراہیم کا، اس نے تمہارا نا م رکھا ‘‘مسلمین’’پہلے بھی اور اس (آخر ی کتاب قرآن) میں بھی، تاکہ رسول بتا نے والا ہوتم کو ،اور تم بتانے والے ہو(دنیا کے)اور سب لوگوں کو پس اے اہل ایمان !(ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآہونے کے لئے)تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ اداکرو اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھا م لو (اور اس کی کا رسازی اور مدد گاری پر بھرو سہ کر کے جدو جہد کے میدان میں کو د پڑو)وہ تمہارا والی اور کا ر ساز ہے اور کیسا اچھا مدد گا رہے ۔

سبحا ن اللہ ! چھوٹی چھوٹی ان دوتین آیتو ں میں امت مسلمہ کے نصب العین، اس کے مقصدِ وجو د، اس کے منصب اور اس کے فرائض کو کیسی جامعیت کے ساتھ بیا ن فرمایاگیاہے کہ صر ف یہ دوآیتیں بھی امت کی اصولی رہنما ئی کے لئے بالکل کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم مسلما نوں کو تو فیق دے کہ قرآ ن مجید کے اس طرح کے ارشادات کی روشنی میں اپنے مقصد ونصب العین اور اپنے منصبی فرائض کو سمجھیں اور اپنی زندگی

کو ان ہدایا ت کے مطا بق بنا کے اللہ تعالیٰ کی رضا ورحمت کے مستحق ہوں، یہی ہے انسانو ں کی حقیقی معرا ج ہے

اپنے گنا ہگا ر بندو ں کو اللہ کا بلا وا اور نہ ما ننے والو ں کا انجا م

سورۂ زمر میں ارشا دفرمایا گیا ہے:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا
مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ
الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾ وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰی رَبِّکُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَہٗ مِنْ
قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ
اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ
یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَۃً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ
تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰہِ وَ
اِنْ کُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰہَ
ہَدٰىنِیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ
تَرَی الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ کَرَّۃً فَاَکُوْنَ مِنَ
الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰی قَدْ جَآءَتْکَ اٰیٰتِیْ فَکَذَّبْتَ بِہَا
وَ اسْتَکْبَرْتَ وَکُنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۵۹﴾ وَ یَوْمَ
الْقِیٰمَۃِ تَرَی الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلَی اللّٰہِ وُجُوْہُہُمْ مُّسْوَدَّۃٌ ؕ اَلَیْسَ
فِیْ جَہَنَّمَ مَثْوًی لِّلْمُتَکَبِّرِیْنَ ﴿۶۰﴾ وَ یُنَجِّی اللّٰہُ الَّذِیْنَ
اتَّقَوْا بِمَفَازَتِہِمْ ۫ لَا یَمَسُّہُمُ السُّوْٓءُ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾
اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ۫ وَّ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ﴿۶۲﴾
لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ
اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَاْمُرُوْٓنِّیْ

اَعْبُدُ اَیُّہَا الْجٰہِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَ اِلَی
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَ
لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَ کُنْ
مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ﴿۶۶﴾ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ٭ وَ
الْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ
بِیَمِیْنِہٖ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ نُفِخَ
فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ
اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ہُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ
﴿۶۸﴾ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّہَا وَ وُضِعَ الْکِتٰبُ
وَ جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیْنَہُمْ بِالْحَقِّ وَ ہُمْ لَا
یُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَ وُفِّیَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ ہُوَ
اَعْلَمُ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ (الزمر: ۵۳ تا ۷۰)

ترجمہ:(اے پیغمبر !آپ میری طرف سے میرے بندو ں سے) کہئے کہ اے میرے وہ بندو جنہو ں نے (کفر وشر ک کر کے)اپنے نفسو ں پر ظلم کیا ہے! خدا کی رحمت سے تم (بھی)نا امید مت ہو (اور یہ خیا ل مت کرو کہ تمہا ری بخشش نہیں ہو سکتی، اگر تم شرک وکفر اور بغاوت کی زند گی سے نکل آؤاور تو بہ کر لو تو بخشش کا دروازہ تمہارے لئے بھی کھلا ہوا ہے)اللہ تعالیٰ سارے گنا ہ بخش دیتا ہے، وہ بڑا بخشنے والا اور بہت مہربان ہے (پس اگر اللہ کی بخشش چاہتے ہو تو تو بہ کر لو)اور رجوع ہوجاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی فر ما نبر داری اختیا ر کر لو قبل

ا س کے کہ (کفر و شرک کی پا داش
میں)تم پر عذ ا ب آ جا ئے اور پھر کسی
طر ف سے تم کو کو ئی مدد نہ مل سکے
اور (بغاوت ومعصیت کی زند گی چھوڑ
کے)پیرو ی اختیا ر کر لو اس بہتر ین
شریعت کی جو تمہا ری طرف تمہارے پر
وردگا ر کی طرف سے اتاری گئی ہے قبل
اس کے کہ اچانک تم پر عذا ب آ پڑ ے اور
تمہیں اس کا خیا ل بھی نہ ہو ۔ اور دیکھو
ایسا نہ ہو کہ (کل قیا مت میں تم میں
سے) کو ئی شخص (حسرت سے) کہے کہ
ہا ئے افسوس! میری اس کو تا ہی پر جو
میں نے اللہ کی جنا ب میں کی اور میں تو
ہنسی مذاق ہی کرتا رہا۔ یا کوئی یوں
کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا تو
میں بھی متقیوں میں سے ہوتا، یاکوئی
شخص (اس دن)عذا ب الہی دیکھ کر کہنے
لگے کا ش!دنیا میں پھر مجھے ایک دفعہ
جا نا مل جاتا تو میں بڑ ے نیک بندو ں میں
سے ہو جاتا ۔ (اللہ تعالیٰ کی طر ف سے
کہا جا ئے گا)ہا ں بیشک میری آ یتیں تیرے
پا س پہنچی تھیں تو تو نے ان کی تکذیب
کی اور استکبارو غرور کا رو یہ اختیا ر کیا
اور تو کافرو ں میں ہی رہا ۔ اور تم
دیکھو گے قیامت کے دن ان لوگوں کے
چہرے با لکل سیا ہ (ہو ں گے)جنہو ں نے
جھوٹ بولا اللہ پر (مثلاً جنہو ں نے اپنے

**مشر کا نہ عقائد واعما ل یا دوسرے جا ہلا
نہ رسوم وخرافات کے بارے میں کہا کہ
ہمیں اللہ نے ہی ایسا کر نے کا حکم دیا ہے
توایسے سب مفتر یوں کے چہرے قیا مت
کے دن بالکل کا لے ہوں گے اور ان پر لعنت
برستی ہوگی) کیا ان متکبرین کا ٹھکا نہ
جہنم نہیں ہے اور جن بند وں نے (کفر و
معصیت کی زند گی چھوڑ کے)تقویٰ کو
اپنا شعار بنا یا، اللہ تعالیٰ ان کو پور ی کا
میا بی کے سا تھ (جہنم سے)نجا ت دے گا،
ان کو (ذرا بھی) تکلیف نہیں پہنچے گی
اور نہ وہ رنج وغم میں مبتلا ہو نگے ۔ اللہ
ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز اسی کے
سپر د ہے، زمین وآسما ن کی کنجیا ں
اسی کے اختیا ر میں ہیں ۔ اور جو لو گ
اللہ کی باتو ں کو نہیں ما نتے وہ بڑے
خسارے میں رہیں گے ۔ اے پیغمبر ! آپ (ان
مشرکو ں سے) کہئے اے جاہلو! حقیقت نا
شنا سو! کیا تم مجھ سے فر مائش کرتے
ہوکہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی بھی
عبادت کرو ں ؟اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کی
طرف بھی اور آپ سے پہلے جو پیغمبر
بھیجے گئے ان سب کی طرف بھی وحی کے
ذ ریعہ یہ پیغا م ہدایت بھیجا جا چکا ہے کہ
اےانسان! اگر تو نے شرک کیا تو تیرا سب
کیا کرا یا غارت ہو جائے گا اور تو بڑے خسا
رے والو ں میں سے ہو جا ئے گا (پس ہر گز**

شرک کے پاس نہ جاؤ) بلکہ صرف اللہ ہی
کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار بند
وں میں سے ہو جاؤ اور (افسوس!)
انہوں نے خدا کی ویسی عظمت نہ کی
جیسی عظمت اس کی کر نی چاہئے تھی،
حالا نکہ (اس کی وہ شا ن ہے کہ) ساری
زمین (مشرق سے مغر ب تک) قیامت کے
دن اس کی مٹھی میں ہو گی اور تما م
آسمان لپٹے لپٹا ئے اس کے خاص دست
قدرت میں ہو نگے، وہ پا ک ہے اور بر تر ہے
ان کے شر ک سے اور جب قیامت کا صور
پھو نکا جائے گا تو زمین وآسما ن کی سا
ری مخلوق کے ہوش اڑ جا ئیں گے (ہاں)
مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے گا (ہو ش
میں رکھنا تو وہ ہو ش کی حالت میں رہے
گا)پھر (جب دوسری دفعہ (مر دو ں کے
چلا نے کے لئے) صور پھونکا جا ئے گا تو
دفعۃًسب کے سب (جی کے)اٹھ کھڑ ے ہو
ں گے (اور آنکھ پھا ڑ پھاڑ کے حیرت سے ہر
طرف) دیکھتے ہونگے اور زمین اپنے رب کے
نور سے جگمگا جائے گی اور سب کا نا مۂ
اعما ل (سامنے)رکھ دیا جائے گا ۔ اور
پیغمبر اور گواہ (در بار الٰی میں) حاضر
کئے جائیں گے اور سب کے مابین ٹھیک
ٹھیک فیصلہ کیا جا وے گا اور ان پر ظلم
بالکل نہ ہو گا اور جس نے جو کچھ کیا ہو
گا اس کو اس کا بھر پور بد لہ دیا جائے گا

اور وہ احکم الحاکمین بندوں کے سارے اعمال وافعال کو خوب جانتا ہے ۔

اللہ کی بات ماننے والوں اور اس کی راہ پر چلنے والوں کو بشارت

سورۂ حٰم سجدہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے :

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾ نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَدَّعُوۡنَ ﴿ؕ۳۱﴾ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ ﴿٪۳۲﴾ وَ مَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۳﴾ وَ لَا تَسۡتَوِی الۡحَسَنَۃُ وَ لَا السَّیِّئَۃُ ؕ اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ﴿۳۴﴾ وَ مَا یُلَقّٰہَاۤ اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا ۚ وَ مَا یُلَقّٰہَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ ﴿۳۵﴾ وَ اِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۶﴾ (حٰم سجدہ: ۳۰ تا ۳۶)

ترجمہ: جن بندوں نے (دل سے)اقرار کر لیا کہ ہمارا رب بس اللہ ہے (اور ہم اس کی بندگی والی زندگی گزاریں گے)پھر وہ اس پر پوری طرح قائم رہے، نازل ہوں گے ان پر فرشتے (یہ پیام لے کر)کہ نہ کوئی اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو ، (بلکہ مطمئن)اور خوش رہو اس جنت کے ملنے پر جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت)وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے رفیق

اور سر پرست ہیں دنیوی زند گی میں اور آخرت میں اور اس آخرت میں تمہارے لئے وہ سب ہے جس کو تمہارے جی چاہیں گے اور وہاں تمہارے واسطے وہ سب کچھ مہیا ہے جو تم ما نگو گے، خدا وند غفور رحیم کی طرف سے یہ تمہاری مہمانی ہو گی ۔ اور اس بند ے سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (اللہ کے بندوں کو) اللہ کی طرف بلا وے اور خو د بھی نیکو کار اور خوش کر دار ہو اور اعلا ن کر تا ہو کہ میں اللہ کے فر ما نبر دار بند وں میں شا مل ہوں۔ اور نیکی اور بد ی برابر نہیں ہو سکتی (بلکہ ہر ایک کا اثر اور انجا م جدا ہے ،اس لئے آپ کو اور آ پ کے متبعین کو ہدایت اور نصیحت کی جاتی ہے کہ دشمنو ں کی دشمنی اور شرارت کا)آ پ جو اب دیجئے اپنے اچھے بر تا ؤسے پس (اس کا نتیجہ یہ ہو گاکہ) تمہا رے اور جس شخص کے در میا ن دشمنی ہو گی (تمہا رے اچھے برتا ؤسے متا ثر ہو کر) وہ ایسا ہو جا ئے گا گو یا کہ تمہارا دلی دوست ہے اور یہ بات ان ہی بند وں کو نصیب ہو سکتی ہے جن میں صبر کی صفت ہے اور اس کی تو فیق بس ان ہی کو مل سکتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں اور اگر (ایسے وقت میں) شیطا ن کی طرف سے تمہیں کوئی وسو سے آ نے لگے (مثلاً دل میں اشتعال اور انتقا م کا جذ بہ پیدا ہو نے لگے)تو

اللہ کی پناہ مانگو، وہ خوب سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے، (اس کی طرف سے تمہاری مدد اور دستگیری ہوگی اور شیطان کے وار سے تم محفوظ رہو گے ۔)

اپنے کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اور سچی توبہ کر کے آخرت کی سرخروئی اور جنت حاصل کرو

سورۂ تحریم میں ارشاد فرمایا ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ
نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ
غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا
يُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا
الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾ يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ
عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ
النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ
اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا
نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۸﴾
(التحریم: ۶تا ۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! خود اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر (خدا کی طرف سے وہ) فرشتے متعین ہیں جو بڑے سخت مزاج اور طاقتور ہیں، جو حکم اللہ تعالیٰ ان کو دیتا ہے وہ اس کی بالکل

نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم ملتا ہے ۔ (قیامت کے اس دن میں کا فروں، منکروں سے کہا جائے گا کہ) اے کافرو منکرو! آج تم کوئی عذر ومعذرت پیش نہ کرو ، آج تم کو تمہارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا (لہٰذا جس کو اس انجام وعذاب سے بچنا ہو اس کو چاہئے کہ اس دنیا ہی میں کفر سے باز آجائے اور ایمان والی زندگی اختیار کرے)اے اہل ایمان !تم اللہ کے آگے توبہ کرو پوری مخلصانہ توبہ، امید رکھو کہ (سچی پر خلوص توبہ کے بعد)تمہارا پروردگار (تم پر خاص لطف وکرم فرمائے گا) تمہارے گناہ مٹا دیگا (یعنی معاف فرما دے گا) اور تم کو ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (اور یہ اس دن ہو گا)جس دن کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اور ان کے ساتھ والے اہل ایمان کو (پوری پوری سرخروئی عطا کرے گا اور بالکل) رسوا نہ کرے گا (وہاں ان کی شان یہ ہو گی کہ) ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہو گا اور ان کی زبانوں پر یہ (الہامی)دعا ہو گی :

‘‘ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ’’ (التحریم: ۸)

اس آخری عنوان ‘‘قرآنی خطبات ومواعظ’’کے تحت ہم نے دس مقامات کی

جوآیـــــات درج کی ہیں ان کی حیـــــثیت بس ‘‘مشـــتے نمـــو نے از خـــبر دار ے’’ کی ہے ور نہ حقیقت یہ ہے کہ قـرآ ن پـاک میں پچـا سـوں مقا مات ایسے ہیں جن میں ان انسـا نـوں کے لـئے جن کے دل پتھـر کے نہیں ہیں، مــوعظت ونصیحت کا پورا پورا سـا مـا ن ہے خـا ص کـر قرآن مجید کا آخر ی چو تھا ئی حصہ (یعـنی سـورۂ سـبا سـے لے کرآخـر تـک) تـو مواعظ وخطبـا ت ہی سـے بھـرا ہوا ہے اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ اگر آ د می کی فطر ت سلیم ہو اور اس کو عر بی زبـا ن کـا کچھ بھی ذوق ہو تو قرآن پـا ک کے خـا ص کـر اس آخـــر ی تـــذ کـــیری حصـــے کے ہر ورق اور ہر صفحہ کی تلا وت کے وقت اس کو اس تـا ثـیر اور اس کیفیت کا تجر بہ ہوگا جس کو قـرآ ن مجید نے خو د ہی ان الفا ظ میں بیا ن فر مایا ہے:

تَقْشَـعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَـوْنَ رَبَّہُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُہُمْ وَ قُلُوْبُہُمْ اِلٰی ذِکْـــــــرِ اللہِ (الزمر: ۲۳)

ترجمہ:جن بنـدو ں میں کچھ خـو ف ہے، اس قرآن مجید (کے پڑ ھنے یا سننے)سـے ان کے جســموں کے رو نگـــٹے کھـــڑ ے ہو جـاتے ہیں، پھـر ان کے جســم اور ان کے قلو ب (یعنی سارا ظاہر وبا طن) نــر م پڑ کر اللہ کی نصیحت اور اس کے پیغــام کا تا بع ہو جاتا ہے ۔

جی چاہتاتھا کہ اس آخر ی عنوا ن کے تحت قرآ ن مجیدکا کا فی حصہ نقل کیا جا ئے لیکن اب کتاب کی ضخامت بہت کا فی بڑ ھ چکی ہے اور یقین ہے کہ ایسے ایسے دس بیس مقا مات اور نقل کرنے کے بعد بھی یہ خو اہش با قی ہی رہے گی ، اس لئے بس اسی پر اکتفا کیا جا تا ہے ۔

آخر ی گزار ش یہ ہے کہ نا ظر ین کرا م اس پو ری کتاب کو قرآ ن مجید کی دعوت وتعلیم اور مو عظت ونصیحت کا بس ایک نمو نہ اور مختصر تعارف ہی سمجھیں، میں خدا کو گوا ہ بنا کے بہ قسم عرض کرتا ہو ں (و کفیٰ بہ شہید اً) کہ میرا صرف عقید تمندا نہ نہیں بلکہ با لکل حقیقت پسندانہ احسا س واعتراف یہ ہے کہ ڈھا ئی سو صفحات کی اس کتا ب میں قرآ ن مجید کی دعوت وتعلیم کے بارے میں جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کو اصل قرآن پا ک سے قطر ہ اور دریا کی بھی نسبت نہیں ہے ۔پس چاہئے کہ اس قسم کی کوششوں کے ذریعہ قرآن پاک کی دعوت وتعلیم سے منا سبت پیدا کرکے آ دمی اصل قرآ ن ہی سے وابستگی پیدا کرے ، بلا شبہ قرآن پاک سے وابستگی اللہ تعالیٰ سے وابستگی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہم سب کے سینے کھو ل دے ۔

وَالحَمدُ لِلّٰہِ اَوّلًاوَاٰخراً